
میرا چاند
زریش مصطفیٰ
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

www.pakistanipoint.com

# میرا چاند



زریش مصطفیٰ



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

www.pakistanipoint.com

# میرا چاند

## کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ کمپوزنگ ٹیم

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود ناولز بالکل مفت ہیں۔اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تا کہ جو لوگ وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے، وہ یہاں سے ڈاؤنلوڈ کر لیں۔اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روزکا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔مزید معلومات کے لئے،

سپر موڈز: صبا گل، تتلی، ٹیم لیڈر: ایم وائے صائم، مینجمنٹ: حسیب یا وقار سے رابطہ کریں، شکریہ







کالج کی چھٹیاں ہوئیں۔

تو ام ہانی نے اپنا سامان سمیٹا اور مظفر آباد کے لیے نکل گئی

اسکا وہاں جانا سال میں ایک بار ہی ہوتا تھا۔

لاہور کی گرمی سے گھبرا کر وہ رمضان گذارنے کشمیر پہنچ گئی۔

حسام کو آنٹیری ٹیسٹ کی تیاری کرنی تھی اس لیے وہ اکیلی ہی وہاں ٹھرنے آئی تھی۔

وہ یوں اکیلی پہلی بار کہیں اتنی دور جا رہی تھی۔

ابا دبئی گئے تھے اور حسام مصروف تھا ایسے میں وہ کیا کرتی۔

اور ام ہانی دنیا کی کم ہی پرواہ کرتی تھی سو۔

مما کے بہت سمجھانے پر بھی وہ باز نہیں آئی اور

مضفر آباد پہنچ کہ دم لیا

ٹیکسی والے نے اسکا سامان گھر کے باہر اتارا تھا۔

ام ہانی بیل بجا کر گیٹ کھلنے کا انتظار کرنے لگی۔

یہاں آنے پر ہر بار ایک الگ خوڈی ہوتی تھی اسے۔

گیٹ شہریار نے کھولا تھا۔

ان دونوں کو ایک دوسرے کو دیکھ کر زیادہ خوشی نہیں ہوئی تھی۔

ارے بھئی آپ کے ہاں مہمانوں کو اندر آنے کے لیے نہیں کہا جاتا کیا۔

جب کسفی دیر وہ بت بنے سامنے کھڑا رہا تو وہ بھویں اچکا کر بولی

تم اچانک بنا بتائے۔

وہ اسے دیکھ کر حیرانگی سے بولا

لور مضان ہو اور میں لاہور مس رہوں نیور۔

وہ بولتے ہوئے اگے بڑھی۔

وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

ام ہانی اسکی اس بے عتنائی پر کھول کے رہ گئی۔

ایک ہاتھ سے ہینڈ بیگ اپنے شولڈر پہ ٹکائے دوسرے ہاتھ سے بھاری بھر کم بیگ گھسٹتے۔

اسے ٹسنگ کی ہٹ سے دروازہ بند کیا۔

یا خدا شیری کون آیا ہے اور اتنی زور سے دروازہ کس نے بند کیا ہے۔

سلمہ بیگم نے اندر آتے شہریار کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ایسی آفات ہمارے گھر میں صرف تب آتی ہیں

جب ام ہانی تشریف لاتیں ہیں۔

اندر داخل ہوتی ام ہانی نے اسکا جملہ مکمل کیا تھا۔

ہانی نے بیگ زمین پر پٹخا اور پھوپھو کے گلے لگ گئی

ارے ہانی تم طوبی گود میں رکھے کشن کو پھنکتے ہوئے اسکی طرف بھاگی۔

یار دل خوش ہو گیا اس سرپرائز سے

طوبی اسے پھوپھو سے الگ کرتے ہوئے جوش سے بولی۔

بس یار دل چاہ رہا تھا سو میں آ گئی۔

ہانی اسے گلے لگاتے ہوئے بولی۔

سفر کیسا رہا کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔

طوبی اس سے الگ ہوتے ہوئے بولی۔

نہیں سفر میں تو کوئی مسلہ نہیں ہوا۔

ہاں دروازے پہ کافی دقت کا سامنا کرنا پڑا مجھے

ہانی نے کن اکھیوں سے سینے پہ بازو لپیٹے کھڑے شہریار کو دیکھا۔

وہ شان بے نیازی سے چلتے ہوئے سامنے صوفے پہ جا بیٹھا۔

یار بیٹھو تو سہی طوبی اسے بٹھنے کا کہتی خود بھی اسکے برابر بیٹھ گئی۔

کیا کہہ رہی تھیں تم دروازے پہ کس دقت کا سامنا ہوا۔

طوبیٰ اب اس سے پوچھ رہی تھی۔

یار میرا سامان اتنا تھا میں اکیلی جان وہ تو بھلا ہو اس لڑکے کا پورا راستہ خیال رکھا اور پھر ٹیکسی تک بھی چھوڑ کر گیا اور پھر ٹیکسی والے نے بیگ باہر رکھا اور چلا گیا۔

اور کچھ بے مروت لوگوں نے دروازہ میرے منہ پہ بند کر دیا۔

وہ صاف شہریار کو جتا رہی تھی۔

شہریار مسلسل نیوز میں گم تھا۔

بس آجکل تو انسانیت ختم ہی گئی ہے۔

وہ لڑکا تمہیں گھر تک کیوں چھوڑنے نہیں آیا۔

شہریار ٹی وی کی آواز کم کرتے ہوئے بولا۔

اسنے جتنی مدد کر دی کافی تھی

ہانی نے اسے گھورا۔

تم لڑکیاں ایک دن کے لیے بھی کہیں جاو تو اتنا سامان اکٹھا کر لیتی ہو کہ ایسا معلوم ہوتا ہے بسنے جا رہی ہو وہاں۔

اور میں ابھی پچھلے سال تمہارا بیگ اٹھانے والا واقعہ بھولا نہیں ابھی۔

شہریار نے ایک نظر ہانی اور دوسری اسکے بیگ پر ڈال کر
ٹی وی کی آواز پھر سے بڑھالی تھی۔
پاگل آدمی ہانی نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔
جسے قریب بیٹھی طوبی نے سن لیا تھا۔
وہ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی ہوئی
یہاں ماحول کافی گرم ہو گیا ہے تم روم میں چلو میں تمہارے لیے کچھ ٹھنڈ الاتی ہوں پینے کے لیے
طوبی نے اسے کہتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔
ہانی ایک نگاہ نیوز میں گم شہریار پر ڈال کر آگے بڑھ گئی
ہانی نے روم میں جا کر سب سے پہلے شاور لیا تھا۔
طوبی جب تک اس کے لیے کچھ کھانے پینے کے لیے لائی وہ نہا دھو کر آ بھی چکی تھی۔
واہ لڑکی بڑی پھرتیلی ہو۔
طوبی نے ٹرے اسکے سامنے رکھت ہوئے کہا۔
تمہارے بھائی کی طرح تھوڑی ہوں۔
نہانے جاو جا کر سو جاو۔

ہانی نے جوس کا گلاس ایک ہی سانس میں ختم کیا۔

تم ہر وقت شیری بھائی کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہو۔

طوبی کہتے ہوئے اسکے سامنے بیٹھی۔

یار مجھے نہ پراوڈ قسم کے اپنے آپ میں گم اور خود پسند خود کو سب کچھ سمجھنے والے لوگ سخت زہر لگتے ہیں۔

ہانی نے گلاس ٹرے میں رکھا۔

یار شیری بھائی ایسے تو نہیں ہیں۔

طوبی نے ہانی کی بدگمانی دور کرنے کی کوشش کی تھی۔

تمہارا بھائی ہے تم سے تھوڑی برداشت ہوتی ہے اس کھڑوس کی برائی۔

ہانی نے طوبی کو ٹھیک ٹھاک گھرک کے کہا۔

یار تم نہ ریسٹ کرو ہم دونوں بہن بھائی باز آئے تم سے۔

طوبی کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

شیری کی چمچی۔

ہانی نے زیر لب بڑبڑیا اور پھر آرام کی غرض سے لیٹ گئی۔

پھر اسکی آنکھ عصر کے بعد کھلی تھی۔

وہ نماز پڑھ کے باہر آئی تو محفل اپنے عروج پہ تھی۔

سب لوگ شام کی چائے سے لطف انداز ہو رہے تھے۔

اسلام علیکم انکل۔

وہ مشتاق انکل سے اب ملی تھی۔

واعلیکم اسلام کیسی ہے میری بیٹی۔

وہ پیار سے اسکے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

وہ مسکراتے ہوئے سامنے بیٹھ گئی۔

شہریار موبائل میں گم مسلسل مسکرا رہا تھا۔

ہانی چینی کتنی وہ اب اس سے پوچھ رہی تھی۔

وہ اس پہ ایک نظر ڈال کر طوبی کی طرف متوجہ ہوئی۔

ود آوٹ شوگر

ہانی نے مسکرا کر کہتے ہوئے اس کے ہاتھ سے کپ پکڑا۔

تم نے بھی شیری بھائی کی طرح پھیکی چائے پینی شروع کر دی۔

طوبی نے کہتے ہوئے کپ شہریار کی طرف بڑھایا۔

جو اس نے مسکرا کر تھام لیا۔

ویسے میں نے تو کسی وجہ سے چینی ترک کی ہے۔

انھیں بہت ضرورت ہے مٹھاس کی۔

ہانی نے چائے کا سپ لیا۔

اچھا مجھے کیوں ضرورت ہے۔

شہریار سیدھا ہو بیٹھا۔

ہو سکتا اس کی تاثیر سے ہی آپ کے لہجے میں مٹھاس آجائے۔

ہانی نے ادائے نے نیازی سے کہا۔

کس کے لیے۔

شہریار نے اسے دیکھتے ہوئے چائے کا سپ لیا۔

کسی کے لیے بھی

ہانی گڑبڑائی۔

وہ اسے ایک نظر دیکھ کر دوبارہ موبائل میں گم ہو گیا۔

سڑو ہانی اسے ایک اور لقب سے نواز کر اپنی چائے اور پھر سب کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئی۔

ارے بھئی مبارک ہو رمضان کا چاند نظر آگیا ہے۔

مشتاق صاحب مغرب کی نماز ادا کر کے گھر آئے تھے جب سب کو بلند آواز سے مطلعہ کیا۔

اور پھر سب ایک دوسر کو مبارکباد دینے لگے۔

رات کے کھانے کے ساتھ ہی پھوپھو سحری کی تیاری بھی کرنے لگیں تھیں۔

ہانی اور طوبی نے کھانے لگا دیا تھا۔

جاو شہریار کو بھی بلا لاو۔

پھوپھو نے ہانی کو دیکھتے ہو کہا۔

وہ منہ کے الٹے سیدھے زاویے بناتی اسے بلانے چل دی۔

یار میں کب سے بے وفا ہو گیا۔

دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا

ہانی کا ہاتھ دوازہ ناک کرنے کے لیے اٹھا تھا۔

کہا تو ہے تم سے زیادہ کوئی امپورٹنٹ نہیں ہے۔

اسکا ہاتھ ہوا میں ہی تھم گیا۔

یعنی ابھی تمہیں میرے تمہارے ساتھ مخلص ہونے پہ شک ہے۔

ناک کروں کہ واپس جاوں

ہانی شش و پنج میں کھڑی سوچنے لگی۔

اچھا جیسے تمہاری مرضی

باتوں کی آواز ابھی بھی آرہی تھی۔

ہانی بناناک کیے اندر داخل ہو گئی۔

شہریار نے اسے دیکھتے ہی کال منقطع کر دی تھی۔

کیا کام ہے۔

اس کے ماتھے پہ پڑے بل بتا رہے تھے کہ اسے اسکا بنا اجازت آنا بلکل اچھا نہیں لگا۔

آپ کو پھوپھو بلا رہیں ہیں کھانے پر

وہاں پرواہ کسے تھی۔

وہ کہتی ہوئی بنا اسکی اگلی بات سنے جانے کے لیے مڑی

تمہیں آج تک اتنا پتہ نہیں چلا کہ کسی کے روم میں جانے سے پہلے ناک کرتے ہیں۔

شہریار کی غصے میں ڈوبی آوز پر وہ رک گئی تھی۔

اگر اتنی ہی ضروری کالز کرنی ہوتیں ہیں تو روم کم سے کم لاک رکھا کریں۔

وہ مڑی ایک نظر اسے دیکھا اور شان بے نیازی سے کہتی آگے بڑھ گئی۔

وہ غصے سے کھولتا ہوا اس کے پیچھے چل دیا۔۔

کھانے کے بعد بڑے خشوع و خضوع سے نماز تراویح ادا کئی گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆ ▪ ▪ ▪ ▪ ▪ ▪ ☆☆☆◆◆☆☆☆

آج پہلا روزہ تھا۔

پھوپھو کچن میں کھڑی سحری بنا رہیں تھیں۔

طوبی تین بار شہریار کو بلانے جا چکی تھی۔

وہ اٹھ ہی نہیں رہا تھا۔

طوبی بچے ایک بار اور اسے جگا کو بتاو ٹائم کم ہے

سحری ٹیبل پر لگانے کے بعد وہ لوگ ابھی تازہ تازہ خستہ پراٹھے کھانے کے بارے میں سوچ ہی رہیں تھیں جب سلمہ بیگم بول پڑیں۔

حیرت ہے بھائی کیسے سو جاتے ہیں ہمیں تو نیند نہیں آتی۔

کیونکہ وہ صبح سے شام تک یونیورسٹی میں ہوتا ہے تمہاری طرح فارغ تھوڑی ہے۔

سلمہ بیگم نے اسے گھر کا

ہاں میں فارغ ٹھیک ہوں

اور میں نہیں جا رہی اب۔

طوبی منہ بناتے ہوئے بولی۔

ام ہانی بچے تم جگا دو اسے دیر سے اٹھا تب بھی ہم پہ غصہ کرے گا۔

مرتے کیا نہ کرتے کے مصادق

ہانی شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈالنے چل دی۔

وہ شرٹ اتارے صرف بنیان اور ٹراوزر میں ملبوس تھا۔

ہانی نے اسے دیکھتے ہوئے سب سے پہلے اندھے منہ لیٹے شہریار کی چند ایک تصاویر لیں۔

اور پھر پاس پڑا پانی کا گلاس اس کے اوپر الٹ دیا۔

وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھا تھا۔

یہ کیا حرکت ہے

ہانی کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ دھاڑا

میں بول بول کہ اپنی انرجی ویسٹ نہیں کر سکتی۔

سحری کرنی ہے تو آجاو ورنہ واپس سو جائے

ہانی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

تم دوبارہ مجھے جگانے مت آنا آئی سمجھ

وہ اب تک اسکی اس حرکت پہ غصہ تھا۔

وہ کندھے اچکا کر باہر نکل گئی۔

وہ آف موڈ کے ساتھ باہر آیا تھا۔

اور ویسے ہی بیٹھ کر سحر نوش فرمانے لگا۔

شکر اسکی حرکت اسنے باہر سب کے سامنے بیان نہیں کی تھی

کھا دیکھو کیسے رہا ہے جیسے ہماری ذات پہ کوئی بہت بڑا احسان کر رہا ہے۔

ہانی اپنی پلیٹ پہ جھکی بڑبڑائی۔

تم نے مجھ سے کچھ کہا طوبی نے اسکی بڑبڑاہٹ سنی تو نہیں پر اسے دیکھ لیا تھا۔

نہیں تو ہانی فوراسیدھی ہو بیٹھی۔

کچھ لوگوں کو بولنے کی اتنی عادت ہوتی ہے کہ سوتے میں بھی بولتے رہتے ہیں۔

شہریار نے ہانی کو دیکھتے ہوئے کہا

ہاں اور کچھ لوگ اتنے سڑیل ہوتے ہیں کہ عید پہ بھی نہیں مسکراتے۔

ہانی نے حساب برابر کیا۔

چینکر کے سحری کرو وقت کم ہے۔

پھوپھو کو پتہ تھا جب تک نہیں ٹوکیں گیں وہ چپ نہیں

ہوں گے۔

نماز فجر ادا کرنے کے فورا بعد طوبی تو سو گئی تھی پر اسے نیند نہیں آرہی تھی۔

شہریار کے لیکچر تھے اور وہ صبح کا گیا شام کو واپس آتا۔

وہ آزاد کشمیر یونیورسٹی میں ایچ اوڈی تھا۔

لکچرار بنانا اسکا شوق تھا اور اسے یہ جاب کرت ایک سال ہوا تھا۔

وہ اپنی پڑھائی بھی ساتھ جاری رکھے ہوئے تھا۔

آج اسکے بہت ضروری لیکچر تھے۔

اب تو وقت اس لیے بھی کم ملتا تھا کہ کچھ طلبعا کو انٹری ٹیسٹ کی تیاری بھی کروائی جارہی تھی۔

وہ تیار ہو کر یونیورسٹی کے لیے نکل گیا تھا۔

آج اسے جلدی پہنچنا تھا۔

ہانی کو بہت کوشش کے باوھود بھی جب نیند نہ آئی تو وہ

فیس بک کھول کر بیٹھ گئی۔

نیوز فیڈ دیکھتے ہوئے اچانک اسکی نظر ہنڈسم ڈیشنگ سوٹیڈ بوٹیڈ شہریار کی نیو پروفائل پک پہ نظر پڑی۔

اور پھر اسنے آبیل مجھے مار والا کام کر دیا۔

ہانی نے اسکی کچھ دیر قبل بنائی جانے والی پکس اپلوڈ کر کے اسے ٹیگ کیا تھا۔

جو ہو گا دیکھا جائے گا

اور طمانیت سے مسکراتے ہوئے سو گئی۔

آج شہریار کے ساتھ سب کا رویہ عجیب تھا جو سٹوڈینٹ اسے دیکھ کر ہنسنا بند کر دیتے تھے اسے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

اسکے کولیگز اور ہر بندہ بس اسے دیکھتا اور ہنسنے لگتا۔

وہ پریشان سا سب کو اگنور کرتا رہا۔

لیکچر کے دوران بھی سب کی توجہ لیکچر پہ کم شہریار پہ زیادہ تھی۔

جب ضمیر کی کال آئی تھی۔

وہ بھی مسلسل ہنے جا رہا تھا

شہریار کہ پوچھنے پر بھی کچھ نہیں بتا رہا تھا۔

شہریار نے غصے سے فون بند کر دیا

شہریار اپنی کلاس سے فارغ ہوا تو ضمیر کی کال ایک بار پھر آ گئی تھی۔

اب تم ہنسے نہ میں دانت توڑ دوں گا تمہارے

شہریار نے کال پک کرتے ہی کہا

دوسری طرف ضمیر کا قہقہہ بلند ہوا۔

مجھے سمجھ نہیں آرہا ہوا کیا ہے سب کو میری سینگ نکل آئے ہیں کی۔

شہریار از حد پریشان تھا۔

دوسری طرف ضمیر اپنی ہنسی پہ قابو پانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔

اب کچھ بولو بھی

شہریار نے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔

آج تمہارے گھر کے برتن گلدان اور بہت سا قیمتی سامان ٹوٹنے والا ہے۔

ضمیر نے اب کی بار تھوڑا سنجیدگی سے کہا۔

کیوں ایسا کیا ہوا۔

شہریار حیران ہوا۔

ایک معصوم جان خطرے میں ہے

یار کیا بول رہے ہو کھل کے بتاو۔

شہریار زچ ہو چکا تھا۔

تم جا کہ اپنا ایف بی اکاونٹ چیک کر لو سب پتہ چل جائے گا۔

ضمیر نے ہنستے ہوئے کہا اور کال کٹ کر دی۔

شہریار نے اپنے آفس جا کر سب سے پہلے اپنا اکاونٹ چیک کیا تھا۔

اور پہلی ٹیگ کی گئی پوسٹ سات بجے کی تھی۔

آڑھا ترچھا لیٹا شہریار کی انتہائی بے ڈھنگی تصویریں تھیں۔

اگر اس وقت ام ہانی اس کے سامنے ہوتی وہ سچ مچ اس کی جان لے لیتا۔

وہ ٹیگ ریمو کر دیتا پر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔

اور پھر اس پوسٹ پہ ایسے ایسے کمنٹ تھے کہ شہریار سے پڑھنا مشکل ہو گئے تھے۔

وہ غصے سے کھولتا ہو ٹائم سے پہلے

ہی گھر کے لیے نکل آیا تھا۔۔

ہانی نماز عصر کے انتظار میں بیٹھی تھی۔

اور اس پوسٹ پہ کمنٹ کرنے والے ایک ایک بندے کو رپلائے کر رہی تھی۔

وہاں شہریار کے دوست کو لیگز اور بہت سے سٹونٹ تھے۔

سر یو آر ویری ہاٹ چارمنگ گڈ لکنگ اپ سوتے میں اچھے لگتے ہو سر آپ ایسے سوتے ہو کیوٹ۔

ہانی پڑھ پڑھ کر مسکرائے جا رہی تھی۔

ہانی مجھے کیوں لگتا ہے کہ کچھ گڑبڑ ہے۔

طوبیٰ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے۔

وہ معصوم بنی اس سے پوچھ رہی تھی۔

اب اس کے بارے میں میں کیا کہہ سکتی ہوں۔

طوبیٰ اسکے ساتھ بیٹھی۔

جو گڑبڑ ہونی تھی ہو چکی۔

ہانی نے لاپرواہی سے کہا۔

کیا کیا ہے تم نے طوبیٰ سیدھی ہو بیٹھی۔

میں نے کچھ نہیں کیا۔

اسی دوران لاونج کا دروازہ زور دار دھماکے سے کھلا تھا۔

یا اللہ خیر طوبیٰ نے دہل کر کہا

کیا شرارت کی ہے اب تم نے جلدی بتاو

طوبیٰ نے اسے گھورا

اپنی آئی ڈی چیک کر لو

وہ سکون سے بولی

طوبیٰ نے فوراسے اپنا موبائل پکڑ کر چیک کیا

یہ کیا کر دیا ہانی اب تیری خیر نہیں۔

طوبی سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

مگر طوفان نے اپنا رخ اپنے کمرے کی جانب موڑ لیا تھا۔

طوبی نے سکھ کا سانس لیا۔

ہانی کو تورتی برابر بھی اسکے غصے کی پرواہ نہیں تھی۔

افطار کے وقت تک خاموشی چھائی رہی تھی۔

طوبی جانتی تھی وہ خاموش نہیں بیٹھے گا۔

اور ہانی کو اس کے غصے کی پرواہ ہی کہاں تھی۔

وہ افطاری کے لیے بھی باہر نہیں آیا اور پھر افطاری کا سامان طوبی نے اس کے کمرے تک پہنچا دیا تھا۔

یہ پہلے عشرے میں ہی اعتکاف بیٹھ گیا ہے۔

ہانی نے طوبی کو اسکی افطاری لے جاتے دیکھا تو بول پڑی

ہو سکتا ہے روزہ زیادہ لگ گیا ہو

پھوپھو نے دعا مانگتے ہوئے کہا

طوبی اس پہ ایک نظر ڈال کر آگے بڑھ گئی۔

افطاری کے بعد نماز مغرب ادا کی گئی تھی۔

وہ نماز کے لیے مسجد گیا تھا جب ہانی نے نیا شوشا چھوڑا۔

یار میں بور رہی ہوں مجھ سے گھر پہ نہیں بیٹھا جاتا۔

چلو باہر کچھ دیر واک کر کے آتے ہیں۔

ہانی گھومنے پھرنے کی از حد شوقین تھی۔

کبھی بھی کہیں بھی جانے کے لیے تیار رہتی۔

یار ہزار بار کی دیکھی جگہ ہیں باہر جا کہ کیا کریں رات گہری ہو رہی ہے شیری بھائی کو پتہ چلا خون پی جائیں گے ہمارا۔

طوبی میں باہر واک کے لیے جانے کی بلکل ہمت نہیں تھی۔

مجھے پتہ ہے تمہارا بھائی ڈرائیکولا ہے پر میں نہیں ڈرتی

ہانی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ گھسیٹا۔

یار میں تھک جاوں گی تراویح کون پڑھے گا۔

طوبی نے ایک اور بہانہ بنایا۔

کچھ نہیں ہوتا چلو۔

ہانی کے سامنے کم ہی کسی کی چلتی تھی۔

باہر سنسان صاف شفاف سڑک پہ اکا دکا آدمی ہی دیکھائی دیئے تھے۔

یار دیکھو خالی سڑک خوف آرہا ہے یار

طوبی سدا کی ڈرپوک تھی

اندھرا کافی ہو چکا تھا۔

پر ام ہانی کے لیئے یہ سب بھی ایک ایڈونچر تھا اسے ایسے کام کرنے میں بہت مزہ آتا تھا جن میں خطرہ ہو جن میں سر فہرست شہریار سے پنگے لینا تھا۔

یار کچھ نہیں ہو گا میں ہوں نہ تمہارے ساتھ

ہانی نے اپنا کالر اکڑیا

طوبی نے رک کر ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اس کے ساتھ چلنے لگی تھوڑے فاصلے پہ اسے محسوس ہوا تھا کہ کوئی ان کے پیچھے آرہا ہے پر جب مڑ کے دیکھتیں تو کوئی دیکھائی نہ دیتا۔

اور یہ کافی بار ہوا تھا۔

ایک گھنٹے کی واک اور گپ شپ کے بعد وہ گھر کی طرف چل دیں تھیں۔

واپسی پر بھی طوبی باتوں میں مصروف تھی اور ہانی یہ سوچ رہی تھی کہ ان کا پیچھا کون کر رہا ہے جو دیکھائی بھی نہیں دے رہا۔

وہ اس سوچ کو جھٹک کے طوبی کی باتوں کا جواب دینے لگی۔

وہ لوگ گھر پہنچیں تو کافی دیر ہو چکی تھی۔

وہی ہوا جس کا ڈر تھا

دروازہ شہریار نے کھولا تھا۔

ام ہانی بنا اسے نوٹس کئے اگے برھ گئی۔

بھائی وہ ہانی۔

طوبی نے کچھ کہنا چاہا

شہریار نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا تھا۔

وہ سر جھکائے اگے بڑھ گئی۔

شہریار بھی گیٹ بند کر کے ان کے پیچھے ہو لیا۔

وہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر عید کے لیے کپڑوں کے سٹائل دیکھ رہیں تھیں۔

جب دروازہ بنا ناک کئے شہریار اندر چلا آیا۔

ام ہانی اسے دیکھ کر کافی بد مزہ ہوئی۔

دوسروں کو مینرز سیکھانے کے لیے انسان کو پہلے خود ان پہ عمل کرنا چاہیے۔

ام ہانی نے شہریار کو ناگواری سے دیکھا۔

تم اپنی حرکتوں سے باز آو گئی یا نہیں۔

وہ اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔

کیا کیا ہے میں نے وہ اسکے مقابل کھڑی ہوتے ہوئے بولی۔

ان پکس کو شئیر کرنے کا کیا مقصد تھا۔

وہ غصے سے دھاڑا۔

اچھا وہ پکس اس میں اتنا اوری ایکٹ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

وہ ایسے بولی جیسے یہ کوئی بات ہی نہ ہو۔

میری ایک ریپوٹیشن ہے اور اسے خراب کرنے کی اجازت میں کسی کو نہیں دیتا۔

تمہیں بھی نہیں۔

By

Zarish Mustafa

شہریار نے اسکا بازو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے جھنجھوڑا۔

اب ایسا بھی کونسا گناہ کر دیا میں نے

ہانی نے اسکا ہاتھ پیچھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

یہ لاسٹ وارننگ ہے میری اب کوئی ایسی حرکت کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا ان فرینڈ نہیں کروں گا بلاک کروں گا۔

وہ اسے وارن کرتے ہوئے باہر چلا گیا۔

بلاک کر کے دیکھاو ایسی ایسی چیزیں لیک کروں گی یاد کرو گے۔

ہانی نے بلند آواز میں کہا

شہریار کے کان اسکی آواز سے فیض یاب ہو چکے تھے۔

وہ بنا اسکی بات کو نوٹس لیے آگے بڑھ گیا

جانور کہیں کا ہانی نے اپنا بازو سہلایا۔

یار تم کیوں پنگے لیتی ہو ان سے

طوبی اب اسکے قریب کھڑی سمجھا رہی تھی۔

اب دیکھنا یہ سب اس کھڑوس کو کتنا مہنگا پڑنے والا ہے۔

ہانی کی آنکھیں بتا رہیں تھیں کہ اس کے دماغ میں نئی کچھڑی پک رہی تھی۔

یعنی ان کی اتنی باتوں کا تم پر بلکل اثر نہیں ہوا

طوبی نے حیرانگی سے کہا

طوبی ہانی سے دو سال چھوٹی تھی اور ام ہانی شہریار سے چار سال۔

ہانی نے سر نفی میں ہلایا اور دوبارہ موبائل میں گم ہو گئی

طوبی کی کوئی بات کم ہی اس پر اثر کرتی تھی۔

اور شہریار کی کوئی بات اس پہ اثر کرے ایسا ممکن نہیں تھا۔

طوبی ایک نظر اس پہ ڈال۔ کر سونے کے لیے لیٹ گئی۔

طوبی طوبی جلدی اٹھ یہ دیکھ کیا ہوا۔

طوبی ابھی مکمل طرح سے سوئی بھی نہیں تھی جب اس اچانک آفاد پر ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی۔

کیا ہوا ہانی۔

طوبی نے مندی مندی پلکیں کھول کر اسے حیرانگی سے دیکھا۔

تمہارے بھائی کا چکر چل رہا ہے وہ آنکھیں نچا کر بولی۔

ہانی بکواس مت کرو قسم سے جان نکال دی مجھے لگا پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔

طوبی نے سر واپس تکیے پر گرایا۔

اچھا سو مر جاو تم سے تو میں صبح نمٹیوں گی ہانی نے اسے گھورا۔

وہ کچھ دیر طوبی کو دیکھتی رہی اور پھر موبائل پکڑ کر طوبی کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔

طوبی اب کے کرنٹ کھا کر سیدھی ہو بیٹھی تھی۔

یہ کون ہے طوبی کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

آپ کی ہونے والی بھابی۔

ہانی نے شان بے نیازی سے کہا۔

بکو مت دیکھو کتنی بے حیا ہے نہ پہننے کا ڈھنگ نہ کھڑے ہونے کا۔

طوبی نے شہریار کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے سلیولیس شارٹ شرٹ اور ٹائٹ جینز پہنے بنا دوپٹے کے کھڑی لڑکی کو کوسا۔

اب تو اسی پہ گزارہ کرنا پڑے گا۔

ہانی نے انگڑائی لی۔

اچھا اب سوتے ہیں۔

سوتے ہیں کی بچی میری نیند اڑا کر اور تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ

طوبی خاموش ہوئی۔

اس دن جب میں شہریار کو کھانے پر بلانے گئی تھی اور فون پر جس قسم کی گفتگو ہو رہی تھی۔

اس سے اندازہ ہو گیا تھا۔

ہانی لاپرواہی سے کہتی لیٹ گئی۔

طوبی اب حقیقی معنوں میں پریشان ہو گئی تھی۔

سحری کے ٹیبل پر بھی شہریار کا موڈ خراب تھا

اور ہانی کو رتی برابر بھی اس بات کی پرواہ نہیں تھی۔

اسکا دماغ تو کچھ اور ہی سوچنے میں مصروف تھا۔

طوبی بے چینی سے پہلو بدلتی کبھی شہریار کو دیکھتی کبھی ہانی کو۔

اس کے ذہن سے وہ تصویر نہیں نکل رہی تھی۔

وہ ابھی ٹکٹکی باندھے شہریار کو دیکھ رہی تھی۔

طوبی کیا بات ہے ایسے کیوں دیکھ رہی ہو۔

شہریار کب سے نوٹ کر رہا تھا

جب رہانہ گیا تو پوچھ لیا

کچھ نہیں بھائی

طوبی فوراً پلیٹ پر جھکی۔

شہریار کو کوئی کال آئی تھی۔

وہ اپنی سحری ادھوری چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا

ہانی نے طوبی کو ٹہکا دیا

طوبی نے شہریار کی پشت کو دیکھا اسکا شک اب یقین میں بدلنے لگا تھا۔

شہریار کافی دیر فون پر مصروف رہا تھا۔

وہ لوگ برتن سمیٹ کر نماز پڑھنے چل دیں۔

☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆

طوبی اٹھو یار باہر واک پہ چلتے ہیں۔

ہانی جب تک افطاری کے بعد باہر نہ جاتی اسے سکون ہی نہیں آتا تھا۔

یار اس دن بھی بڑی مشکل سے ڈانٹ سے بچے تھے آج ہمت نہیں ہے۔

تم چلو اس جلاد کو میں دیکھ لوں گی۔

وہ مسلسل انکار کر رہی تھی پر ہانی نے پہلے کب کسی کی سنی تھی۔

اسے اپنے ساتھ لے کے ہی گئی۔

موسم بہت خشگوار تھا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا

چاروں طرف پھیلی ہریالی

آج کافی لوگ چہل قدمی کے لیے آئے ہوئے تھے۔

یار مجھے پتہ نہیں ہر بار یہاں آکر اتنا مزہ آتا ہے جسے میں پہلی بار آئی ہوں۔

یانی نے اپنے بازو کھولتے ہوئے بند آنکھوں سے ہوا کو محسوس کیا۔

پتہ نہیں میں تو بور ہو گئی یہ سب دیکھ دیکھ کر

طوبی منہ بنا کر بولی۔

ناشکری ہانی نے اسے گھورا

وہ اسی طرح باتیں کرتیں کرتیں بہت آگے نکل آئیں تھیں

کوئی انکا پھر سے پیچھا کر رہا تھا

گھر سے تھوڑے فاصلے پر ہی ہانی کو محسوس ہوا۔

پر اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا

جو بھی ہے اسے کیا

تھوڑی دیر چہل قدمی کے بعد محلے کی ایک دو آنٹیوں سے گپ شپ ہونے لگی تھی۔

وہاں ایک محفل جم گئی تھی۔

ہانی گیارہ بج گئے۔

طوبی وقت دیکھتے ہوئے اچھل پڑی تھی۔۔

ہاں رورو ز بجتے ہیں اس میں کونسی بڑی بات ہے۔

یار شیری بھائی گھر آگئے ہوں گے اور ہم لوگ گھر سے کافی دور ہیں پندرہ سے بیس منٹ لگ جائیں گے اٹھ جاو۔

طوبی نے پریشانی سے کہتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا۔

اچھا آنٹی کل ملاقات ہوتی ہے۔

ہانی بڑے برے دل سے اٹھی تھی۔

اور سب کو خدا حافظ کہتی اس کے ساتھ ہولی۔

کیا مصیبت ہے یار اتنا مزہ آرہا تھا۔

ہانی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

ابھی تو جو مزا گھر جا کر آئے گا لگ پتہ جائے گا۔

طوبی نے خفگی سے کہا۔

یار تم پتہ نہیں شہریار سے کیوں ڈرتی ہو میں ہوں نہ تمہارے ساتھ میں ہینڈل۔ کر لوں گی۔

وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولی۔

ہانی کو اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔

اسنے فورا گردن گھما کر دیکھا

پیچھے ہمیشہ کی طرح کچھ نہیں تھا۔

یار ہانی جلدی چلو اب تو یہاں سے بھی خوف آرہا ہے۔

طوبی ہانی کا ہاتھ پکڑ کر تیز تیز چلنے لگی۔

یار آہستہ چلو تمہارے ساتھ ام ہانی ہے تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ایسی چیزوں سے نمٹنا مجھے اچھی طرح آتا ہے۔

ہانی نے بلند آواز میں کہا۔

وہ جو بھی تھا ان کے گھر سے کچھ پیچھے غائب ہو جاتا تھا۔

یار لازمی تو نہیں کے کوئی انسان ہو کوئی بھوت بھی ہو سکتا ہے

طوبی نے خوف سے کہا

ہاہاہاہا بھوت ہانی نے قہقہہ لگایا۔

تم مذاق مت سمجھو

طوبی نے برا منایا

ہانی نے ڈور بیل پہ ہاتھ رکھا

اچھا اس بھوت سے تم ڈر گئی اور جو بھوت تمہارے گھر میں ہے اسکا کیا۔

ہانی بیل پہ ہاتھ رکھے رکھے بولی

دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا اور کھولنے والے نے اسکا ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں لے کر اندر کھینچا تھا۔

یہ کیا بدتمیزی ہے

ہانی اس اچانک آفاد کے لے تیار نہیں تھی۔

وہ وہ اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے اسکی گرفت سے آزاد خرواتے ہوئے غصے سے بولی۔

یہ شریفوں کا گھر ہے اور یہاں سحری سے پہلے ہی سب سو جاتے ہیں

بیل پہ ہاتھ رکھ کر بھول جاو گئی تو یہ سب ہی کرنا پڑے گا

طوبی موقع کا فائدہ اٹھا کر اندر بھاگ گئی تھی۔

ہاں تو کیا ہوا غلطی سے ہو گیا

وہ یوں ہی اسے غصے سے دیکھتے ہوئے بولی

یہ وقت ہے کوئی گھر آنے کا

شہریار نے اپنی کلائی پہ بندھی رسٹ واچ اس کے سامنے کی گیارہ پنتیس

ہاں تو کیا ہوا کبھی کبھی لیٹ ہو جاتا ہے۔

وہ منہ بنا کر بولی

آج آخری غلطی سمجھ کے معاف کر رہا ہوں کل سے دس بجے کے بعد تم لوگ باہر سے آئیں

مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔

وہ اسے گھورتے ہو جانے کے لیے مڑا

شہریار مشاق تم سے زیادہ برا تو پہلے ہی اس روئے زمین پر کوئی نہیں ہے

ہانی بڑبڑائی۔

تم نے مجھ سے کچھ کہا وہ اس کی بڑبڑاہٹ سن کے جاتے ہوئے رکا۔

پر شکر اسے سمجھ نہیں آئی تھی

نہیں تو

ہانی نے کہتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

اور ہاں یہ بڑبڑانے کی عادت چھوڑ دو

وہ اسے کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

وہ بھی پاوں پٹختی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی

پتہ نہیں خود کو سمجھتا کیا ہے ہر کسی کو نصحت کرنا فرض سمجھا ہوا ہے۔

ہم تو چھوٹے دودھ پیتے بچے ہیں ناں۔

وہ بولتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

اور تم مجھے اس تھانیدار کے پاس تفتیش کے لیے چھوڑ کر خود اندر بھاگ آئی۔

اسنے طوبی کو گھورا۔

ظاہر ہے جس نے واردات کی ہے وہ بھگتے تفتیشیں

طوبی نے لاپرواہی سے کہا

تمہارے بھائی جیسا جلاد صفت آدمی زندگی میں نہیں دیکھا میں نے اور یہ خود پنگے لینے کی کوشش کر رہا ہے۔

اب جب میں جوابی کروائی کروں گی تب جناب کا منہ بن جائے گا۔

ام ہانی کمرے میں آتے ہی طوبی پر چڑھ دوڑی

یار میرا کیا قصور جس کام سے وہ منع کریں وہ تو تم نے لازمی کرنا ہوتا ہے۔

طوبی ابھی ابھی وضو کر کے نکلی تھی۔

تم ہمیشہ مجھے غلط کہنا اب اسے میں بتاوں گی۔

وہ بھی غصے سے کہتی وضو کرنے چل دی۔

وہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر باتیں کرنے لگیں تھیں۔

ہانی مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تمہارے دماغ میں کچھ چل رہا ہے۔

طوبی نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا۔

نہیں میرے دماغ میں کیوں کچھ چلے گا۔

وہ گڑبڑائی۔

اور میرے پاس فالتو کا ٹائم نہیں ہے کہ تمہارے اس فضول بھائی کے بارے میں سوچوں۔

ہانی نے جلدی سے بات سنبھالی وہ قبل از وقت کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتی تھی۔

اب تو لازمی کوئی بات ہے

طوبی کو اب یقین ہو گیا تھا۔

ورنہ ام ہانی اور یوں اس طرح معصومیت سے انکار۔

نہیں یار میں کیوں جھوٹ بولوں گی۔۔

وہ موبائل پہ نظریں جمائے بولی۔

ہانی خدا کے لیے اس بار کچھ مت کرنا بہت مہنگا پڑے گا تمہیں۔۔

طوبی اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

تم لوگ ابھی تک بیٹھی ہو سحری کون بنائے گا۔

شہریار اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔

ان دونوں نے بیک وقت گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔

اب میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو دنوں کچن میں جاو اٹھ کے۔

وہ ان سے کہتے ہوئے جانے کے لیے پلٹا۔

پہلے ہم کب سحری بناتے ہیں جو آج بنائیں گے۔

ام ہانی نے منہ بنا کر کہا۔

امی کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے اس لیے اگر روزہ رکھنا ہے تو بنالو کچھ اٹھ کے۔

وہ جاتے ہوئے رکا اور ایک نظر ان پہ ڈالتے ہوئے بولا۔

امی کی طبعیت خراب ہے پر ہمیں تو نہیں پتہ کیا ہوا

طوبی پریشان سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

تم دونوں گھر پہ رہو تو پتہ چلے نہ کہ یہاں ہو کیا رہا ہے۔

وہ ایک ملامتی نظر ہانی پہ ڈالتے باہر چلا گیا۔

ہانی اب اٹھ جاو ورنہ بنا سحری کے روزہ رکھنا پڑ جائے گا۔

طوبی اسے کہتے ہوئے باہر کی جانب لپکی۔

ہانی بھی بادل نخواستہ اس کے پیچھے چلی گئی۔

یار ہانی تمہیں پراٹھے بنانے آتے ہیں۔

طوبی کچن میں کھڑی پریشانی سے بولی۔

ہاں ہاں یہ کون سا مشکل کام ہے وہ کمر کس کے میدان میں اتر آئی۔

اور پھر کچن کی جو حالت ہوئی۔۔۔۔

یہاں کونسی جنگ ہوئی ہے۔

وہ لوگ سحری بنا کر فارغ ہوئیں تھیں

جب شہریار کچن میں کھڑا بکھرا وے کا مکمل جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

جو بھی ہوا ہے سحری بن گئی ہے نوش فرمالیجئے

وہ غصے سے کہتی باہر نکل گئی ایک تو کام کرو اوپر سے باتیں سنو۔۔۔ کھڑوس انسان

کتنی بار کہا ہے کہ بڑبڑانے کی عادت چھوڑ دو جو بات سامنے کہنے کی ہمت نہیں ہوتی یوں بڑبڑانے کا فائدہ

وہ بڑبڑا رہی تھی جب وہ اسکے پیچھے کھڑا مزے سے بولا۔

ہمت کی بات مت کرو شہریار مشتاق وہ ام ہانی میں بہت ہے۔

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

اور رہی بات فائدے کی وہ تم سے بات کر کے مجھے کبھی ہوا نہیں۔

وہ کہتے ہوئے اگے بڑھ گئی۔۔۔۔۔۔

وہ بھی اسے ایک نظر دیکھ کر ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھ گیا۔

یہ کیا ہے۔۔۔

شہریار نے پراٹھوں کا مکمل جائزہ لیتے ہوئے کہا۔۔

انڈونیشیا کا نقشہ ہے۔

نظر نہیں آرہا پراٹھے ہیں۔

ام ہانی اسے گھورتے ہوئے بولی۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنسا

یہ کچھ بھی ہو سکتا انڈونیشیا ملائشیا افریقہ کسی بھی ملک کا نقشہ ہو سکتا ہے پر یہ پر آٹھا نہیں ہو سکتا خدارا انھیں یوں نہ بدنام کیا جائے۔

وہ ہنستے ہوئے بولا۔

ہانی جل کے رہ گئی مگر بولی کچھ نہیں۔

یہ مجھے بنگلہ دیش کا لگ رہا ہے۔

شہریار نے دوسرے پراٹھے کو بغور دیکھا۔

یہ سری لنکا کا۔۔

اسنے دوسرا پراٹھا ہوا میں لہرایا۔

یہ پاکستان کا۔۔

وہ تیسرا پراٹھا ہاتھ میں لیتے ہوئے ہنسا۔

ہانی صرف صبر سے اسے اور اسکی حرکتوں کو دیکھ رہی تھی۔

انڈیا کا نقشہ نظر نہیں آرہا

اور پھر باری باری سارے ادھ جلے کچے پکے پراٹھوں کو دیکھتے ہوئے شہریار نے سوال کیا۔

ہاں وہ ڈیڑھ ارب کی آبادی ایک پراٹھے اور پھر توے پہ سما نہیں سکتی نہ۔

طوبیٰ شرارت سے بولی۔۔۔

ویسے یہ سارے ایشیا کے نوشے ہیں

یو اے ایی اور یو ایس اے سے کوئی خاص پرابلم ہے۔۔

وہ ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔

اڑالو میرا مذاق کوئی بات نہیں تم دونوں کو تو یہ بھی بنانے نہیں آتے۔۔۔

ہانی نے طوبی اور شہریایار کو باری باری گھورتے ہوئے کہا

بھیئ ہم تو سچ بیان کر رہے ہیں اب کسی میں سچ سننے کا حوصلہ نہیں ہے تو۔۔

شہریار نے شرارت سے بھرپور نظروں سے اسے دیکھا۔

ہاں دیکھ لو گی جب تمہاری بیگم آکر پراٹھے بنائے گی۔

اسے تو یہ نقشے بنانے بھی نہیں آتے ہوں گے۔

وہ جل کے بولی۔

طوبی اسکا اشارہ بخوبی سمجھ گئی تھی اس لیے خاموش رہی کہیں یہ نہ ہو کہ جذبات میں کوئی الٹی سیدھی بات شہریار کے سامنے کہہ دے اور پھر۔۔۔

بھئی میری بیوی کی تو بات ہی مت کرو اسکے جیسا دوسرا کوئی نہیں ہے اس روئے زمین پر۔۔

وہ ایک خوبصورت مسکان چہرے پہ سجائے تصورات کی دنیا میں کھو گیا۔

ہانی کو اس وقت اس چڑیل کے لیے شہریار کے چہرے پہ آئی مسکراہٹ زہر لگی تھی۔

ویسے تو ہنستا نہیں اس چڑیل کے لیے دانت باہر گرنے کو بے تاب ہیں۔۔۔ سڑو

ہانی نے دانت پیستے ہوئے سوچا۔۔

اس بار اس نے بڑبڑانے سے گریز کیا تھا۔

دوسری طرف طوبی کو اب پکا یقین ہو گیا تھا کہ وہ تصویر جھوٹ نہیں تھی دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔۔۔۔

طوبی کا دل دکھ سے بھر گیا

ویسے اب یہ پراٹھے کھانا چونکہ میری مجبوری ہے اس لیے پلیز طوبی چائے تم بنانا میرا چائے کا موڈ ہے قہوے کا نہیں۔۔

وہ کن اکھیوں سے ہانی کو دیکھتے ہوئے اٹھا۔۔

چائے کا موڈ ہے قہوے کا نہیں ابھی مزہ چکھاتی ہوں۔۔۔

ہانی نے اپنے کمرے کی جانب بڑھتے شہریار کو دیکھتے ہوئے

دل ہی دل میں ترکیب سوچ کر خود کو کول ڈاون کیا۔۔۔

طوبی لاو یہ چائے میں دے آتی ہوں شہریار کو۔۔۔

ہانی نے کچن سے نکلتی طوبی کے ہاتھ سے ٹرے پکڑا۔۔۔

طوبی نے اس کا یا پلٹ کو حیرانی سے دیکھا۔

ایسے کیا دیکھ رہی ہو برتن سمیٹ دو۔

ہانی اسے کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔۔۔

راستے میں اس نے ہاتھ میں پکڑی نمک کی پڑیاں اس میں الٹ دی تھی۔

وہ جو شرارت کرتی کھلے عام کرتی تھی۔۔

یار کم آن تم بات کو سمجھو۔۔۔

اپنے گھر والوں کو منانے کی کوشش کرو۔

ڈونٹ وری وہ مان جائیں گے۔۔۔

ایک تو ان دونوں کو بس فرصت نہیں ہے۔۔۔

ہانی چائے کی ٹرے لے کر باہر کھڑی ان کی باتوں سے فیض یاب ہو رہی تھی۔۔۔

میرے گھر کی طرف سے کوئی مسئلہ نہیں ہے جب بولوں گا تب ہاں کر دیں گے۔

شہریار بات کرتے ہوئے ہنسا۔۔۔

ہانی کو اس کی ہنسی زہر لگی۔

دروازہ بند تھا پر شہریار کی آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ با آسانی سنی جا سکتی۔۔۔

یعنی بات یہاں تک پہنچ گئی ہے۔۔۔

ہانی نے سوچتے ہوئے دروازے پہ دستک دی۔۔

دروازہ فورا کھل گیا تھا۔۔۔

یہ آپکی چائے۔۔۔

وہ اسے چائے پکڑا کر واپس مڑ گئی تھی

ہانی نے چائے کا ٹرے سامنے کرتے ہوئے جن نظروں سے اسے دیکھا تھا شہریار کو چونکانے کے لیے کافی تھی۔۔

اسے کیا ہوا وہ سوچتا ہوا اندر چلا گیا۔۔۔

تھو توبہ ہے۔۔۔

چائے کا پہلا سپ لیتے ہی وہ اٹھ کے واش روم کی طرف بھاگا۔۔

ایک تو یہ لڑکی باز نہیں آئے گی اپنی حرکتوں سے۔۔

وہ سوچتا ہوا باہر نکلا۔۔۔

اس چائے کے شیدائی کو اس پاگل لڑکی کی وجہ سے بنا چائے کے روزہ رکھنا پڑ گیا تھا

مگر وہ ہانی کی نظروں کو بھول نہیں پا رہا تھا۔۔

وہ اسی کے بارے میں سوچتا ہوا نیند سے بند ہوتی اپنی آنکھوں کو زبردستی کھولتے ہوئے مسجد روانا ہو گیا۔

سچ کہتے ہیں عشق اندھا ہے۔

دل آیا گدھی پر پری کیا چیز ہے۔۔

توبہ ہے شہریار تمہاری چوائس۔۔۔

وہ ایسی ہی باتیں سوچتی ہوئے اپنے کمری کی جسنب بڑھ گئی۔۔

طوبی عید کی شاپنگ چھوڑو منگنی کی تیاری کرو۔۔۔

ہانی اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔۔۔

کس کی منگنی بھئی۔۔۔

طوبی نے حیرت سے اسے دیکھا

تمہارے اس بھائی کی بات گھر والوں کو منانے تک آ گئی ہے۔۔

ہانی ڈرامائی انداز میں کہتی بیڈ پہ بیٹھ گئی۔۔۔۔

یار بس کیا کر سکتے ہیں بھائی کی چوائس ہے انکار تو نہیں کر سکتے نہ۔۔

طوبی دکھے دل سے کہتی اس کے برابر بیٹھی۔۔۔

ویسے شہریار کی چوائس پہ میں صرف افسوس کر سکتی ہوں۔

ٹائی لینے جائے تو پچاس ریجیکٹ کر کے ایک سلیکٹ کرتا اب کیا ہو گیا۔۔

اتنا بڑا فیصلہ کر لیا اس لڑکی کے ساتھ زندگی تو دور یہ ایک دن نہیں گزار پائے گا۔

وہ منہ کر بولی۔

یار اب میں کیا کرو

طوبی پریشانی سے بولی۔

کچھ مت کرو منگنی کی تیاریاں کرو بس جب وہ چڑیل آجائے اسے بھگتنا بیٹھ کے۔۔۔

ہانی غصے سے اسے کہتے ہوئے لیٹ گئی۔۔

ہائے ہانی پلیز کچھ کرو نہ۔۔

طوبی نے اسے لجاجت سے کہا۔۔

میں کیا کروں اس لڑکی کے حصے کی میں تمہارے بھائی سے شادی کرنے سے تو رہی۔۔

ہانی نے شان بے نیازی سے کہا۔۔۔

واہ یار ہانی تم نے تو مسلہ ہی حل کر دیا یار۔۔۔

طوبی چہکی۔۔۔

کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا۔

ہانی اچھل پڑی۔۔

یار اس چڑیل سے تو بہت بہتر ہو تم پلیز میری بھائی کی زندگی تباہ ہونے سے بچالو۔

طوبی نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر فرت جذبات میں اسے گلے لگالیا۔۔

اپنے ازلی دشمن کی زندگی بچانے کے لیے میں اپنی زندگی کی خوشیاں داو پہ نہیں لگا سکتی۔۔

ہانی نے اسے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔۔۔

یار پلیز۔۔۔وہ لڑکی مجھے ایک آنکھ نہیں بھائی میرے ہیرے جیسے بھائی کو پھنسالیا۔۔

طوبی روہنا سے لہجے میں بولی۔۔

رہنے دو اپنے ہیرے جیسے بھائی کو عقل پہ پتھر پڑ چکے ہیں اسکی۔۔۔۔

ام ہانی نے نخوت سے کہا

یار بس کچھ کرتے ہیں

ہانی مزے سے کہتی نماز کے کیے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

طوبی بھی اس کے پیچھے ہولی۔

☆☆☆ ▪ ☆☆☆ ▪ ☆☆☆ ▪ ☆☆☆ ▪ ☆☆☆ ▪ ☆☆☆

یار آج تم نے واک پہ جانے کا نام نہیں لیا لگتا ہے کل والی ڈانٹ اثر کر گئی ہے۔۔

طوبی نے اسے دیکھتے ہوئے شوخی سے کہا۔۔۔

ہاں ہاں بلکل بہت زیادہ اثر ہوا ہے مجھ پر۔۔

ہانی نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر مسکرا کر میگزین میں گم ہو گئی۔۔

یار یہ جوڑا دیکھو کتنا خوبصورت ہے پر ہائے میری قسمت کون لے کر دے گا۔

ہانی نے میگزین طوبی کے سامنے کرتے ہوئے دہائی دی۔

ہو سکتا ہے کوئی اللہ کا بندے لے دے تم حوصلہ رکھو۔

طوبی نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر ایک نظر جوڑا دیکھتے ہوئے اسے تسلی دی۔

سنا ہے تم فزکس میں فیل ہو گئی تھیں۔۔۔

وہ افطاری کے بعد بیٹھی اپنی ہی باتوں میں لگی تھیں۔

جب شہریار ان کے پاس جا کر بولا۔۔

اللہ معاف کرے یہ کس نے کہا

ام ہانی اس کی بات سن کر اچھل ہی پڑی۔

سچ کہا چھپ سکتا ہے۔

وہ مسکرا کر کہتے ہوئے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔

جی نہیں فیل نہیں ہوئی تھی بس نمبر کچھ کم تھے۔

وہ منہ بنا کر بولی

ویسے یہ کس نے کہا آپ سے کہ میں فیل ہوئی تھی۔

ہانی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

ماموں جان کی کال آئی تھی کہ میں کچھ وقت نکال کر تمہیں پڑھا دیا کروں۔

وہ فیل والی بات گول کر گیا تھا

میں اور آپ کے پاس نیور ہانی اس کی اگلی بات سے اتنی حیران ہوئی کہ پچھلی بات بھول گئی۔۔

کیوں مجھ سے پڑھنے میں کیا پرابلم ہے تمہیں۔

وہ برہم ہوا

بابا کو دبئی میں بیٹھ کر بھی میری فزکس کی فکر پڑی ہے۔

اس نے دل میں سوچا

اور سر جھکائے خاموش رہی۔

دس بج کر پندرہ منٹ پہ میں تمہارا انتظار کروں گا۔۔۔

نہ ایک منٹ اوپر نہ نیچے۔۔

شہریار نے اپنی ٹائمنگ بتائی وہ وقت کا بہت پابند تھا۔

اوکے۔۔

وہ کہتے ہوئے میگزین ٹیبل پہ پٹختے ہوئے اندر چلی گئی۔

طوبیٰ ٹی وی پر کوئی ڈرامہ دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔۔

شہریار نے پاس پڑا میگزین اٹھایا اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

▪☆☆☆☆ ▪ ☆☆☆☆ ▪ ☆☆☆☆ ▪ ☆☆☆☆ ▪

یار جلدی اٹھو نماز پڑھو

شہریار کے لاونج سے اٹھ کر جاتے ہی وہ طوبی کے سر پہ مسلط ہو گئی تھی۔

کیوں یار ابھی بہت ٹائم ہے بعد میں پڑھوں گی۔

طوبی کسلمندی سے کہتی صوفے پر نیم دراز ہوئی۔

ابھی اٹھو جلدی ٹائم کم ہے۔

ہانی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا

اور اسے نماز پڑھوا کر دم لیا۔۔

ہانی ہوا کیا ہے خدا کے لیے بتاو تو سہی۔

طوبی کو کچھ گڑبڑ لگ رہی تھی۔

یار تم چلو بتاتی ہوں۔

اس سے پہلے کہ طوبی کچھ سمجھتی وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر گیٹ سے باہر تھی۔

یار ہانی ہم اس وقت تو باہر نہیں جاتے دس بج رہے ہیں آج کیا ہوا ہے۔

شیری بھائی گھر پہ ہیں یار۔

طوبی پریشانی سے بولی۔

اسی لیے تو ہم۔ جا رہے ہیں کہ دس بج رہے ہیں ہانی نے فاتحانہ مسکراہٹ طوبی کی طرف اچھالی۔

کیا مطلب طوبی نے نا سمجھی کے عالم میں اسکی طرف دیکھا۔

سڑک بلکل سنسان تھی۔

یار کتنا سکون اور آزادی ہے ناں

ہانی نے خوشی سے بھرپور آواز میں کہا۔۔۔

وہ بات بدل گئی تھی۔

ہانی سہی بتاو کیا چکر ہے۔

طوبی چلتے ہوئے رک گئی تھی۔

اور اب شدید غصے کی کیفیت میں تھی۔۔۔

یار کوئی چکر نہیں ہے تم بہت بور نگ ہو ایڈونچر کا تو تمہیں پتہ ہی نہیں ہے۔۔

ہانی نے برا سا منہ بنایا۔۔

یار تمہارے ایڈونچرز تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی مروائیں گے۔

طوبی نے اسے گھورا

یار اسی میں زندگی کا مزہ ہے۔

ام ہانی شرارت سے ایک آنکھ دبا کر بولی۔

انھیں اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔

انھوں نے بیک وقت گردن موڑ کر دیکھا تھا۔

آخر پانچ دن کے سسپنس کے بعد اس شخص کی صورت نظر آگئی تھی جو انکا پیچھا کر رہا تھا۔

طوبی کو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا۔

ہانی جلدی چلو۔۔

طوبی نے ہانی کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے کہا۔

یہ ہے کون ویسے

ہانی نے اس پر نظریں ہٹا کر طوبی کو دیکھا۔۔

جلدی چلو بتاتی ہوں۔

طوبی اسکا ہاتھ یوں ہی تھامے تیز تیز چلنے لگی۔

یار ایسے ڈر کے کیوں بھاگ رہی ہو ہیں کون یہ موصوف۔

ہانی نے اپنی رفتار آہستہ کرتے ہوئے طوبی کو دیکھا۔۔۔

یہ ایک نمبر کا لوفر لفنگا ہے۔

پورا محلہ پناہ مانگتا ہے اس سے

چوری ڈاکہ مر رڈر اور ریپ تک میں ملوث ہے جیل سے پتہ نہیں کب رہا ہوا۔۔۔۔

طوبیٰ خوف کہ زیر اثر بولی۔۔۔

اچھا نام کیا ہے اسکا ہانی نے ایک بار پھر پیچھے مڑ کر دیکھا۔

وہ اسے دیکھ کر مسکرایا

سنی نام ہے ثنا اللہ رئیل نیم ہے

یار بار بار اسے مت دیکھو۔

طوبیٰ نے ایک بار پھر اسکا ہاتھ زور سے دبایا۔۔۔

یار نام دیکھو اور کام دیکھو۔۔

ہانی نے ہنستے ہوئے کہا۔

یار تمہیں اتنا سب سن کے بھی ڈر نہیں لگ رہا اس سے طوبیٰ نے حیرت سے ام ہانی کو دیکھا۔

میں نے بہت دیکھے ہیں اس جیسے چھچھورے تم فکر مت کرو ام ہانی تمارے ساتھ ہے۔

ان جیسوں کو ٹھیک کرنا آتا ہے مجھے

وہ ایک آنکھ دبا کر بولی۔۔

یار یہیں سے واپس چلتے ہیں۔۔

طوبیٰ نے رکتے ہوئے کہا۔۔

کم آن ان جیسے لوگوں کے لیے میں اپنے پلانز خراب نہیں کر سکتی تم فکر مت کرو کچھ نہیں ہو گا۔۔

وہ طوبی کو تسلی دیتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔۔

یار بھائی تمہارا ویٹ کر رہے ہوں گے تم یہاں آ گئی چلو گھر چلتے ہیں۔

طوبی کہتے ہوئے اسکے پیچھے لپکی۔

تمہیں پتہ ہے مجھے فزکس سے کیوں نفرت ہے۔

ہانی چلتے ہوئے رکی اور پھر مڑ کر طوبی کو دیکھا۔۔

مقصد اس شخص کو یہ فیل کروانا تھا کہ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا

طوبہ نے نفی میں سر ہلایا۔۔

کیوں کے یہ شہریار مشتاق کا سبجیکٹ ہے۔

جب سے مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ فزکس ڈپارٹمنٹ کا ہیڈ بنا ہے اس دن سے میں فزکس میں انٹرسٹ لینا چھوڑ دیا ہے۔

جب میں اس کی وجہ سے کسی کے پاس نہیں پڑھ پائی اس سے کیسے پڑھ لوں۔

وہ شان بے نیازی سے کہتی آگے بڑھ گئی۔

یار یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔۔

طوبی بھی اس کے برابر چلنے لگی۔

پتہ نہیں طوبی جو چیز اس کو پسند ہوتی ہے مجھے خوامخواہ اس سے چڑ ہونے لگتی ہے۔

ہانی نے عجیب پریشانی سے کہا۔

ہانی یہ بس تمہارے دماغ کا فتور ہے اور کچھ نہیں۔

کوئی اور بہن ہوتی ناں اب تک اپنے بھائی کی اتنی برائیاں سننے کے بعد تم سے قطع تعلق کر چکی ہوتی

طوبی نے منہ بنا کر کہا۔

ہانی کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔۔۔

چلو کوئی نہیں تم بھی اپنی خواہش پوری کر کے دیکھ لو۔

ہانی نے اسی طرح سے ہنستے ہوئے کہا۔۔

طوبی نے پیچھے مڑ کے دیکھا تھا اور پھر پتھر کی ہو گئی تھی۔۔

اگر تمہارا بھائی تعریف ڈیزرو کرتا تو میں کیوں اسکی برائی کرتی۔۔

ہانی طوبی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے رکنے کے لیے کہا تھا۔۔

مجھے تو ترس آتا ہے ان معصوم بچوں پر جن کا یہ ٹیچر ہے۔۔۔

پر وہ کہاں چپ ہونے والی تھی۔

ہنستے ہوئے بولی۔

فلحال تو مجھے تم پہ ترس آرہا ہے۔۔

طوبی نے آہستگی سے اسکے قریب ہو کر کہا تھا۔۔

کیوں مجھ پہ کیوں ترس آرہا تمہیں اپنے بھائی پہ ترس آنا چاہیے جس کا مجھ جیسی سٹوڈینٹ سے پالا پڑ گیا ہے۔۔

بڑا آیا مجھے پڑھانے والا۔

تم دیکھنا میں

وہ کہتے ہوئے پیچھے مڑی تھی۔۔

اور زبان دانتوں تلے دبالی تھی۔۔

ام ہانی کو ہوا میں تیر چھوڑے کی عادت تھی تیر سہی نشانے پہ جالگا تھا۔۔۔

شہریار ان کے سامنے سینے پہ بازو باندھے ماتھے پہ بل ڈالے کھڑا تھا۔۔۔

کیا تم وہ دو قدم ان کے قریب ہوا۔

ہانی اس آفاد کے لیے کہاں تیار تھی۔۔

میں کتنے اچھے سے پڑھتی ہوں

ہانی نے فورا بات سنبھالی

فلحال تم دونوں پہ مجھے ترس آرہا ہے۔۔

شہریار نے سرد لہجے میں کہتے ہوئے اپنے سے کچھ فاصلے پہ کھڑے سنی کو دیکھا۔۔۔

اور انھیں چلنے کا شارہ کرتے آگے بڑھ گیا۔

ہانی جب دس بج کر بیس منٹ پر بھی نہیں آئی تو وہ اسے بلانے کے لیے باہر آیا تھا۔

وہ دونوں اپنے کمرے میں نہیں تھیں۔

شہریار کو اپنی کل والی وارننگ یاد آئی تھی۔۔

ہر بار یہ لڑکی وہ کرتی ہے جس سے میں منع کرتا ہوں۔

وہ شدید غصے کی کیفیت میں انکے پیچھے چلا گیا تھا۔۔

وہ ثنا اللہ کو انکا پیچھا کرتے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔۔

اگر وہ انھیں روز تنگ کرتا تھا تو طوبی اب تک اسے بتا چکی ہوتی۔۔

پر وہ اتنا اچھا نہیں تھا شہریار اسے یوں ہی نظر انداز کر دیتا۔۔۔ضرور ہانی نے بتانے سے منع کیا ہو گا۔

اسکا غصہ اور بڑھ گیا تھا۔

یہ لڑکی میری ضد میں کچھ بھی کر سکتی ہے۔

شہریار نے ایسی ہی کئی باتیں سوچتے ہوئے گھر تک کا فاصلہ طے کیا تھا۔

وہ دروازہ ایک دھماکے سے کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔

وہ دونوں بھی سر جھکائے اسکے پیچھے تھیں۔

طوبی کافی ڈری ہوئی تھی جبکہ

ام ہانی اتنا نہیں ڈر رہی تھی اسے شہریار کو ہینڈل کرنا آتا تھا۔

سلمہ بیگم اور مشتاق صاحب اپنے کمرے میں تھے۔

شہریار نے ان دونوں کو لاونج میں ہی روک لیا تھا۔

طوبی تم جاو تم سے میں بعد میں بات کروں گا۔۔

وہ جانتا تھا کہ طوبی اسکے خلاف نہیں جاسکتی یہ سب ہانی کا کیا دھرا ہے۔

طوبی سر اثبات میں ہلاتی کمرے میں چلی گئی تھی۔

ہانی نے کمرے کی طرف جاتی طوبی کو حیرت سے دیکھا۔

وہ مانتی تھی سب اس کا کیا دھرا پر اس دوران وہ اس کے ساتھ تو کھڑی رہ سکتی تھی۔۔

تمہیں لگتا ہے کہ سارا قصور میرا ہے اس لیے تم نے اپنی بہن کو کمرے میں بھیج دیا۔

ہانی نے شہریار کو دیکھتے ہوئے غصے سے کہا تھا۔

ظاہر ہے جب میں نے تم سے کہا تھا کہ تم دس بجے کہ بعد گھر سے باہر نہیں جاو گئی تو۔

میرے خلاف جانے کی جرئت تو تم ہی کر سکتی ہو

پکڑے جانے پر تفتیش بھی تم سے ہی کروں گا نہ۔

وہ ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

تم۔ مجھ پہ اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکتے ام ہانی کا جو دل کرتا ہے وہ وہی کرنے کی عادی ہے۔۔

ہانی نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔۔

مجھے لوگوں کو اپنی مرضی کا پابند کرنا آتا ہے۔۔

وہ بھی اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مضبوطی سے بولا۔۔

وہ اور لوگ ہوتے ہوں گے ان میں ام ہانی شامل نہیں ہے۔

وہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھی۔

وہ لڑکا کون تھا۔۔۔

شہریار نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روکا۔

کون لڑکا ہانی نے مڑتے ہوئے سوالیہ نظروں سے شہریار کو دیکھا۔

سنی اس وقت اس کے ذہن میں نہیں تھا۔

وہ جو تمہارا پیچھا کر رہا تھا۔

یا شاید تمہارے پیچھے روز آتا ہے۔

اسی لیے تمہارا دل گھر میں نہیں لگتا

شہریار نے حیرت کے بعد اسکی آنکھوں میں شناسائی ڈھونڈھنے کی کوشش کی تھی۔

ہانی کو وہ لڑکا یاد آیا تھا۔

شہریار کی باتوں نے اسکے تن بدن میں آگ لگا دی تھی

میرا بوائے فرینڈ ہے تمہیں کیا مسئلہ ہے۔

ام ہانی جل کر بولی۔

آپنے بوائے فرینڈ سے کہنا دوبارہ مجھے اس گلی میں بھی نظر آیا تو اپنی ٹانگوں پر گھر نہیں جائے گا۔

اور تم پانچ منٹ میں اپنی بکس لے کر میرے روم میں آو طوبی سے کہو ایک کپ چائے بنا کے دے مجھے۔۔۔

وہ اسے آڈر دیتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

ام ہانی کا دل چاہ رہا تھا کہ پاس پڑا گلدان اٹھا کر اس کے سر پہ دے مارے۔۔۔۔

وہ اسکی پشت کو گھورتے ہوئے پیر پٹختے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔

دو پوائنٹس ہو گئے ہیں اب یہ بندہ میرے ہاتھوں نہیں بچتا۔

ام ہانی غصے سے کہتی اندر داخل۔ ہوئی۔

: کیا بول رہی ہو لگتا ہے ٹھیک ٹھاک والی کلاس لگی ہے تمہاری اور لو پنگے۔۔

طوبی کی ہنسی نے جلتے پہ تیل کا کام کیا تھا۔

میں نے اس کے لیے تین پوئنٹس رکھے تھے۔

وہ بیڈ پہ طوبی کے قریب بیٹھی

یعنی تین مواقع۔۔۔۔

ہسنی نے طوبی کو دیکھا

دو یہ ضائع کر چکا ہے اب میں تیسرے کے انتظار میں ہوں۔۔

وہ ہاتھ آئے پھر اسکو سہی والا مزہ چکھاوں گی۔۔

وہ شدید غصے میں تھی۔۔

یار بتاو کیا ہوا ہے۔۔

طوبی نے اپنی ہنسی کو بریک لگایا

اسے لگتا ہے کہ اس سنی ٹنی کو میں نے اپنے پیچھے لگا رکھا ہے

تمہیں تو وہاں سے ایسے بھیجا جیسے اسکا ہمارا پیچھا کرنے میں سارا قصور میرا ہے۔۔

وہ جل کے بولی۔

اچھا پھر کیا کہا تم نے طوبی اس کے قریب ہوئی۔۔

میں نے بھی کہہ دیا بوائے فرینڈ ہے میرا جو کرنا ہے کر لو۔۔

وہ غصے سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

یہ کیا کیا پاگل لڑکی۔۔

طوبی نے اپنا سر ہاتھوں میں گرایا۔

ماتم بعد میں کرنا اپنے اسے جلاد صفت بھائی کو چائے دے کے آوورنہ پھر سر پر مسلط ہو جائے گا آکر۔۔

مجھے کہتا چسیئے میں زہر دے کہ آتی

ہانی دانت پیستے ہوئے طوبی سے کہتی بک ریک کی طرف بڑھی۔۔

یار مجھے تو ڈر لگ رہا ہے سب میری شامت آئے گی۔

نے ڈرتے ہوئے کہا۔

مجھے کیا تمہارا بھائی ہے بھگتو۔

وہ بے پرواہی سے کہتی اپنے نوٹس اور بکس لے کر زروازے کی جانب بڑھی۔

تم۔ کہاں جا رہی ہو۔۔

طوبی نے اسے حیرت سے دیکھا

ڈیٹ پہ

نظر نہیں آ رہا تمہارے اس کھڑوس بھائی کے پاس جا رہی ہوں۔

ہانی غصے سے بکس اسکے سامنے کرتے ہوئے بولی اور آگے بڑھ گئی۔

طوبی بھی چائے بنانے کے لیے اٹھ گئی۔

ام ہانی جب اسکے کمرے میں داخل ہوئی وہ سٹڈی ٹیبل پہ بیٹھا کچھ نوٹس بنا رہا تھا۔

ہانی نے دروازہ زور دار آواز سے بند کیا۔

وہ یوں ہی اپنے کام میں کھویا رہا جیسے کچھ سنا ہی نہیں۔

ام ہانی نے بیڈ کے قریب رکھی چیئر پہ بیٹھتے ہوئے بکس کو زور داور آواز کے ساتھ سائیڈ ٹیبل پہ پٹخا۔۔

اور شہریار کی پشت کو گھورا۔۔

اس اٹھاخ پٹاخ سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہونے والا تمہیں۔

شہریار نے اپنا پین فائل پہ رکھا اور مکمل اسکی طرف گھوما۔۔

وہ ابھی تک اسے ہی گھور رہی تھی۔

مجھے گھورنے کی بجائے اگر تم اپنی پڑھائی پہ توجہ دو تو زیادہ بہتر ہے۔

وہ ہانی کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔۔

ہانی نے بکس اٹھا کر اپنے گود میں رکھیں اور اور ان کی ورک گردانی کرنے لگی۔

یہ میگزین نہیں ہے۔ اگر آپ اس کا کوئی چیپٹر نکال کر پڑھنے کی زحمت کر لیں تو زیادہ بہتر ہے۔

ہانی نے گھور کر اسے دیکھا اور پھر ایک چیپٹر کھول کے اسکے پوئنٹس نوٹ کرنے لگی۔۔

اور شہریار واپس اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا

جب طوبیٰ چائے لے کر کمرے میں آئی۔۔

بھائی آپکی چائے۔۔

وہ ٹرے اس کے سامنے کرتے ہوئے بولی۔

یہاں مت رکھو بہت امپورٹنٹ نوٹس ہیں تم وہاں رکھو۔

شہریار نے ٹرے پیچھے کرتے ہوئے کمرے میں رکھے سنٹرل ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔۔

طوبیٰ ٹرے رکھ کے جانے کے لیے مڑی۔

طوبیٰ بات سنو۔

شہریار نے اسے جاتے ہوئے رکا۔۔

وہ دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھے رکھے واپس گھوم گئی۔

وہ لڑکا روز تم لوگوں کا پیچھا کرتا ہے کیا۔

شہریار پین ہونٹوں میں دبائے اب طوبیٰ کو دیکھ رہا تھا۔

طوبی نے ایک نظر ہانی پہ ڈالی اور پھر شہریار کو دیکھا۔

طوبی گھبراومت شہریار نے اپنے کام میں مصروف ہانی کو ایک نظر دیکھا۔

وہ یوں شوکر رہی تھی جیسے وہ انکی باتین سن ہی نہیں رہی۔

کب سے پیچھا کر رہا وہ لڑکا تم دونوں کا۔

شہریار نے طوبی سے پوچھا نظریں اب بھی ہانی پر تھیں۔

بھائی آج پہلی بار دیکھا ہم نے اسے طوبی نے گھبراہٹ میں پچھلے دونوں ہونے والے اپنے شک کو چھپالیا تھا۔

ہانی نے بامشکل اپنی مسکراہٹ کنٹرول کی۔

سچ کہہ رہی ہو۔

شہریار نے ہانی کی چمکتی آنکھوں سے نظریں ہٹا کر طوبی کو دیکھا۔۔

شک تو اسے پہلے ہی تھا پر وہ خاموش ہو گیا

بلکل سچ کہہ رہی ہوں آج پہلی بار ہم نے اسے دیکھا۔

طوبی نے پھر سے اپنی بات دہرائی پر اس بار خود کو نارمل رکھا۔

اچھا ٹھیک ہے جاو۔

شہریار نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اسے جانے کا کہا۔

طوبی جان بچی سولا کھوں پائے کے حساب سے باہر بھاگ گئی۔۔۔

چائے دو مجھے شہریار نے واپس ٹیبل کی طرف گھومتے ہوئے ہانی سے کہا۔۔

وہ منہ بناتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور اسے چائے کی ٹرے پیش کی۔۔

شہریار نے ہاتھ بڑھا کر اس سے کپ پکڑنا چاہا۔

اور یہیں اس نے غلطی کی تھی۔

ام ہانی نے چائے کا ٹرے اس کے سامنے کیا اور ٹرے سے کپ پھسل کر فائل کے اوپر جا گرا

۔۔

اور چائے ٹیبل سے ہوتی ہوئی شہریار کے کپڑوں کو داغدار کر گئی تھی۔۔

ام ہانی نے اپنا ہاتھ اپنے منہ رکھا۔۔

تم سے بھلائی کی امید رکھنا صرف بے وقوفی ہو سکتی ہے۔

شہریار غصے سے دھاڑا

میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

ام ہانی نے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی۔

تم اور تمہارے ارادے سب سمجھتا ہوں میں۔

وہ ہنوز غصے میں تھا۔

آئی ایم سوری میں سچ کہہ رہی ہوں میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔

ام ہانی ہر صورت اسے یقین دلانا چاہتی تھی کہ اس بار اس سب میں اسکی کوئی شرارت نہیں تھی۔

صبح سے اس فائل کو ریڈی کرنے میں لگا ہوں اور تم نے سیکنڈز میں اسکا کام تمام کر دیا۔

کپڑے خراب کئے سو الگ

کیسے یقین کر لوں ام ہانی میں تمہارا کہ میرے نقصان پہ تم ہی خوش ہو سکتی ہو اور یہ سب جان بوجھ کر کیا ہے تم نے۔۔

وہ سرد لہجے میں کہتا اس کے قریب ہوا۔

تم مت کرو میرا یقین مگر یہ ہی سچ ہے۔

اس بار ام ہانی کا لہجہ بھی تھوڑا سخت ہوا۔

ویسے ہی یقین کر لوں نہ جیسے پرسوں چائے میں نمک خود بخود ایڈ ہو گیا تھا۔

شہریار تمسخر سے ہنسا۔

وہ میں نے شرارت

وہی تو اب بھی تو تم نے شرارت ہی کی ہے۔

ہر نقصان تمہارے لیے ایک فنٹسی ہوتا ہے اور ہر غلط کام شرارت۔

وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول پڑا تھا۔

ام ہانی کسی بھی غلطی پہ جو اس نے کی ہو جھوٹ سے کام نہیں لیتی پر اس وقت یہ ہی سچ ہے کہ میں نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا اگر یقین کرنا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ۔۔

وہ بھی غصے سے کہتی باہر جانے کے لیے بڑھی۔

شہریار نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر روکا۔۔

ہانی نے پیچھے مڑتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

اب یہ سب جو برباد کیا ہے اسے ٹھیک بھی تم کرو گئی۔

وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

کیا مطلب ہانی نے اپنا ہاتھ اسکی گرفت سے آزاد کروایا۔

یعنی اب یہ سب تم مجھے لکھ کر دو گی اور میں صرف یہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں لکھوا دوں۔

وہ کہتا ہوا کپڑے بدلنے چل دیا۔۔۔

جلاد کہیں کا آج غلطی نہیں ہے پھر بھی سزا اللہ حساب لے گا تم سے اور کرو مجھ غریب پہ ظلم۔۔

ہانی حسب عادت بڑبڑاتے ہوئے کرسی پہ بیٹھ گئی۔

وہ چینج کر کے آیا اور اور بیڈ پہ بیٹھ کر سارے کاغذ پھیلا لیے۔۔۔

اور پھر وہ اسے سارے پوئنٹ نوٹ کرواتا رہا تھا۔۔۔

وہ اس قدر تیز رفتاری سے لکھوا رہا تھا کہ تقریبا آدھا کام مکمل کرواچکا تھا۔۔

اور ادھر اسکی سپیڈ کو فالو کرتے ہوئے ہانی ہانپ گئی تھی۔۔

اور پھر کچھ ہی دیر بعد شہریار کے نمبر پہ کال آگئی تھی۔

وہ دھیرے سے مسکرایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

اسکی مسکراہٹ نے ام ہانی کے تن بدن میں آگ لگادی تھی۔

میرے آنے تک یہ کام مکمل ہونا چاہیے بیٹھ مت جانا۔

وہ اسے حکم صادر کرتا آگے بڑھ گیا۔

ام ہانی نے گھور کر اسے سٹڈی کی طرف جاتے دیکھا تھا۔۔

بڑا آیا مجھے آڈر لگانے والا نہیں لکھتی۔۔

ام ہانی نے ہاتھ میں پکڑے نوٹس بیڈ پہ پٹخ دیئے تھے۔۔

اسکی کمر بیٹھ بیٹھ کر تختہ ہو گئی تھی۔

پاگل آدمی ہر بار میرے ساتھ الٹے الٹے پنگے لیتا ہے۔۔

اور جب میں چھوٹی سی شرارت کرلوں۔

حساب لینے بیٹھ جاتا ہے۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور بولتے ہوئے ادھر ادھر چکر لگانے لگی۔

اور پھر تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر سٹڈی کے دروازے تک پہنچ گئی۔

اسی چڑیل کا فون ہو گا۔

اور کان لگا کر باتیں سننے لگی۔

یار تم سے کہہ رہا ہوں کہ شادی کی بات مت کروا بھی۔۔

ایک تو وہ پہلے ہی نہیں مان رہے اس رشتے کے لیے میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں تمہاری وجہ سے بس فلحال منگنی کی بات کرو تم۔

سٹڈی کا دروازہ بند تھا

وہ ریلکس سا بیٹھا بات کر رہا تھا۔۔

کم آن میری فکر مت کرو میں ہمشہ تمہارے ساتھ ہوں کوئی بھی مسئلہ ہو بے شک تمہارے گھر والے ناں مانیں۔

تم مرنے کی باتیں مت کرو۔

وہ تڑپ اٹھا۔

ام ہانی کا دل چاہا دونوں کو شوٹ کر دے

کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

اور تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔

وہ اب پریشان سا محسوس ہو رہا تھا۔

اسکی باتوں سے ایسا ہی فیل ہو رہا تھا کہ اب وہ واپس نہیں آنے کا۔

اس سے زیادہ ام ہانی سے سنا نہیں گیا۔۔

پتہ نہیں یہ سب اسے کیوں برا لگ رہا تھا۔۔

شہریار اس لڑکی کے لیے اتنا پاگل کیسے ہو سکتا ہے۔

ایسی کیا خاص بات ہے اس میں۔

شہریار کو لڑکیوں کی کمی تو نہیں

وہ یہ سب سوچتے ہوئے واپس بیڈ پہ آ کر بیٹھ گئی۔۔

اور پھر بہت چاہنے کے باوجود بھی وہ ایک لفظ نہیں لکھ پائی تھی۔

وہ کیوں پریشان ہو رہی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

اور پھر سینے پہ کتاب رکھے پین ہاتھ میں پکڑے بیڈ کراون سے ٹیک لگائے یہ سب سوچتے نجانے کب اسکی آنکھ لگ گئی۔

شہریار کمرے میں آیا تو اسے سوتا پا کر مسکرا کر رہ گیا

کال پہ بات کر کے موڈ کافی اچھا ہو گیا تھا اسکا۔

اسنے ٹھنڈ سے سمٹتی ام ہانی پہ اک نگاہ ڈالی اور اس پہ کمبل اڑھا کر آے سی کی سپیڈ کم کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

ام ہانی اٹھ جاو سحری کا وقت ہو گیا ہے۔

طوبی اسے جگانے کے لیے آئی تھی۔۔

اسنے حیرت سے پہلے کمرے کو اور پھر اپنے اوپر پڑے کمبل کو دیکھا۔

اٹھ جاو ہانی ٹائم کم ہے۔

طوبی کہتے ہوئے اگے بڑھ گئی

وہ بھی جلدی سے اٹھ کر اسکے پیچھے ہولی۔

سحری کرتے ہوئے اسکا داہنا ہاتھ سیدھا نہیں ہو رہا تھا۔

لکھ لکھ کر اب ہاتھ دکھنے لگا تھا۔۔۔

وہ لقمہ توڑتے ہوئے رکی اور اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ میں لے کر دبایا۔۔

نازک مزاج لوگوں کو الٹی سیدھی شرارتیں کرتے ہوئے سوچ لینا چاہیئے۔

مگر اسکی یہ حرکت شہریار کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔

پھر ہر جانہ بہت مہنگا پڑتا ہے۔

وہ کن آکھیوں سے ام ہانی کو دیکھ کر مسکرایا۔

ام ہانی خاموش بیٹھی کسی اور ہی سوچ میں گم تھی۔

وہ اسی طرح خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

ام ہانی کیا ہوا تمہیں اتنی گم سم کیوں ہو۔

طوبی بھی برتن سمیٹ کر کمرے میں اسکے پیچھے آگئی تھی۔

نہیں تو کچھ نہیں ہو مجھے۔

وہ مسکرائی۔

یار تم اتنی چپ ہو میں نے سوچا پوچھ لوں۔

طوبی نے کندھے اچکائے۔

ام ہانی نے موبائل پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

اپنے بھائی صاحب سے پوچھ لیتیں معصوم لوگوں پہ ظلم کرتے شرم نہیں آتی۔

اس بار تو میری غلطی بھی نہیں تھی پر پوری فائل بنوائی مجھ سے۔

ام ہانی نے غصے سے کہتے منہ پھیر لیا۔

یا بتاو تو اب مجھے کیا پتہ میرے وہاں سے جانے کے بعد کیا ہوا۔

طوبی نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسکا چہرہ اپنی طرف موڑا۔۔

ہانی نے روہانسے لہجے میں ساری رام کتھا سنا ڈالی تھی۔

سوائے اس فون کال کے جس کی وجہ سے وہ بے چین تھی۔

اس میں کونسی سی بڑی بات ہے ہانی یہ سب پہلی بار تو نہیں ہوا۔

طوبی نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔

طوبی یار پلیز مجھے تنگ مت کرو میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔

وہ غصے سے کہتی سونے کے لیے لیٹ گئی۔

اگلا دن بھی اسی بے چینی کی نظر ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆ ▪ ▪ ▪ ▪ ▪ ☆☆☆ ? ? ☆☆☆

وہ اگلے دو دن باہر نہیں گئی تھی۔

آج بھی افطاری کے بعد اسنے بہت منتیں کیئں تھیں تب جا کر طوبی اس کے ساتھ جانے کے لیے راضی ہوئی تھی۔

یار ہمارا باڈی گارڈ دیکھائی نہیں دے رہا۔

باہر آتے ہی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اور ارد گرد کی رونق نے ہانی کا موڈ فریش کر دیا تھا۔

کون باڈی گارڈ طوبی نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔

یار دیکھ وہ سنی ہمیں کچھ کہتا تھوڑی ہے بس باحفاظت ہمیں واک کروا کر گھر تک چھوڑ آتا ہے۔

ہانی نے اپنی بات کے اختتام پر خود ہی قہقہہ لگایا تھا۔

یار تم نہ شہریار بھائی کی ضد میں کسی حد تک بھی جا سکتی ہو۔

طوبیٰ بھی اسکی بات پر ہنس پڑی تھی۔

بے شک ہانی نے سر تسلیم خم کیا اور پھر وہ دونوں اسی طرح ہنسی مذاق کرتے گھر آ گئیں تھیں۔

شہریار نے انھیں دروازے پر رسیو کیا تھا۔

پر وہ خاموش رہا تھا ام ہانی پر کسی بات کا اثر ہو ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔

وہ دونوں اپنے کمرے میں جانے کی بجائے وہاں لاونج میں ہی بیٹھ گئیں تھیں۔

وہ بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

اب پھر کوئی لیکچر دینا ہو گا آپ نے

ہانی نے کہتے ہوئے شہریار کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔

لیکچر نہیں ریکوسٹ ہے۔

لڑکی کے لیے سب سے زیادہ اپمورٹنٹ اسکی عزت ہوتی ہے۔

اور اسکی حفاظت کرنا اسکے ساتھ ساتھ اسکے گھر والوں کی بھی ذمے داری ہوتی ہے۔

وہ نظریں جھکائے دونوں سے مخاطب تھا۔

طوبی سر جھکائے اسکی باتیں ذہن نشین کر رہی تھی

میں تنگ نظر تنگ ذہن مرد نہیں ہوں۔

ہانی ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔

عورت کو اسکی جائز آزادی ملنی چاہیئے۔

میں اسکے حق میں ہوں

مگر فلحال تم لوگ کسی کی نظر میں ہو اور وہ بہت بڑے گینگ کا ممبر ہے۔

تم لوگوں کا یوں اکیلے جانا ٹھیک نہیں ہے۔

زمانہ بہت خراب ہے۔

شہریار نے پریشانی سے دونوں کی طرف دیکھا۔

یعنی زمانہ خراب ہے تو ہم گھٹ گھٹ کر مر جائیں۔

ام ہانی نے غصے سے کہتے ہوئے پاس پڑا کشن اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔

میں گھٹ گھٹ کے مرنے کے لیے نہیں تم لوگوں کو اپنی حفاظت کے لیے کہہ رہا ہوں۔

مجھے سات لیے جانے پہ تم راضی نہیں ہو گھر پر تم ٹک نہیں سکتی۔

امی کو لے جاو سامنے والی آنٹی کے ساتھ ٹائمنگ سیٹ کر لو کسی کے ساتھ جاو اکیلے مت جاو۔

شہریار ہر صورت انھیں آنے والے خطرے سے بچانا چاہتا تھا

پر وہ بھول رہا تھا کہ سامنے ام ہانی ہے۔

بھائی پچھلے تین دن سے وہ پیچھا نہیں کر رہا آپ فکر مت کریں ہم احتیاط کریں گے۔

طوبی نے اسے یقین دہانی کروائی تھی۔

وہ سر اثبات میں ہلا کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

ہر بات پہ لیکچر دیتا ہے اسے لیکچرار کس نے بنا دیا۔

ام ہانی نے شہریار کی پشت کو گھورتے ہوئے کہا۔

یار ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں تم بھی بس ہر بات غلط سائیڈ پہ لے کہ جانا۔

طوبی نے شہریار کی حمایت کی۔

ہاں یہ اتنا کنزرویٹیو ہے کہ کسی کہ ہمیں دیکھنے پہ یہ اتنا سب کہہ گیا کو کچھ کہہ دیتا تو نجانے کیا کرتا۔

چار دن کی مہمان ہو تم لوگوں کہ گھر برداشت نہیں ہو رہا موصوف سے۔

ہانی غصے سے کہتی اٹھ گئی۔

ہانی وہ ہماری بھلائی ہی سوچ رہے ہیں۔

طوبی نے بے چارگی سے اسکی طرف دیکھا۔

ہماری نہیں صرف تمہاری سب سمجھتی ہوں اسکی بلا سے میں مر جاوں اسے کیا۔

لاہور میں اکیلی واک پہ جاتی ہوں آج تک کچھ نہیں ہوا۔

بس اسے مجھے ذلیل کرنے کا شوق ہے۔

پابندی لگانا تو فرض سمجھ رکھا ہے۔

ہانی نے ہاتھ کے اشارے سے اسکی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

یار تمہیں ان کی نیت پہ شک کیوں رہتا ہے۔

طوبی اب مکمل طور پہ زچ ہو چکی تھی۔

ہانی ایک نظر اس پہ ڈال کر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

○●○●○●○●○●○●○●○●○●○●○●○●○●

اگلے دو دن احتجاجی مہم پر رہتے ہوئے ہانی اپنے کمرے سے ہی باہر نہیں آئی تھی۔

وہ سحری اور افطاری کے لیے آتی اور واپس چلی جاتی

شہریار کو تو خاص طور پہ اگنور کرتی

شہریار نے شکر ادا کیا کہ چاہے ناراضگی سے ہی پر اسکی بات تو مانی۔

آج تیسرے دن وہ بادل نخواستہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

باہر طوبی گھن چکر بنی ہوئی تھی اسکا ایک پیر کچن میں دوسرا لاونج میں۔

یار کیا ہو گیا کسی ایک جگہ ٹک جاو

ام ہانی نے کچھ دیر یہ سب خاموشی سے دیکھا تھا اور پھر بول اٹھی۔

یار کیا کروں امی کچن میں اکیلی ہیں شہریار بھائی کو اپنے دوست کی دعوت افطار پہ جانا ہے دونوں کہ کام ختم نہیں ہو رہے۔

روزہ بھی اتنا لگ رہا ہے۔

وہ روہانسے لہجے میں بولی۔

میں ہیلپ کروں تمہاری کیا کام ہے۔

وہ اسکے قریب آئی۔

ہاں یار شہری بھائی کا ڈریس پریس کر دو باقی کام الموسٹ میں کر چکی ہوں۔

طوبی نے کہتے ہوئے اپنے ہاتھ میں پکڑا شہریار کا سوٹ اسکے ہاتھ میں دیا۔۔

وہ سر اثبات میں ہلاتی اگے بڑھ گئی۔

آئرن کو خوب گرم کر کے ام ہانی نے اسکی شرٹ کو اچھی طرح جلایا تھا اور پھر اسے وہیں چھوڑ کر چھت کی طرف جاتی سیڑھیوں پر چھپ کہ بیٹھ گئی تھی۔

اور ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ میری شرٹ کہاں ہے۔

کا شور مچاتا لاونج میں تھا۔۔

بھائی ہانی گئی ہے پریس کرنے طوبی نے کچن سے سر باہر نکال کر اسے اطلاع دی۔

وہ ائرن سٹینڈ کی طرف چل دیا۔

اور پھر شدید صدمے کے زیر اثر اسنے اپنی پسندیدہ شرٹ کو ہاتھ میں لے کر الٹ پلٹ کر دیکھا۔

شرٹ کے دونوں جانب سوراخ ہو چکا تھا۔

اور صاف پتہ چل رہا تھا کہ یہ شرٹ حادثاتی طور پر جلی نہیں جان بوجھ کر جلائی گئی ہے۔

ام ہانی وہ بلند آواز میں چلایا۔

ام ہانی نے کمرہ آن کر کے ویڈیو بننے کے لیے ایک معقول جگہ ڈھونڈھی اور اس کے فیس کو فوکس کیا اور موبائل کو سہارا دے کر سیڑھیاں اتر آئی۔۔

یہ کیا کیا تم نے کوئی کام توڈھنگ سے کر لیا کرو۔

کس بات کی دشمنی ہے تمہیں مجھ سے کیوں جلائی تم نے میری شرٹ۔

وہ غصے سے دھاڑ رہا تھا۔

ام ہانی بلکل ریکس سی سر جھکائے کھڑی تھی۔۔۔۔۔

تمہیں پتہ تھا نہ کہ یہ ہی پہن کے جانے والا تھا میں تم نے جان بوجھ کے مجھے نیچا دیکھانے کے لیے یہ سب کیا ہے کیا چاہتی ہو تم۔۔۔

وہ شعلہ بار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔۔

ام ہانی ایسے کھڑی تھی کہ کمرے کی طرف اسکی پشت تھی۔۔

ام ہانی کیا ملتا ہے تمہیں یہ سب کر کے آخر میرا ہر نقصان ہی تمہارے لیے خوشی کا باعث کیوں بنتا ہے۔۔

شہریار نے اسکا بازو اپنی آہنی گرفت میں لیتے ہوئے غصے سے کہا۔۔

اسنے درد سے آنکھیں بھیچ لیں پر وہ بلکل خاموش تھی نہ تائید نہ تردید۔۔

اس بار تو میں جلدی میں ہوں آج کا حساب پھر کسی دن

شہریار اسی طرح اسے غصے سے گھورتا ہوا ایک جھٹکے سے اسے پیچھے کرتا واپس چلا گیا تھا۔۔۔

وہ واپس سیڑھیوں کی طرف مڑ گئی اور وڈیو سیو کی۔

ام ہانی کے چہرے پہ بھرپور مسکراہٹ تھی۔۔

میرا انتظار مت کرنا میں ضمیر کے گھر رکوں گا۔۔

وہ طوبی کو اطلاع دیتا شدید تپش کے عالم میں گھر سے نکلا تھا۔۔

اور ام ہانی کی نس نس میں سکون اتر گیا تھا

☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆

آج کتنے دنوں بعد اسکا موڈ بحال ہوا تھا۔

افطار کے بعد وہ طوبی کی منتیں کرنے لگی تھی۔۔

یار آج وہ جلاد گھر پہ نہیں ہے پلیز چلو نہ جلدی آجائیں گے۔

کتنے دن ہو گئے گھر میں بور ہوتے ہوتے۔۔

ام ہانی نے منہ بنایا۔۔۔

میں تو بلکل نہیں جا رہی تم جاو اور پھر بھائی کی ڈانٹ کھاو۔

طوبی نے اسے ہری جھنڈی دکھائی۔۔

یار جلدی واپس آجائیں گے پر امس میرا دل چاہ رہا ہے آزاد ہوا میں سانس لوں گھٹن ہو رہی ہے۔

ام ہانی ہر صورت اسے راضی کرنا چاہتی تھی۔۔

تم چھت پہ چلی جاو۔۔

طوبی نے اسے مفت مشورے سے نوازا۔

دفع ہو جاو بات مت کرنا مجھ سے ام ہانی نے اسے کشن دے مارا اور غصے سے اٹھ کر باہر چلی گئی۔۔

اور پھر فیس بک کی شامت آگئی۔۔

اور پھر ریسنٹ اپلوڈ ہونے والی شہریار و د فرینڈ کی سیلفی۔۔

اور پھر ام ہانی کی آنکھیں چمکیں۔

اسنے بڑی مزے سے اپنی بنائی ہوئی وڈیو کو نکالا اور اسے ایڈٹ کیا اب شہریار کے فیس کو کوئی پہچان نہیں پائے گا۔۔

اسنے خود کو تسلی دی اور ایک بار خود اپنے پیروں پہ کلہاڑی مار لی۔

دیکھئے کیسے ایک مشہور کابل لیکچرار شوہر نے ایک معمولی شرٹ کے جل جانے پہ اپنی بیوی کو بے نقط سناڈالیں۔

ایسے لوگوں کی کیا سزا ہونی چاہیے۔۔۔؟

ہانی نے ویڈیو اپلوڈ کی

اور اسنے شہریار کو چھوڑ کر سب کو ٹیگ کیا تھا۔۔

شہریار کا بیسٹ فرینڈ ضمیر ایڈ تھا ام ہانی کے پاس اسکے لیے آسانی ہو گئی تھی۔۔۔

اب آئے گا تمہیں مزہ دعا کرو کوئی تمہیں پہچانے نہ۔۔

ام ہانی نے مسکراتے ہوئے موبائل سائیڈ پہ رکھا اور اٹھ کر سامنے والی آنٹی کے گھر کی طرف بڑھ گئی۔

وہ شوگر اور بلڈ پریشر کی مریض تھیں اور اس وقت روزانہ

واک پر جاتیں تھیں۔۔

ادھر ہانی گھر سے نکلی اور ادھر آنٹی ثمینہ ہانی کی ان سے اچھی دوستی تھی۔

وہ ان کے ساتھ باتیں کرتی کافی آگے تک گئی تھی۔

اسنے ارد گرد نظریں دوڑائیں تھیں۔

اسے کہیں سنی تو کیا اسکی پرچھائی تک دیکھائی نہیں دی تھی۔۔

بس ہانی اب میں تھک گئی ہوں۔۔

آنٹی پھولے سانس کے ساتھ کہتیں ہوئیں سڑک کے قریب رکھے ایک بڑے پتھر پر بیٹھ گئیں۔

افففف آنٹی آج تو میرا بہت آگے جانے کا پلان تھا۔۔

وہ بھی اپنا سانس بحال کرنے کی غرض سے ان کے برابر بیٹھ گئی۔۔

▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪

یار دیکھ کتنی مست چیز ہے ایسی بیوی کو کوئی پاگل ہی ڈانٹ سکتا ہے۔

شہریار کے دوست نے وڈیو پلے کر شہریار اور باقی دوستوں کے سامنے موبائل کیا۔

اور پھر سب نے نظریں وڈیو میں نظر آتی لڑکی پہ جما دیں یار بال چیک کر اسکے دوسرے دوست نے ام ہانی کی پشت پہ لہراتے بالوں کو دیکھتے ہوئے شہریار کو ٹہکا دیا۔۔

شہریار نے اپنی آواز کو پہچان لیا تھا اور ایک غیظ بھری نظر موبائل پہ ڈالی۔

اس کے چہرے کو دھندلا کر دیا گیا تھا۔

پر وہ شہریار کی دشمنی میں خود کو چھپانا بھول گئی تھی

اب وہ سوائے غصے کو پی جانے کہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

یار کاش اس لڑکی کا چہرہ بھی دیکھ سکتے بال اتنے خوبصورت ہیں تو چہرہ کیسا ہو گا۔

ایک زور دار قہقہہ پڑا تھا

اور اس ویڈیو کو لے کر جس کہ دل میں جو آیا وہ بولتا رہا۔۔

سوائے ضمیر کہ کہ یہ سب ضمیر کے دوست تھے اور وہ سب اس وقت ضمیر ہی کے ڈارئنگ روم میں بیٹھے تھے۔۔

شہریار ان کے پاس سے اٹھ کر بالکونی میں کھڑا ہو گیا۔

اب اس سے زیادہ سننے کی اس میں تاب نہیں تھی۔

ان لڑکوں کے ہنسنے کی آواز یہاں تک آ رہی تھی۔۔۔

وہ ریلنگ سے ٹیک لگا کر باہر دیکھنے لگا۔۔

یار تم انکی باتوں کو کیوں سیر س لے رہے ہو یہ تو ایسے ہی ہیں شروع سے۔

ضمیر نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

یار اپنے گھر کی عورت کے لیے یہ سب سننا آسان نہیں ہوتا۔

شہریار نے ضمیر کی طرف مڑتے ہوئے کرب سے کہا۔

کیا مطلب وہ وڈیو۔۔

ضمیر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

ہاں اسی پاگل لڑکی کا کارنامہ ہے۔۔

مجھے چھپا دیا اور خود کو

شہریار نے غصے سے کہتے ہوئے ایک زور دار مکا ریلنگ پہ دے مارا۔

اندر لڑکے اپنی ہی باتوں میں لگے ہوئے تھے۔

شہریار وہیں رکھی ایک کرسی پہ بیٹھ گیا۔

☆☆☆

ام ہانی نے اس طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

اکیلی جوان لڑکیوں کا رات گئے درختوں کہ پاس جانا ٹھیک نہیں ہوتا۔

آنٹی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

آنٹی یہ سب پرانی باتیں ہیں کچھ نہیں ہوتا۔

ام ہانی نے بات ہوا میں اڑائی۔

بیٹا تم پھر بھی احتیاط کرنا۔

آنٹی نے کہنا اپنا فرض سمجھا تھا۔

ام ہانی کا دیہان تو اس چمکتے جگنو کی طرف تھا جو ابھی ابھی اسکی آنکھوں کے سامنے سے ہو کر گیا تھا۔

آنٹی کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اسے کا دس منٹ ہوئے تھے جب وہ انھیں وہیں رکنے کا کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

وہ اب جگنو کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔

کتنا مزہ آرہا تھا نہ وہ کبھی غائب ہو جاتا کبھی پھر سے سامنے آجاتا۔

وہ بے دیھانی میں آنٹی کو کافی پیچھے چھوڑ آئی تھی۔

جگنو اب مکمل غائب ہو گیا تھا۔

وہ مایوسی سے واپس جانے کے لیے مڑی جب کسی نے اسکی نازک کلائی کو آپنی آہنی گرفت میں لیا تھا۔

اندھرے میں ہانی کو اسکا چہرہ نظر نہیں آیا تھا۔

ہانی نے بنا دیکھے اپنے دوسرے ہاتھ کو استعمال میں لاتے ہوئے ایک زور دار تھپڑ سامنے والے کہ منہ پہ دے مارا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ مدد کے لیے چلاتی سامنے والے نے اسکی دوسری کلائی کو اپنی گرفت میں جھکڑا تھا اور پھر۔

اسی پھرتی سے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کہ اسکی آواز کا گلا گھونٹا تھا

اور پھر اسی تیزی سے اسے پیچھے گھسیٹنے لگا تھا۔۔

ام ہانی نے ہاتھ پاوں مارنے کی کوشش کی تھی پر وہ مکمل اسکی گرفت میں تھی۔

ام ہانی کو اپنے چہرے پہ پڑنے والی لائٹ سے کچھ سہارا ہوا تھا۔۔

کوئی آرہا تھا۔۔

لیکن پھر اچانک وہ غائب ہو گیا تھا۔۔

ام ہانی کی امید ٹوٹ گئی تھی۔

ہانی نے اپنی پوری قوت سے اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے خود کو آزاد کروایا تھا۔

وہ سنی کو دیکھ کر پریشان ہوئی تھی پر اس وقت یہاں سے بھاگنا ضروری تھا

وہ وہاں سے بھاگنے ہی والی تھی کہ اسنے اسی پھرتی سے اسکا ہاتھ پھر سے تھام لیا تھا۔۔

بچاووو

ام ہانی زور سے چلائی۔

پوری سڑک سنسان پڑی تھی۔

وہ اسکے چلانے پہ زور سے ہنسا

اور پھر اچانک ام ہانی کا ہاتھ کسی نے پوری قوت سے اس کے ہاتھ سے آزاد کروا کے اسے اپنے پیچھے کیا تھا۔

اور پھر ایک مکا اسکے منہ پہ دے مارا تھا۔

سنی اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔

وہ منہ کے بل زمین پہ جا گرا

ام ہانی وہاں سے دو قدم دور ہٹ گئی تھی۔۔

وہ اندھیرے میں بھی شہریار کو پہچان گئی تھی۔۔

اور پھر شہریار نے نہ آو دیکھا نہ تاو اسنے ٹھیک سے سنی کی دھلائی کی تھی۔۔

اس لڑائی میں شہریار کو بھی کافی چوٹیں آئیں تھیں مگر اسے پرواہ ہی کہاں تھی۔۔

وہ پاگلوں کی طرح اس پہ جھپٹ پڑا تھا۔۔

بس کر دو شہریار مر جائے گا وہ ام ہانی نے پریشانی سے کہتے ہوئے شہریار کا بازو تھام کر اسے پیچھے کیا۔۔

آج معاف کر رہا تمہیں زندہ چھوڑ کر دوبارہ اس لڑکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا جان لے لوں گا۔

وہ بول نہیں رہا تھا دھاڑ رہا تھا۔۔

اور تم تم سے تو میں گھر جا کہ نمٹتا ہوں۔

اسنے اب اپنا روئے سخن ام ہانی کی طرف کیا۔۔

وہ اس واقعہ سے کافی ڈر گئی تھی۔

شہریار کا موڈ سن لڑکوں کی باتوں سے خراب ہو گیا تھا اسی لیے وہ غصے سے وہاں سے چلا آیا تھا۔

ضمیر نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی تھی پر اسکی چھٹی حس کسی خطرے کا پتہ دے رہی تھی اسی لیے وہ ضمیر کی ایک بھی بات پہ بنا کان دھرے وہاں سے نکل آیا تھا۔

اور پھر وہی ہوا جسکا اسے ڈر تھا۔

راستے میں بیک ایک سائیڈ پہ کھڑی کر کے وہ اچانک سنی پہ حملہ آور ہوا تھا۔۔

اور پھر اسکی کلائی اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے تقریبا گھسیٹتے ہوئے گھر تک لے کے گیا تھا۔

وہ بھی خاموشی سے اسکے ساتھ چلتی رہی تھی۔

وہ اسے لے کر سیدھا اپنے کمرے میں آیا تھا۔۔

اور پھر اسنے زور دار جھٹکے سے اسکا ہاتھ چھوڑا تھا۔

وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھی اسنے خود کو سنبھلنے کے لیے دیوار کا سہارا لینا چاہا تھا اور اسی اثنا میں اسکا پاوں ٹیبل کے ساتھ ٹکرا گیا تھا۔

اسنے درد کی شدت سے مٹھیاں بھیچ لیں تھیں۔

تم آخر کس حد تک جا سکتی ہو ایک بار ہی کیوں نہیں بتا دیتی تم۔

وہ شدید تیش کے عالم میں چلایا

کیا ضرورت تھی اکیلے جانے کی ایک بار کہی ہوئی بات سمجھ میں نہیں آتی کیا۔۔

وہ چلتے ہوئے اسکے قریب آیا

پیار سے غصے سے ڈانٹ کے منت کر کہ ہر طرح سے سمجھایا ہے پر تمہیں سمجھ نہیں آئے گی۔

جب تک تم منہ کے بل نہیں گرو گی۔

ام ہانی سنبھل جاو اس سے پہلے کہ وقت اپنی چال چل دے

شہریار نے اسکا بازو دبوچا۔

میں اکیلی نہیں تھی۔

ام ہانی نے اپنی صفائی پیش کی۔

کون تھا تمہارے ساتھ وہ تمہارا بوائے فرینڈ

وہ تمسخر سے ہنسا۔

آنٹی ثمینہ تھیں میرے ساتھ

ہانی نے تکلیف کی شدت سے آنکھیں بند کیں۔

جھوٹ مت بولو ہانی میں وہیں سے آرہا ہوں وہاں کوئی نہیں تھا۔

شہریار نے اسکی بات درمیان میں سے کاٹی۔

تم۔ کتنی بے وقوف ہو تم نے سوچا آج میرا دشمن گھر پہ نہیں ہے تو میں آرام سے چلی جاتی ہوں۔۔۔

وہ اسے شعلہ بار نظروں سے گھور رہا تھا۔

ایک بار بھی سوچا ہے اگر میں وقت پر نہ آتا تو۔۔

یہ سوچا ہے اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔۔

شہریار کی آواز بہت آہستہ ہو گئی تھی جیسے وہ خود کلامی کر رہا ہو۔

ام ہانی نے حیرنگی سے اسے دیکھا۔

تمہیں کیا فرق پڑتا اس بات سے تمہاری بلا سے مجھے کچھ بھی ہو۔

ام ہانی نے بھی دھیمے لہجے میں کہا۔

ہاں مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔

وہ سر ہلاتے ہوئے اس سے دو قدم پیچھے ہٹا

کیا ہو جاتا ہیرو کی طرح انٹری مار کہ تم ہیرو تھوڑی بن جاو گئے۔

ام ہانی نے فوراخود کو سنبھالا تھا۔

کیا ہو تا نہ آتے تم دو جوتے لگاتی میں اسکو بہت دیکھے ہیں اس جیسے۔

وہ اس پہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ سچ مچ کتنا ڈر گئی تھی۔

پر سامنے بھی تو ام ہانی تھی اتنی آسانی سے اسکا احسان مان لے یہ کیسے ممکن تھا۔

تم بلکل نہیں سدھر سکتی اس لیے میری بات کان کھول کر سن لو دوبارہ اس گھر سے ایک قدم بھی باہر نکالا ٹانگیں توڑ دوں گا میں تمہاری۔

وہ اپنے جلالی موڈ میں واپس آ گیا تھا۔

چار دن کی مہمان ہوں پیچھے پڑ گئے ہو تم میرے۔

وہ منہ بنا کے بولی۔

میں تمہارے گھر والوں کہ سامنے جو بداہ ہوں۔

شہریار نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

خود کی محبوبہ تو موصوف سے ہینڈل نہیں ہوتی آئے ہو میری ٹانگیں توڑنے اپنی حد میں رہو شہریار۔

ام ہانی سے پنگا مت لو

ام ہانی نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔

کونسی محبوبہ شہریار نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔

شرمین حیات جس میں شرم نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور وہ اب تک پتہ نہیں حیات کیوں ہے۔

ام ہانی نے منہ کے عجیب و غریب ڈیزائن بناتے ہوئے کہا۔

شہریار کا حیرت کے مارے پہلے منہ کھلا تھا پھر وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا تھا۔

کیوں تمہیں میری بیوی بننے کا بہت شوق ہے نہ۔

وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔

ام ہانی اسکا اشارہ بخوبی سمجھ گئی تھی۔

تمہاری بیوی بنتی ہے میری تم مجھے چھوڑو اپنی محبوبہ کو سنبھالو۔

وہ اسی طرح انگلی اٹھائے تپ کے بولی۔

میں محبت کرتا ہوں اس سے تمہیں پریشان ہونی کی ضرورت نہیں اسے سنبھالنا آتا ہے۔

شہریار نے اسکی انگلی اپنے ہاتھ سے مڑوڑی۔

ام ہانی کو اتنے کھلے اظہار کی توقع نہیں تھی اس سے۔۔

آپ سچ مچ یعنی اس سے

ام ہانی اٹک اٹک کے بول رہی تھی وہ ابھی تک حیران تھی۔

ہاں ظاہر اب کیا چھپانا جب تمہیں پتہ چل گیا ہے تو۔

شہریار نے اسکی آنکھوں میں جھانک کر کہا

ام ہانی کو اچانک اپنے پیر میں درد محسوس ہوا تھا۔

وہ فورا نیچے جھک گئی۔

پیر کا انگھوٹھا کافی زخمی ہوا تھا اور اس میں سے کافی خون بہہ رہا تھا۔۔

کیا ہوا ہے۔

شہریار بھی زمین پر پنجوں کہ بل بیٹھ گیا۔

زخم گہرا ہے لاو میں بینڈیج کر دیتا ہوں

وہ اسکے زخم کا مکمل جائزہ لیتے ہوئے بولا

شہریار مشتاق تمہیں صرف زخم دینے آتے ہیں ان پہ مرہم رکھنا نہیں آتا اور مجھے تمہاری ہمدردیوں کی ضرورت نہیں ہے۔

زخم گہرے ہوں تب بھی وقت کے ساتھ ساتھ بھر جاتے ہیں۔

وہ کہتے ہوئے اگے بڑھ گئی۔

شہریار یوں ہی نظریں جھکائے بیٹھا رہا

شہریار نے اسکا پاوں ٹکراتے دیکھا تھا۔

مگر اس وقت وہ بہت غصے میں تھا۔ اور اب اسکی تکلیف دیکھ کر غصہ بھک سے اڑ گیا تھا۔

کتنا خون بہہ گیا تھا شہریار نے فرش پہ گرے خون کو بغور دیکھا۔۔

اور پھر اٹھ کر وارڈروب کی جانب بڑھ گیا۔

▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪

ہانی کا دل بہت بے چین ہو گیا تھا۔

کچھ دیر قبل پیش آنے والا واقعہ بھی اب ذہن میں نہیں تھا۔

بس درد تھا حد تھا بے انتہا تھا

کہاں تھا وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

وہ اسی طرح آہستہ آہستہ چلتی اپنے کمرے تک آ گئی تھی

تم لنگڑا کے کیوں چل رہی ہوں۔

طوبی نے دیوار کا سہارہ لے کر چلتی ہانی کو فورا نوٹس کیا تھا۔

کچھ نہیں پیر کے انگھوٹھے پہ چوٹ لگ گئی ہے ٹیبل سے ٹکرا گیا تھا۔

ہانی بیڈ کی سائیڈ کا سہارہ لیتے ہوئی بیٹھ گئی۔

تم بھی تو دیکھ کر نہیں چلتی۔

طوبی پریشانی سے کہتی ہوئی اسکے قریب ہوئی۔

وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی رہی۔

شہریار سے تو لڑ لیا تھا وہ خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ اس میں بھی کامیاب رہی تھی مگر یہ اب اسے حالات کی سنگینی کا اندازہ ہو رہا تھا۔

اگر سچ مچ کوئی حادثہ ہو جاتا۔

ام ہانی کا پورا وجود لرز گیا تھا۔

یار کافی گہری چوٹ ہے

طوبی نے بغور زخم کا جائزہ لیا۔۔

ہاں کافی گہری ہے

ام ہانی کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔۔

تم فکر مت کرو میں بینڈ یج کرتی ہوں۔

درد ہو رہا ہے کیا

بوبی نے اسکے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ہاں بہت

ام ہانی نے اسی طرح کھوئے ہوئے کہا

رکو میں پین کلر لاتی ہوں

طوبی اسے کہتے ہوئے فرسٹ ایڈ باکس لینے چل دی۔

ہانی زخم کی پرواہ کئے بغیر ہی لیٹ گئی تھی۔

طوبی نے پٹی کر دی تھی۔

وہ ابھی تک اسی طرح خاموش تھی۔

اس اچانک پیش آنے والے حادثے کا اثر اب کافی حد تک زائل ہو چکا تھا۔

پھر ایسا کیا تھا جو دل کو قرار نہیں آ رہا تھا

ام ہانی نے طوبی کو کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔۔

وہ سحری تک یوں ہی لیٹے لیٹے چھت کو دیکھتی رہی تھی۔

اور پھر طوبی کے بلانے پہ اٹھ کر باہر آ گئی تھی۔

آج تقریبا دو دن ہو گئے تھے دو باہانی نے باہر جانے کا نام نہیں لیا تھا۔

طوبی حیران تھی کہ ہانی نے اتنی جلدی ہار کیسے مان لی مگر وہ اس دن والے واقع سے بلکل انجان تھی۔

ہانی نے بھی بتانا ضروری نہیں سمجھا یا شاید یہ اتنی بڑی بات نہیں تھی کہ اسکا ذکر کیا جاتا۔

لگتا ہے لوگوں کا واک سے ہی دل بھر گیا ہے۔

سحری کے وقت وہ سب ڈائننگ ٹیبل پہ ہی بیٹھے تھے۔

جب شہریار نے گم سم بیٹھی ہانی پہ ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

ہاں لگتا ہے بور ہو گئی ہے ایک ہی جگہ بار بار جا کر۔

اور پاوں کی چوٹ بھی تو ابھی ٹھیک نہیں ہوئی۔

طوبی نے بھی شہریار کی بات کی حمایت کی تھی۔

ہانی بس خاموشی سے اپنی پلیٹ پر جھکی رہی۔

لگتا ہے بس ڈھونگ تھا بہادری کا بہادری نہیں تھی۔

شہریار نے ہنستے ہوئے طوبی کو دیکھا۔

شہریار کی دانست میں طوبی اس سب سے اگاہ تھی۔

کیا مطلب کونسی بہادری بھائی۔

طوبی نے سوالیہ نظروں سے شہریار کو دیکھا۔

بس لوگ کافی ڈرپوک ثابت ہوئے ہیں۔

وہ ہانی کو دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

طوبی ابھی بھی نا سمجھی کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی۔

اور شہریار کھل کے بات نہیں کر رہا تھا کہ پاس ہی تو مما بابا بیٹھے تھے۔

ان لوگوں نے بھی بات کو سیریس نہیں لیا تھا یہ تو معمول کی باتیں تھیں۔

ہانی نے نظریں اٹھا کر ایک نظر مسکراتے ہوئے شہریار کو دیکھا اور پھر اپنی سحری ادھوری چھوڑ کر چلی گئی۔

پتہ نہیں کیوں وہ شہریار سے کترانے لگی تھی۔

وہ جہاں بیٹھتا وہ وہاں سے اٹھ جاتی۔

طوبی حیران تھی وہ اس سے لڑائی کئے بنا کیسے زندہ تھی۔

اور بھی چپ چاپ بنا کچھ بولے چلی گئی۔

شہریار نے پر سوچ نظروں سے اسے دیکھا۔

اگر دیکھا جائے تو اس دن نہ حادثہ اتنا بڑا تھا اور نہ ہی ان کے درمیان کوئی اتنی غلط باتیں ہوئیں تھیں کہ بات تک نہ کی جاتی۔

یہ سب تو ہوتا رہتا تھا

اور شہریار کو ابھی تک یہ سمجھ نہیں آیا تھا کہ اسے شرمین کے بارے میں کیسے پتہ چلا۔

وہ بھی طوبی کو چائے کا کہتا کمرے میں چلا گیا۔۔

طوبی شہریار کو چائے دینے کے بعد سیدھا ہانی کے پاس آئی تھی۔

یار ہانی دو دن سے موڈ خراب ہے تمہارا کیا ہوا ہے کچھ بتاو گی پلیز مجھے لگا کہ خود ٹھیک ہو جاو گی پر

طوبی پریشانی سے کہتے ہوئے اسکے قریب بیٹھ گئی

وہ یوں نہی خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی موبائل پہ لگی رہی۔

شہریار بھائی سے لڑائی ہوئی ہے کیا۔۔

طوبی نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

طوبی نے سر نفی میں ہلایا اقرار کرتی تو وجہ بتانی پڑتی۔

اور پھر طوبی اپنے بھائی کے قصدے پڑھنے لگتی جو وہ سننا نہیں چاہتی تھی۔

پھر تم ان سے بات کیوں نہیں کر رہی۔

طوبی نے حیرانگی سے کہا۔۔

ہم پہلے کب بات کرتے تھے جب ہوئی لڑائی ہی ہوئی ہے ہماری اب میں نے سوچا ہے کہ میں لڑائی بھی نہیں کروں گی۔

نہ اسے کوئی موقع دوں گی کہ وہ لڑے

ہانی اسطرح اداس بیٹھے بیٹھے بولی۔

اور رہی بات بہادری کی تو بتا دینا اپنے بھائی کو بزدل نہیں ہوں میں وہ اسی طرح منہ بنائے بولی یار یہ سب تو کزنز میں ہوتا رہتا ہے تم اتنی سے بات کو لے کر اپ سیٹ ہو دفع کرو موڈ فریش کرو۔

طوبی نے مسکراتے ہوئے اسکی تھوڑی پکڑ کر اسکا چہرہ اوپر کیا۔

تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں ام ہانی طوبی نے پریشانی سے اسکی آنکھوں میں تیرتے آنسو دیکھتے ہوئے کہا۔

بس مما کی یاد آرہی تھی۔

وہ فورا اپنے آنسو اندر اتراتے ہوئے بولی۔

اس میں کیا ہے تم بات کرو لوان سے۔

طوبی اب بھی حیران تھی۔

ہانی تو مہینوں رہ کے جاتی تھی پر اب کیا ہوا

یار میں واپس جانا چاہتی ہوں دل بہت اداس ہو گیا ہے سب سے

ام ہانی نے مسکراتے ہوئے طوبی کو دیکھا۔

یار تمہیں آئے بس انیس دن ہوئے ہیں تم جانے کی بات کر رہی ہوں عجیب ہو میں نہیں جانے دوں گی۔

طوبی نے ناراضگی سے اس کی طرف دیکھا

یار پلیز مت رو کو میں شہریار کی منگنی پر ضرور آوں گی تم اسکی ہیلپ کرنا پھو پھو کو منانے میں ۔

ہانی طوبی سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

یار منگنی منانا کیا بول رہی ہو تم

طوبی کا سر گھوم گیا تھا یہ کیا بول رہی تھی۔

میری شہریار سے بات ہوئی تھی وہ شرمین حیات سے محبت کرتا ہے خود اعتراف کیا اس نے میرے سامنے اس لیے اب وہ جب منگنی کرے گا میں ضرور آوں گی۔

ہانی مسکراتے ہوئے وارڈروب کی جانب بڑھ گئی۔

اتنی آسانی سے اعتراف میں نہیں مانتی

طوبی نے سر نفی میں ہلایا

یار میں نے پوچھا تھا وہ مان گیا کہ میرا شک ٹھیک تھا

وہ اسکی طرف دیکھ کے مسکرائی

ہانی ہو کیا گیا ہے تمہیں کیا کر رہی ہو تم طوبی اسکے پیچھے لپکی۔

یار پیکنگ کرنے لگی ہوں اور کیا

وہ اپنی چیزیں جمع کرنے لگی۔

یہ سب چھوڑو اور شہریار بھائی کو بھی چھوڑو اصل بات بتاو

طوبی نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔۔

یار کوئی بات نہیں ہے سچی

ہانی نے اپنی بات پر زور دیا۔

پھر تم گھر کیوں جا رہی ہو۔

طوبی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا

یار میں اب اپنے گھر بھی نہ جاوں عجیب زبردستی ہے۔

وہ دھیرے سے مسکرائی۔

تو میں نہیں جانے دوں گی تمہیں اور اکیلے تو ہرگز نہیں۔

عید کے بعد جانا

طوبیٰ قطعیت سے کہتی باہر چلی گئی

اور پھر بہت کوشش کے بعد طوبیٰ نے ہانی کو عید تک روک لیا تھا۔

وہ روک گئی تھی اور خود کو بہت نارمل بھی کر لیا تھا۔

مگر اس دن کے بعد سے وہ باہر نہیں گئی تھی۔

شہریار یونیورسٹی میں مصروف تھا۔

ہانی سے ملاقات بہت کم ہوتی تھی اسکی۔

یار چلو گی تم میرے ساتھ۔

طوبیٰ وارڈروب کی جانب بڑھ ہوئے بولی۔

کہاں ہانی نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا

وہ میری فرینڈ ہے نہ سمیرا اسکے اکلوتے بھائی کے ہاں چار بیٹیوں کے بعد بیٹا ہوا ہے۔

اگر میں نہیں گئی تو وہ ناراض ہو جائے گی۔۔

طوبیٰ وارڈروب میں گھسی مصروف سی بولی۔

یار میرا وہاں کیا کام تمہاری دوست ہے تم جاو ویسے بھی میرے پیر کا درد ابھی ٹھیک نہیں ہوا زیادہ چلوں گی تو پھر سے تکلیف ہو جائے گا۔۔

ہانی نے بہانہ بنایا۔۔

میں شہریار بھائی سے کہوں گی ہیمیں ڈراپ کر آئیں۔

وہ اسی طرح کپڑے کھنگالتی بولی۔

کوئی ضرورت نہیں پھر کہے گا ڈر گئی ہمت نہیں۔

ہانی آہستہ سے بڑبڑائی۔

نہیں یار میرا موڈ نہیں۔

ہانی نے ایک اور بہانہ بنایا۔۔

تمہارا موڈ فریش ہو جائے گا بہت اچھی فیملی ہے اسکی۔

اچھا یار بتاو یہ ٹھیک رہے گا

طوبی نے آخر ایک سوٹ نکال ہی لیا تھا۔

ہاں بہت پیارا ہے تم پہ بہت جچے گا

ہانی نے طوبی کی طرف پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

پھر تم چل رہی ہو۔

طوبی اب بھی اس کے سر پہ کھڑی تھی۔

یار دل تو بلکل نہیں چاہ رہا۔۔

ہانی نے منہ بنایا۔

تمہیں تمہارا وہ اس پہاڑ تک جانے والا ٹارگٹ یاد ہے۔

طوبیٰ نے چمکتی آنکھیں اس پہ گاڑھیں۔

ہاں یاد ہے

وہ بھی فوراً متوجہ ہوئی۔

سمجھو آج پورا ہو جائے گا سمیرا کا گھر اسکے سامنے ہے۔

طوبیٰ مسکرائی۔

سچی ہانی کی آنکھیں چمک اٹھیں تھیں۔

اب تم بھی اٹھ کے ریڈی ہو جاو ایک بہانہ نہیں سنوں گی میں تمہارا۔

روکوں میں تمہارا جوڑا میں نکالتی ہوں۔

طوبیٰ اس سے کہتی واپس وارڈروب کی طرف چلی گئی اور اپنی پسند کا ایک جوڑا نکال لائی

ہانی بس خاموش ہو گئی تھی۔

کیونکہ وہ جانتی تھی کہ طوبیٰ اسے لے کہ ہی ٹلے گی اس لیے بحث فضول تھی۔

اور اب تو ٹارگٹ بھی پورا ہونے والا تھا

وہ واپس اپنے موبائل پہ مصروف ہو گئی

طوبی سلمہ بیگم ہانی اور سامنے والی آنٹی ثمینہ اور انکی بیٹی حرا ان لوگوں کا افطاری کے بعد جانے کا پلان بنا تھا۔

میں کہتی ہوں شہریار سے ہمیں گارڑی پہ چھوڑ آئے۔

گیٹ کہ قریب پہنچ کر سلمہ بیگم نے طوبی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

توبہ ہے امی کتنی جان جاتی ہے آپ کی واک اور پیدل چلنے سے۔

طوبی نے ہنستے ہوئے کہا۔

ہاں پھوپھو پیدل چلتے ہیں مزا آئے گا میں بھی کافی دن سے نہیں گئی۔

ہانی نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

پر بیٹا تمہارا زخم وہ فکر مندی سے بولیں۔

کچھ نہیں ہوتا بہت بہتر ہے پہلے سے

وہ مسکرائی۔

تو سلمہ بیگم بھی خاموشی سے انکے اگے چلنے لگیں۔

ثمینہ آنٹی اور پھوپھو اپنی باتوں میں اور طوبی اور حرا اپنی باتوں میں مصروف تھیں۔

حرا طوبی کی کلاس فیلو بھی تھی وہ پتہ نہیں کن باتوں کا ذکر لے کہ بیٹھ گئیں تھیں۔

ہانی کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

اور وہ بہت جلدی کسی کے ساتھ فری نہیں ہوتی تھی

وہ بس خاموشی سے ان کے ساتھ چل رہی تھی۔

اسے وہ سب اپنے قریب نظر آ رہا تھا جس تک وہ پہنچنا چاہتی تھی۔

وہ ان سب سے تھوڑا سا پیچھے تھی۔

اسکے پیر میں پھر سے درد ہونے لگا تھا۔

پر وہ پھر بھی انکے برابر چلنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اور اسی اثنا میں اسکا پاوں پتھر سے ٹکرا گیا تھا۔

وہ لوگ پہنچنے والے تھے۔

وہ درد کی شدت سے نیچے بیٹھتی چلی گئ۔

طوبی اور حرا اب اپنی ہی باتوں میں گم اس سے کافی آگے نکل گئ تھیں۔

اسنے انھیں روکنے کے لیے آواز دینا چاہی تھی جب اچانک کسی نے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

سٹریٹ لائٹس اچانک آف ہو گئیں تھیں۔

وہ سب بھی اچانک رک گئے تھے۔

طوبی اس وقت تو لائٹ نہیں جاتی۔

سلمہ بیگم پریشانی سے بولیں۔

سڑک پہ اچانک اندھیرا ہو گیا تھا۔۔۔

طوبی نے فوراً اپنے موبائل کی ٹارچ آن کی تھی۔

امی ہانی کہاں ہے۔

طوبی نے ٹارچ کی مدد سے اسے تلاش کرنا چاہا۔۔

تھوڑا پیچھے ہو گی پیر میں درد جو تھا پر تم اسے بھی پیدل گھسیٹ لائی۔

سلمہ بیگم نے اسے گرکا۔

وہ تیزی سے پیچھے کی طرف بھاگی۔

وہاں دور دور تک کسی زی روح کا نشان نہیں تھا۔

امی ہانی کہیں نہیں ہے وہ زور سے چلائی۔

اور پھر وہ پاگلوں کی طرح اسے آوازیں دیتی ادھر ادھر بھاگنے لگی تھی۔۔

اور پھر اسے کو گھسٹتے ہوئے سڑک سے نیچے اترتی ڈھلون کی طرف لے گیا تھا۔

پہلے تو اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آیا اور پھر وہ اپنے بچاو کے لیے ہاتھ پیر مارنے لگی تھی۔

وہ طوبی کی شیخ و پکار سن رہی تھی پر اسے جواب نہیں دے پا رہی تھی۔

وہ بولنا چاہتی تھی آزاد ہونا چاہتی تھی

مگر بے سود وہ دو لوگوں کی گرفت میں تھی۔

ہانی نے ارد گرد دیکھا۔۔

اسے کچھ دیکھائی نہیں دے رہا تھا سوائے گھنے جنگل اور اندھیرے کے

وہ لوگ اسے بہت نیچے لے آئے تھے ان سب سے دور یہاں بلکل اندھیرا تھا مگر یہ جگہ کچھ جنگل کی طرح تھی۔

ان لوگوں نے اسکے منہ پر کپڑا باندھ کر اسکو درخت کے ساتھ باندھ دیا تھا۔

وہ اپنے بچاو کے لیے ہاتھ پیر مارتی رہی تھی۔

مگر پھر تھک کر خاموش ہو گئی تھی۔

وہ تینوں اب آپس میں کھڑے کچھ بات کر رہے تھے۔

آواز وہ صاف نہیں سن پا رہی تھی۔

مگر ان کے ارادے سمجھ میں آ رہے تھے۔

اور ان کی نظریں اسے سہی معنوں میں اب خطرے کا اندازہ ہوا تھا۔۔۔

کیا چوہ یہاں سے نکل پائے گی کیا وہ بلکل سہی سلامت یہاں سے نکل پائے گی۔۔

اسکی ہمت ٹوٹنے لگی تھی

لڑکی کی عزت بہت قیمتی ہوتی ہے اور اس سے زیادہ قیمتی کچھ نہیں ہوتا۔

اسے شہریار کی بات یاد آئی تھی۔

مگر اب بہت دیر ہو گئی تھی۔۔

آنسوؤں کا ایک سیلاب امڈ آیا تھا۔۔

وہ بلکل بے بس تھی۔

مگر اللہ کی ذات ہر شے پر قادر ہے۔

اسکا پورا وجود سوکھے پتے کی مانند کانپنے لگا تھا۔

طوبی پریشانی سے ادھر بھاگتے ہوئے ہانی کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

سلمہ بیگم پریشانی سے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھے وہیں نیچے بیٹھ گئیں تھیں۔

طوبی اور حرا کے زور زور سے چلانے پر ارد گرد کے گھروں سے کافی لوگ نکل آئے تھے۔۔

اور وہ ابھی تک سارے معاملے سے بے خبر تھے۔

طوبی ہانی کا نمبر ٹرائے کرو

حرا کے ہاتھ پیر پھولے ہوئے تھے۔

یار کال جا رہی ہے پر کوئی رسیو نہیں کر رہا۔

اسکا موبائل ہمیشی سائیلنٹ موڈ پہ ہوتا ہے۔

طوبی نے نمبر ٹرائے کرتے ہوئے پریشانی سے کہتی

یار طوبی تم شہریار کو کال کر کے پوچھو کہیں وہ گھر تو نہیں۔

حرا نے پریشانی سے ارد گرد جمع ہوتے لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ایسے کیسے پانچ منٹ میں گھر چلی جائے گی حرا۔

طوبی نے روانی سے بہتے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

یار پوچھنے میں کیا ہے۔

حرا خود بہت پریشان تھی۔لمحے کی دیر تھی وہ ایسے کیسے غائب ہو گئی۔

طوبی نے حواس باختگی میں ہی شہریار کو کال کی تھی۔

شہریار نے حیرت سے طوبی کی کال کو دیکھا۔

شہریار یونیورسٹی سے لیٹ آیا تھا وہ افطاری کے بعد اپنے کمرے میں آرام کی غرض سے لیٹا تھا۔

ہیلو شہریار نے کال رسیو کی تھی۔

بھائی وہ بھائی طوبی کی ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔

رو کیوں رہی ہو کیا ہوا ہے۔

شہریار اس کے رونے سے حیران ہو رہا تھا۔

بھائی آپ چیک کریں ہانی گھر پہ کیا۔

طوبی نے خود کو نارمل کرتے ہوئے کہا۔

پہلے تم بتاو تم کہاں ہو

شہریار پریشانی کے عالم میں اٹھ بیٹھا

وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ کہیں جانے والے تھے۔

بھائی یہ سب چھوڑیں آپ جلدی سے میری فرینڈ سمیرا کے گھر آئیں۔

طوبی نے کانپتی آواز میں کہا۔

تم۔کچھ بتاو گی مجھے کیوں سسپینس کریٹ کر رہی ہو۔

شہریار ایک دم غصے سے بولا۔

ہم لوگ سمیرا کے گھر جا رہے تھے راستے میں وہ مجھ سے کچھ قدم پیچھے تھی اب پوری سڑک چھان ماری وہ کہیں نہیں ہے۔

طوبی اب پھر سے رونے لگی تھی۔

شہریار کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

تم وہیں رو کو میں آتا ہوں۔

وہ بیڈ سے جمپ لگا کے اٹھا تھا اور تقریبا بھاگتے ہوئے باہر کی جانب لپکا

☆☆☆

یار کیا مال ہے سنی بھائی کی نظر بہت تیز ہے۔

ان میں سے ایک اسکے قریب آتے ہوئے بولا۔

ہانی نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔

جوہری کی نظر بول جوہری کی۔

دوسرے نے ایک آنکھ دباتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

ام ہانی کی آنکھوں سے آنسو رانوانی سے بہنے لگے تھے

وہ لوگ اب اس کے قریب بیٹھ گئے تھے۔

یار اس جیسی لڑکیاں ہی ہوتی ہیں جو رمضان میں بھی ایمان خراب کرنے سے باز نہیں آتیں۔

پہلے والے نے اسکے بالوں کی لٹ کو اپنی انگلی پہ لپیٹا۔

ہانی نے سر کو زور زور سے ہلانا شروع کر دیا۔

وہ تینوں قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔

وہ تینوں اس وقت اسے ڈرائیکولا سے کم نہیں لگ رہے تھے۔

ہانی کی پہنی ہوئی چوڑیاں ٹوٹ چکی تھیں۔

اور چھینا جھپٹی میں دوپٹا بھی کہیں گر گیا تھا۔

یا اللہ میں تیری عاجز بندی تجھ سے اپنی عزت کی سلامتی کی بھیک مانگتی ہوں بلاشبہ تو نوازنے والا ہے میرے مالک

میرے پروردیگار ان شیطانوں کو مجھ سے دور رکھنا کسی فرشتے کو بھیج دے کچھ بھی کر میرے مالک مجھے یہاں سے آزاد کروادے۔

اللہ اپنا کوئی معجزہ دکھادے۔

وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ بس اسی ایک دعا کا ورد کر رہی تھی

یا اللہ میں کیا کروں کیسے نکلوں ان کے چنگل سے ام ہانی از حد پریشان تھی۔

لڑکی جتنا ماتم کرنا ہے کر لو آج کے بعد تمہارے پاس ماتم کے سوا ہو گا ہی کیا۔

ان میں سے ایک قہقہہ لگا کہ ہنسا۔

ہاں ابھی سنی بھائی آئیں گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ اصل میں ماتم کس چیز پہ کیا جاتا۔

وہ اس سے کچھ فاصلے پر تھے مگر وہ انکی باتیں بخوبی سن پا رہی تھی۔

بھائی آج رات تو بہت مزا آنے والا ہے صبر بھی نہیں ہو رہا۔

وہ عجیب گھٹیا پن سے ہنس رہے تھے۔

ہانی کو اپنا پورا وجود سن ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

کیا ہونے جا رہا تھا اس کے ساتھ۔

ایسا کونسا بڑا گناہ سرزد ہو گیا تھا جس کی پاداش میں ایسی ذلت و رسوائی اسکا مقدر بننے والی تھی۔

یااللہ میرے گناہوں کو بخش دے مجھے اس سب سے بچالے۔

ہانی کی زبان پہ صرف دعاوں کا ورد تھا۔

یار یہ سنی بھائی کہاں رہ گئے آئے کیوں نہیں۔

ان میں سے ایک نے اپنی جیب سے موبائل نکال کر کسی کو کال کی تھی شاید سنی کو۔

ام ہانی کو فورا اپنے موبائل کی یاد آئی تھی۔

دماغ تو گویا کام کرنا ہی چھوڑ چکا تھا

اور پھر بہت سوچنے پر اسے یاد آیا تھا کہ موبائل اسکی جینز کی پاکٹ میں تھا۔

وہ ہمیشہ جینز اور ٹروزر وغیرہ کے ساتھ گھٹنوں تک آتی شرٹ پنتی تھی۔

آج بھی وہ بلیو جینز کے ساتھ سفید رنگ کا کرتہ پہنے ہوئے تھی۔

میں کیسے رابطہ کروں اسنے اپنے دونوں بندھے ہوئے ہاتھوں کو مایوس کن نظروں سے دیکھا۔

آج کے بعد اگر تم گھر سے باہر نکلی میں ٹانگیں توڑ دوں گا تمہاری۔

شہریار کے الفاظ کہیں بہت قریب گونجے تھے۔

خدا گواہ ہے شہریار میں تمہاری ضد میں نہیں آئی تھی۔

اور ایک بار پھر اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔

▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪ ▪

شہریار بائک لے کر اگے پانچ منٹ میں ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔

پورا گھر چھان مارا ہے وہ وہاں نہیں ہے۔

تم لوگوں میں زرا سی بھی عقل ہے میں گھر میں تھا مجھے ڈراپ کرنے کا تو کیا کہنا مجھے کسی نے انفارم کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ ہم کہیں جا رہے ہیں

شہریار اب ان سب کے سر پہ کھڑا چلا رہا تھا۔

کال۔ کینہے اسے تم نے وہ اب طوبی سے پوچھ رہا تھا۔

نمبر آن ہے کال پک نہیں ہو رہی۔

طوبی نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا۔

شہریار نے اپنے نمبر سے کال تھی۔

وہی ہوا جو طوبی نے کہا۔

کیا ضرورت تھی تم سب کو باہر آنے کی۔

شہریار کا غم و غصے سے برا حال تھا۔

ائی ایم سوری بھائی ہمیں کیا پتہ تھا۔

طوبی نے روتے ہوئے کہا۔

سب پتہ تھا تمہیں اس دن والا واقعہ کافی نہیں تھا کیا ہنٹ کے لیے۔

شہریار غصے سے دھاڑا۔

کونسا واقعہ بھائی

طوبی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

تین دن پہلے ہی ہوا ہے اتنا پرانا نہیں ہوا کہ تم بھول جاو۔

شہریار شدید غصے میں تھا۔

بھائی سچ میں مجھے کسی واقعہ کے بارے میں کچھ نہیں پتہ۔

طوبی روہانسے لہجے میں گھگھیائی۔

ہاں اسے تو مجھے نیچا دیکھانے کا شوق تھا ناں اب اسکا کیا نجانے کون کون بھگتے گا۔

شہریار کا طس نہیں چل رہا تھا کیا کر دے۔

وہ تو آ بھی نہیں رہی تھی میں اسے زبردستی لائی تھی۔

طوبی اب شدت سے رونے لگی تھی۔

شہریار نے ایک نظر اس پہ ڈالی اور پھر پیر کی نوک سے زمین مسلنے لگا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے اتنی بڑی بات اسنے تمہیں نہ بتائی ہو میں کیسے مان لوں۔

شہریار ابھی تک بے یقین تھا۔

میں سچ کہہ رہی ہوں مجھے کچھ نہیں پتہ۔

طوبی نے اپنی بات پر زور دیا۔

شہریار اسے ڈھونڈھو تم انوکھے پریشان نہیں ہو ہم سب بھی پریشان ہیں چلانے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

یااللہ میری بچی کی حفاظت فرمانا

میرا تو دل بیٹھا جارہا ہے کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو کیا جواب دوں گی میں اسکے ماں باپ کو

سلمہ بیگم غم سے نڈھال ہوئی جارہیں تھیں

ارد گرد کے لوگ اب بھی جمع تھے انکی کالونی میں پہلی بار سر شام اتنے رش میں سے کسی لڑکی کا اغوا ہوا تھا۔

مشتاق صاحب کی بھتیجی اغوا ہو گئی ہے۔

اور پھر یہ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ایریا میں پھیل گئی تھی۔

وہ بس ہاتھ پہ ہاتھ رکھے اپنی تشویش کا اظہار کر رہے تھے۔

آنٹی اس دن وہ کہہ رہی تھی کہ وہ آپ کے ساتھ آئی تھی۔

شہریار اب حقیقی معنوں میں پریشان تھا کہ کوئی بھی کچھ بھی نہیں جانتا۔

بیٹا وہ اٹھ کر آگے چلی گئی تو پیچھے سے سامنے والی روقیہ مجھے زبردستی اپنے ساتھ اپنے گھر تک لے گئی۔

مجھے لگا ہانی آجائے گی۔

میں نہیں جانتی اس دن کیا ہوا تھا۔

ثمینہ آنٹی سر جھکائے بولیں۔

دھماکے پہ دھماکے ہو رہے تھے کوئی کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔

شہریار نے ایک بار پھر اسکا نمبر ٹرائے کیا نمبر آن تھا۔

کال اس بار بھی پک نہیں ہوئی تھی

اسنے مایوسی سے موبائل واپس جیب میں رکھا

مگر شہریار اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ کس کا کام ہے۔

آپ سب لوگ گھر جاو یہاں تماشہ کرنے کی ضرورت نہیں میں پولیس اسٹیشن جا رہا ہوں۔

وہ ان سب سے کہتا آگے بڑھ گیا۔

شہریار خود کو گھسیٹتے ہوئے تھانے تک پہنچا تھا۔

تین بار ایکسیڈینٹ ہوتے ہوتے بچا تھا۔

اس لگ رہا تھا جیسے سب ختم ہو گیا تھا۔

یہ اچانک کیا ہو گیا تھا۔

□□□

اس دن ہاتھ آجاتی تو ایک بار کی اذیت سے جان چھوٹ جاتی۔

مگر آج تو۔

وہ اپنا مکروہ چہرہ اسکے قریب کرتے ہوئے ہنسا۔

اسکے چیلوم نے بھی اسکا ساتھ دیا تھا

وہ شدید پریشانی میں اپنے ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔

کیا کہہ رہا تھا اس دن تیرا ہیرو اس لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو جان لے لے گا۔

وہ سب زور زور سے ہنسنے لگا جان لے لے گا۔

اب اسے میں بتاوں گا کہ ذلت کیا ہوتی ہے۔

میں تمہیں آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھوں گا نہ۔

وہ سر کو زور زور سے نفی میں ہلانے لگا

میں تمہیں آنکھ اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔

اسنے اسکے بالوں کو اپنی گرفت میں لیا۔

ہانی نے تکلیف کے شدید احساس کے تحت آنکھیں بند کر لیں تھیں۔

تب مزہ آئے گا جب لوگ اس پر انگلیاں اٹھائیں گے۔

بلاوا اسے کوئی بتائے اسے کہ اپنا چیلنج پورا کر دیا ہے میں نے۔

اسنے ہانی کے بالوں کو جھٹکا دیا تھا۔

ہانی کا سر زور سے درخت کے تنے سے ٹکرایا تھا۔

مگر یہ درد تو کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔

بات اس رات کی مار تک ختم ہو جاتی تو شاید میں اتنا انتہائی قدم نہ اٹھاتا۔

اسکی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔

ہانی بس بے بسی کی انتہا پہ پہنچی اسکی باتیں سننے پہ مجبور تھی۔

اسنے چوری کا جوٹا الزام لگا کر مجھے تین دن کے لیے جیل بھیج دیا۔

وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے غصے سے بولا۔

ہانی اب کسی بے جان شے کی طرح پڑی تھی۔

وہ اس وقت کر بھی کیا سکتی تھی۔

کیا خیال ہے تمہاری ویڈیو بنائی جائے۔

وہ اسکے قریب ہوتے ہوئے ہنسا۔

فیس بک پہ اپلوڈ کریں گے۔

ہانی نے کرب سے آنکھیں موند لیں تھیں۔

ویسے تم چیز کمال کی ہو روز تمہارا پیچھے کرتے کرتے بہت کچھ جان گیا ہوں میں۔

تم اس ہیرو سے کافی نفرت کرتی ہو ہے نا۔

وہ اسکے ہاتھ کھولتے ہوئے بولا۔

قابل نفرت وہ نہیں قابل نفرت تو تم ہو وہ کہنا چاہتی تھی پر اسکا منہ تو بندھا ہوا تھا۔

اسنے نفرت سے چہرہ دوسری جانب موڑ لیا۔

کیوں مجھ سے کیوں نفرت کا اظہار کر رہی ہو۔

سنی نے کہتے ہوئے اسکے ہاتھ صرف درخت کے تنے سے آزاد کئے تھے رسیوں مں تو وہ اب بھی جکڑی ہوئی تھی۔

یا اللہ مدد اپنے پیارے نبی کا صدقہ سمجھ کے مجھے اس ذلت ور سوائی سے بچا لے

وہ بس ایک ہی ورد کو جاری رکھے ہوئے تھی

سنی نے اسکے بالوں سے گھسیٹتے ہوئے کھڑا کیا تھا۔

ہانی آنکھوں میں میں صرف ایک بات کا خوف تھا۔

وہ موت سے ڈرنے والی نہیں تھی اسے جو چیز ڈرا رہی تھی وہ کچھ اور ہی تھی۔

کاش کہ اس وقت مجھے موت آجائے۔

اسنے شدت سے خواہش کی تھی پر وہ کتنی بے بس تھی موت کو بھی گلے نہیں لگا سکتی تھی۔

سنی نے اسے نیچے زمین پہ دھکا دے کر گرایا تھا۔

اسکا منہ ہاتھ پیر سب بندھے ہوئے تھے۔

شہریار تم ہی آجاو ہر بار آجاتے ہو آج کہاں رہ گئے ہو۔

آج اسے اپنا ازلی دشمن بھی دوست دیکھائی دینے لگا تھا۔

وہ زمین پہ اندھے منہ گری پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

وہ سب جنگلی بھیڑیوں کی طرف اس پہ جھپٹ پڑے تھے۔

اسکا کارواں رواں چیخ و پکار کر رہا تھا

ہائے حماد میں شہریار۔

شہریار نے انسپکٹر حماد سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا

حماد شہریار کا پرانا یونیورسٹی فیلو تھا۔

وہ آجکل اسی تھانے کا انسپکٹر تھا۔

ہاں شہریار میں نے پہچان لیا ہے۔

انسپکٹر حماد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آو بیٹھو کیسے آنا ہوا سب خیر ہے نہ۔۔

حماد اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

شہریار کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ بات کہاں سے شروع کرے۔

اپنی عزت کا یوں بیچ بازار تماشہ لگانہ آسان نہیں ہوتا

تم بہت پریشان دیکھائی دے رہے ہو سب خیر تو ہے نہ۔

حماد نے شہریار کی پریشانی بھانپتے ہوئے خود ہی بات کا آغاز کیا تھا۔

شہریار نے ہاتھ مسلتے ہوئے ایک نظر حماد کو دیکھا اور پھر ہمت کرتے ہوئے سنی کے پیچھا کرنے سے لے کر آج تک کی ساری بات اسکے گوش گزار کر دی۔

یار ایک طرح سے یہ سارا معاملہ اغوا کا لگ رہا اور دوسری طرف سے۔

حماد نے بات کرتے ہوئے ایک نظر شہریار کو دیکھا۔

دوسری طرف کیا۔

شہریار نے بے چینی سے کہا۔

یار میری بات کا برا مت ماننا۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ لڑکی اپنی مرضی سے گئی ہو۔

حماد نے ایک نظر شہریار کو دیکھا۔

دیکھو آجکل یہ سب عام بات ہے گھر والے اغوا کا پرچہ کٹوانے آتے ہیں اور وہاں جا کر معاملہ کچھ اور ہی ہوتا ہے یہ روز کا کام ہے ہمارا تم ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ کر جواب دو۔

شہریار کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

تمہیں میری مدد کرنی ہے تو ٹھیک ورنہ ایسی باتیں کر کے میرے زخموں کو کریدنے کی اجازت ہر گز میں تمہیں نہیں دوں گا۔

وہ غصے سے کہتا اٹھ کھڑا ہو گیا۔

دیکھو میں سمجھ سکتا ہوں پر یہ سب میری ڈیوٹی کا حصہ ہے۔

انکوائری کرنی پڑتی ہے

رکو میں سنی کے اڈوں کی انفارمیشن نکلواتا ہوں۔

حماد اسکے کندھے کو تھپکتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

حماد میں اپنے کردار کی گواہی نہیں دے سکتا مگر ام ہانی کے کردار کی گواہی دے سکتا ہوں وہ ایسی لڑکی نہیں ہے۔

شہریار وہیں کھڑے سر جھکائے کرب سے گویا ہوا۔

اپنے ایک اہلکار کو انفارمیشن کا کہہ کر رسیور کریڈل پہ رکھتے حماد کا ہاتھ وہیں تھم گیا تھا۔

شہریار تو انکی کلاس کی جان ہوا کرتا تھا کبھی کسی چیز کو سیریس نہیں لیتا تھا لڑکیاں اگے پیچھے گھومتی تھیں مگر وہ کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔

وقت اگے چلا گیا تھا پر یہ شہریار اتنا کمزور کب سے ہو گیا تھا جو حالات کا مقابلہ نہیں کر پا رہا تھا۔

وہ اسکی کزن تھی عزت تھی مگر کچھ اور بھی تھا۔

حماد سر جھٹکتے ہوئے اس کے قریب آیا۔

یار تم ہمت رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

حماد نے اسے کندھے سے پکڑ کر واپس بٹھایا تھا۔

تم۔کچھ بھی کرو اسے ڈھونڈھ نکالو پر دوبارہ ایسی بات مت کہنا حماد وہ شکست خردہ لہجے میں بولا۔۔۔۔

آئی ایم سوری یار میں تمہارے ساتھ بھی پر فیشنل ہو گیا میں معذرت چاہتا ہوں بس ابھی ساری انفارمیشن مل جائے گئی۔

اس کے بارے میں حماد اسکے پاس کھڑا اسے تسلیاں دے رہا تھا۔

اگلے دس منٹ میں سنی کے بارے میں ساری انفارمیشن حماد کو مل گئی تھی۔

اس کے مین تین ٹھکانے تھے جن میں سے دو پر وہ کثرت سے جاتا تھا اور اسے آج شام کو ہی ضمانت پر رہا کیا گیا تھا۔

حماد نے تینوں ٹھکانوں پر ریڈ کروائی تھی پر وہاں سے کچھ نہیں ملا تھا۔

مگر وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔

شہریار کچھ سمجھ نہیں آرہا کیا کیا جائے۔

حماد پریشانی سے یہاں وہاں چکر لگا رہا تھا۔

حماد ہمارے پاس وقت بہت کم ہے یہ نہ ہو ہمارے پہنچنے تک

شہریار نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

وہ ایسا کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا مگر۔۔۔

یار اسکا نمبر ٹرائے کیا تم لوگوں نے حماد اسکے قریب آتے ہوئے بولا۔

ہاں نمبر آن ہے لگتا ہے اسکا موبائل کہیں راستے میں رگر گیا ہو گا اگر ان کے ہاتھ لگ جاتا تو اب تک بند ہوتا۔

شہریار نے مایوسی سے کہا۔

مگر ہم لوکیشن ٹریس کروا کر چیک کر سکتے ہیں کیا پتہ کوئی انفارمیشن مل جائے۔

حماد تیزی سے کہتا اگے بڑھا۔

شہریار نے ام ہانی کا نمبر اس کے سامنے کیا تھا۔

حماد نے اپنے ماتحت عملے کو جلد از جلد لوکیشن ٹریس کرنے کا حکم دیا تھا۔

یا اللہ اسے اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔

شہریار نے آنکھیں بند کرتے ہوئے شدت سے دعا کی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مما اگر ماموں جان اور ممانی کو کو پتہ چل گیا ہم کیا جواب دیں گے۔ طوبی اور سلمہ بیگم بس پریشانی سے لاونج میں صوفوں پر بیٹھیں تھیں جبکہ مشتاق صاحب پریشانی سے ایک وہاں چکر کاٹ رہے تھے۔

ہائے میرے بھائی کی اکلوتی بیٹی یا اللہ اسکی حفاظت فرمانا میں اپنے بھائی بھاوج کو کیا منہ دیکھاوں گی انکی بیٹی کا خیال بھی نہ رکھ پائی۔

وہ کہتیں ہوئیں پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

ہم بس دعا کر سکتے ہیں بچی ساتھ خیریت کے گھر آجائے کچھ نہیں ہو گا اسے تم حوصلہ رکھو۔۔ مشتاق صاحب نے انھیں حوصلہ دیا تھا۔

طوبی اور سلمہ بیگم نماز کے لیے اٹھ گئیں تھیں۔

ام ہانی کو انکی دعاوں کی بہت ضرورت تھی۔

☆☆☆

حماد بھی اپنی کیپ درست کرتے اٹھ کھڑا ہوا۔

شہریار نے اسکے ایڈریس بتانے سے پہلے ہی وہ کارڈ اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

یہ لوکیشن تو ہمارے گھر کے قریب ہی ہے سڑک سے نیچے پہاڑوں کی طرف جھاڑیاں اور درخت وہاں ہے۔

شہریار کاغذ پہ نظریں جمائے بول رہا تھا۔

پھر ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے جا کر چیک کرنا چاہیے حماد اسکا کندھا تھپکتے ہوئے بولا۔

جلدی سے سب کو ریڈ کے لے ریڈی کرو۔

حماد نے اپنے ماتحت کو حکم دیا تھا۔

یس سر وہ سیلوٹ کرتا باہر چلا گیا۔

شہریار کنفرم تو نہیں مگر ہم تسلی کے لیے جا رہے ہیں تم آ جاو۔

حماد اسے کہتا ہوا باہر کی جانب بڑھا۔

یہ کیسی امید ملی تھی جس کے بعد بھی کوئی امید نہیں تھی۔

اگر وہ وہاں بھی نہ ہوئی یا ہمیں دیر ہو گئی تو۔

وہ بھی انہی سوچوں میں الجھا حماد کے پیچھے لپکا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ بھیڑئے اسے نوچ کھانے کو بے تاب تھے۔

ام۔ہانی دونوں ہاتوں پیروں کے بندھے ہونے کے باوجود ہر ممکن حد تک مزاہمت جاری رکھے ہوئے تھی۔

بڑی اتھری چیز ہے سنی بھائی بڑی جان ہے اس میں ان میں سے ایک نے اسکے گلے پہ ہاتھ رکھے اسکا گلا دبانے کی کوشش کی تھی۔

یااللہ مجھے موت آجائے پر یہ سب نہیں۔

اسے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

ابے سالے یہ کیا کر رہا ہے سنی نے اسے پیچھے دھیکلا تھا۔

ہانی مایوس ہوئی وہ پھر بچ گئی تھی۔

اچھے بھلے ہلال مال کو کیوں مردار بنانے پہ تلے ہو۔

دوسرے والے نے پہلے والے کو گھرکا۔

ہانی اسی لڑائی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کمر کے بل سرکتی ہوئی تھوڑا دور ہٹھی۔

سنی نے اسکی حرکت کو فورا نوٹس کیا تھا۔

کیا ہوا مجھ سے دور بھاگنے کا دل چاہ رہا ہے۔

وہ اس پہ جھکا زور سے چلایا۔

میں بھجتا ہوں تمہیں خود سے دور ابھی تمہاری ساری اکڑ اور تیزی ختم نہ کر دی تو سنی دادا نام نہیں میرا۔

اسنے چلاتے ہوئے زور دار تھپڑ ہانی کے منہ پر مارا۔

اسکا گال اندر سے پھٹ گیا تھا۔

یا اللہ مدد ہانی نے شدت سے اللہ کی رحمت کو پکارا تھا۔

ابے سالے تیری ہمت کیسے ہوئی ہانی کو ہاتھ لگانے کی۔

شہریار نے گھٹنوں کہ بل جھکے سنی کو اسکے کالر سے پکڑ کر اٹھایا تھا۔

یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ کوئی اتنی شدت سے اپنے اللہ کو پکارے اور وہ اسکی آواز نہ سنے۔

تیری یہ جرات یہ سب کرے گا تو اب شہریار شدید تیش کے عالم میں چلاتے ہوئے اس پر جھپٹ پڑا تھا۔

اور پھر اسنے پاگلوں کی طرح جنونی انداز میں اسے مارا تھا۔

لاتیں مکے ٹھڈے

حماد نے اسے نہیں روکا تھا۔

سنی کے باقی تینوں ساتھیوں کو پولیس کے باقی اہلکار ہتھ کڑی لگا چکے تھے۔

انکا شک ٹھیک نکلا انھوں نے لوکیشن کی جگہ کو ہی فالو کیا تھا اور راستے میں انھیں سڑک کے قریب ہی کچھ ٹوٹی چوڑیاں اور ایک سفید دوپٹہ دیکھائی دیا تھا۔

یہ ام ہانی کا ہی دوپٹہ ہے شہریار دوپٹہ ہاتھ میں لیتے ہوئے پورے یقین سے بولا۔

آر یو شور حماد نے رکتے ہوئے دیکھا۔

آئی ایم شور کیوں کہ یہ اسی پرفیوم کی خوشبو ہے جو وہ استعمال کرتی ہے۔

وہ دوپٹہ اپنے سینے کے ساتھ لگائے بولا۔

حماد سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اگے بڑھ گیا۔

وہ لوگ تھوڑا اگے تک گئے تھے انھیں قریب ہی کچھ ہلچل محسوس ہوئی تھی۔

اور پھر تھوڑا اور قریب جانے پر آوازیں صاف سنائی دینی لگیں تھیں

شہریار ایک دم اگے بڑھا تھا۔

یار یہ جذباتی ہونے کا وقت نہیں۔

حماد نے اسکا بازو پکڑ کر اسے روکا۔

اور اپنی نفری کو یہ سارا ایریا چاروں طرف سے گھیر لینے کا اشارہ کیا۔

اور پھر ہوشیاری سے ان تینوں کو پیچھے سے پکڑا۔

مگر شہریار سامنے کا منظر دیکھ کر غصے سے بے قابو ہو گیا تھا۔۔

وہ مسلسل سنی کو مار رہا تھا۔

ام۔ہانی کو اب تک اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔

اللہ نے اسکی سن لی تھی وہ بچ گئی تھی۔

شکرانے کے کئ آنسو زمین کو تر کر گئے تھے۔

حماد نے اگے بڑھ کر ام ہانی کی رسیاں کھول دیں تھیں۔

منہ سے کپڑا کھولتے ہی بہت سارا خون اسکے منہ سے بہہ نکلا تھا۔

مگر وہ وہیں اپنے بے جان وجود کے سات بیٹھی رہی۔

حماد اسے وہیں چھوڑ کر شہریار کی طرف بڑھا اور اسے سنی سے الگ کرتے ہوئے اپنے سپاہی کو اسے اریسٹ کرنے کا اشارہ کیا۔

شہریار نڈھال سا پیچھے ہٹ گیا۔

وہ تو اسے جان سے مار دینا چاہتا تھا۔

یار تمہاری کزن وہاں ہے جاو اسے لے کر گھر جاو انکو میں ہینڈل کر لوں گا۔

حماد نے اسے تسلی دی۔

حماد یہ لوگ باہر نہیں آنے چاہئیں۔

جتنا پیسا لگا میں لگاوں گا اور کیس بھی لڑوں گا ان کے خلاف۔

شہریار ایک دم غصے سے بولا۔

تم بے فکر رہو یہ باہر نہیں آئیں گے۔

اب چلو تمہیں گھر ڈراپ کر دوں تمہاری بائیک تو تھانے ہے۔

حماد اسے کہتا آگے بڑھ گیا۔

شہریار آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اپنے سے کچھ فاصلے پر کسی مومی مجسمے کی طرح براجمان ہانی کی طرف بڑھا۔

ہانی کا لباس کئی جگہوں سے پھٹ چکا تھا۔

اور منہ کے علاوہ بھی کئی جگہوں پر ناخنوں کے نشان تھے اور کئی گہرے زخموں سے خون رس رہا تھا۔

شہریار کے سینے میں درد اٹھا تھا۔

ام ہانی نے آنسوؤں سے لبریز نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

وہ بھی اسی پر نگاہیں جمائیں بیٹھا تھا۔

ام ہانی کو لگا کہ وہ ابھی اس پر برس پڑے گا۔

مگر نہیں وہ تو خود بہت نڈھال دیکھائی دے رہا تھا۔

اسنے کب سوچا تھا کہ وہ ہانی کو اس حال میں دیکھے گا۔

شہریار نے بروقت اپنی نظریں جھکا کر اپنے آنسو چھپا لیے تھے۔

اور پھر اپنے گلے میں مفلر کی طرح پہنا ہوا ہانی کا دوپٹہ اتار کر اسے اوڑھا دیا۔

اور پھر اسے کندھوں سے تھام کر کھڑا کیا۔

ہانی کو لگا جیسے وہ جلتی دھوپ سے ایک سایہ دار درخت کے سائے تلے آ گئی ہو۔

وہ اسی کسی قیمتی متاع کی طرح اپنے بازوں میں سمیٹے آگے بڑھنے لگا۔

ام ہانی کو آج وہ سچ مچ رحمت کا فرشتہ معلوم ہو رہا تھا۔

حماد انھیں اپنی گاڑی میں گھر ڈراپ کر کے چلا گیا تھا۔

☆☆☆

وہ تو بس بت بنے بیٹھی تھی طوبی نے اسکے زخم صاف کر کے بینڈ یج کی تھی۔

اور پھر اسکے کپڑے بدلوائے تھے۔

وہ مسلسل رو بھی رہی تھی مگر وہ ہانی سے کوئی سوال نہیں کر رہی تھی۔

ہانی کے تو گویا آنسو خشک ہو گئے تھے۔

وہ بس پتھر کی ہو گئی تھی۔

اس رات نہ سحری بنی اور نہ ہی کوئی پھر اپنے کمرے سے باہر آیا۔

سب نے بنا سحری روزہ رکھا تھا

ام۔ہانی یہ پین کلر لے لو آرام ملے گا اور سونے کی کوشش کرو۔

طوبی نے ایک ٹیبلیٹ اسکے ہاتھ پہ رکھتے ہوئے پانی کا گلاس اسکے سامنے کیا۔

ہانی نے خاموشی سے ٹیبلیٹ لے لی تھی۔

یار تم پلیز روزے کی نیت مت کرنا۔

طوبی اسکے کے قریب بیٹھ گئی۔

وہ اسے اچھی طرح جانتی تھی۔

ہانی نے سر اثبات میں ہلاتی وضو کرنے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اب اللہ کا شکرانہ ادا کرنے کا وقت تھا۔

اور جاتے ہوئے اسنے روزہ کی نیت کر لی تھی۔۔

دوسری طرف شہریار بس جائے نماز پہ بیٹھا مسلسل ہاتھ اٹھائے رو رہا تھا۔
وہ اپنے رب کا کیسے شکر ادا کرتا بے شک وہ عزتوں کا رکھوالا ہے۔
اسے اس وقت ایک ہی آیت یاد آ رہی تھی۔
تو پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نیعمتوں کو جھٹلاو گے۔
بے شک وہ اللہ ہی ہے جو کبھی کسی کو مشکل میں اکیلا نہیں چھوڑتا وہ اور شدت سے رو دیا۔
شہریار کو جائے نماز پہ بیٹھے بیٹھے ہی آٹھ بج گئے تھے۔
مگر بے چینی تھی کہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔
وہ جائے نماز طے کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔
پوری رات کا جاگا ہوا ہونے کے باوجود نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔
وہ سونے کا ارادہ ترک کر کے باہر نکل گیا تھا۔
اور پھر اسکے قدم ام ہانی کے کمرے کی جانب خود بخود اٹھنے لگے تھے۔
دھیرے سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تھا۔

طوبیٰ بیڈ پہ بے سودھ سو رہی تھی جبکہ ام ہانی جائے نماز پہ ہی دوپٹہ نماز کی طرح اوڑھے ٹانگیں سمیٹے ایک بازو سر کے نیچے رکھے سو رہی تھی۔

شاید وہ دعا مانگتے ہوئے وہیں سو گئی تھی۔

کتنا سکون تھا نہ اسکے چہرے پہ اور بلا کی معصومیت

کمرہ کافی ٹھنڈا تھا شہریار نے سکڑی سمٹی ہانی پہ ایک نگاہ ڈال کر بیڈ پہ پڑا اسکا کمبل اس پہ اڑھایا تھا۔

وہ کمبل اڑھانے کے لیے جھکا تھا جب اسکی نگاہ اسکے سوجے ہوئے گال اور زخمی ہونٹ پہ پڑی تھی۔۔

کل رات کے زخم ایک ایک کر کے یاد آنے لگے تھے۔

ام ہانی تھوڑا سا کسمسائی اور کمبل کو اپنے اوپر کھینچا۔

کلائی پہ رسیوں کے نشان ابھی بھی موجود تھے۔

شہریار نے بے اختیاری سے اسکے گال کی سوجن کو اپنی انگلی کی پوروں سے چھوا تھا۔

ہانی تھوڑا سا ہلی شاید اسے درد محسوس ہوا تھا۔

شہریار نے فورا اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔

اور پھر اسکے پاس سے اٹھ کر دبے قدموں وہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

☆☆☆

طوبی کے آنسو روانی سے ام ہانی کے ہاتھ پہ گرنے لگے تھے۔

ام ہانی نے چونک کر اسے دیکھا۔

وہ سر جھکائے رو رہی تھی۔

کیا ہوا طوبی ام ہانی نے اسکا چہرہ اوپر کرتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

تم اس لیے مجھ سے بات نہیں کر رہی نہ تمہیں لگتا ہے سارا قصور میرا ہے میری وجہ سے یہ سب ہوا

وہ مسلسل روتے ہوئے بول رہی تھی۔

ام ہانی نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا

مجھے معاف کر دو ہاں غلطی میری ہے مجھے تمہیں فورس نہیں کرنا چاہیے تھا تم۔ نہیں جانا چاہتی تھی پر تم نے بھی تو نہیں بتایا کہ اس سے پہلے بھی تمہارے ساتھ کوئی مسلہ ہوا ہے۔

وہ اب کے ناراضگی سے بولی۔

تم غلط سوچ رہی ہو

ام ہانی نے دھیرے سے اسکا ہاتھ تھپکا۔

میں نہ تم سے ناراض ہوں نہ کسی اور سے کسی کا کوئی قصور نہیں یہ سب ہونا طہ پا چکا تھا وہ تو شکر ہے مجھے اللہ نے بچا لیا ورنہ۔

ام ہانی دھیرے سے مسکرائی۔

اور تم بس اس سب کو چھوڑو خود بھی بھول جاو اور میری بھی بھولنے میں مدد کرو۔

ام ہانی ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے بیٹھی تھی۔

اور طوبی ٹکٹکی باندھے بیٹھی تھی۔

ام ہانی بہت ہمت والی ہو تم طوبی نے اسے داد دی۔

اچھا مکھن مت لگاو۔

ام ہانی سے اسے چھیڑا۔

تم ہنستی ہوئی بہت اچھی لگتی ہو ہمیشہ ہنستی رہو اللہ تمہیں خوشیاں دے۔

طوبی نے اسے دل سے دعا دی تھی

اچھا دادی اماں جی۔

ام ہانی ہنس دی طوبی نے اسکا ساتھ دیا تھا

▪▪▪

میں واپس لاہور جانا چاہتی ہوں۔

ام ہانی یوں ہی سر جھکائے بولی۔

بیٹا دو تین دن رک جاو ہھر چلی جانا۔

پھوپھو کا دل دکھ سے بھر گیا تھا مگر وہ خود کو نارمل کرتے ہوئے بولیں۔

ام ہانی نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

وہ لوگ ابھی اسی طرح بیٹھے باتوں میں مصروف تھے جب محلے کی کچھ عورتیں آئیں تھیں۔

سلم بیگم انھیں دیکھ کر کافی پریشان ہو گئیں تھیں۔

ارے روقیہ رفیقہ تم لوگ آج کیسے راستہ بھول گئیں۔

سلمہ بیگم انھیں خوش اخلاقی سے ملیں تھیں۔

برے وقت میں اپنے ہی کام آتے ہیں۔

وہ دونوں بیٹھتے ہوئے بولیں۔

اللہ نہ کرے کہ کوئی برا وقت آئے جو آیا تھا ساتھ خیریت کے گزر گیا۔

سلمہ بیگم۔ دہل کر بولیں

ارے ہم اسی کی تو بابر کر رہے ہیں

وہ بھی بیٹھ کر کل رات کے واقعہ پر اظہار خیال کرنے لگیں تھیں۔

بس بہن اب جو ہونا تھا سو ہو گیا اللہ آپ لوگوں کو صبر دے بڑی ہمت والی بچی ہے آپ کی آپ سب میں بلکل نارمل بیٹھی ہوئی ہے۔

ہانی کا دل چاہا کہ وہ وہاں سے اٹھ کر بھاگ جائے۔

مگر وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔

کیسی باتیں کر رہی ہو تم لوگ کچھ بھی نہیں ہوا میری ہانی ساتھ خیریت کے گھر واپس آئی ہے۔

سلمہ بیگم کو ان کی باتیں چبھ رہیں تھیں مگر وہ اپنا لہجہ نارمل رکھنے پر مجبور تھیں زرا سا غصہ کرتیں یہ لوگ محلے میں ایک کی دس لگا کر سناتیں۔

ارے بھائی یہ تو ہم جانتے ہیں ناں کہ سب ٹھیک تھا۔

پر لوگوں کو کون سمجھائے کل کو اسکا رشتہ بھی کرنا ہو گا۔

کوئی کیوں کر شادی کے لیے مانے گا۔

روقیہ نخوت سے بولیں۔

ان کا ایک ایک لفظ ہانی کی روح کو زخمی کر رہا تھا

بس جہاں نصیب ہوا ہو جائے گا۔

سلمہ بیگم محلے داری کی وجہ سے خاموش تھیں۔

ارے بھائی ہمیں تو ترس آرہا ہے ماں باپ کو بتایا کیا ہوا ہے انکی بیٹی کی ساتھ۔

رفیقہ نے زرا آگے جھکتے ہوئے کہا۔

ہانی کی آنکھوں سے آنسو گرنا شروع ہو گئے تھے۔

اگلے بندے کے چاروں شانے چت کر کے لاجواب کر دینے والی ام ہانی زندگی کے کس مقام پر آ کھڑی ہوئی تھی۔

نہیں ہم نے انھیں کچھ نہیں بتایا کیونکہ جب کچھ ہوا ہی نہیں ہم کیا بتائیں۔

شہریار اپنے کمرے سے کسی کام کے سلسلے سے باہر نکلا تھا۔

اور کافی دیر سے انکی باتیں سن رہا تھا مگر اب جواب دینا ضروری ہو گیا تھا۔

ارے بیٹا ہم تو خیر خواہ ہیں آپکے روقیہ مسکرا کر بولیں۔

میں سمجھ سکتا ہوں آنٹی اسی لیے تو بہت ضروری بات کرنے لگا ہوں آپ سے۔

وہ کہتے ہوئے انکے سامنے بیٹھا۔

ہاں ہاں بیٹا بولو۔۔

وہ ہمہ تن گوش ہوئیں۔

وہ کیا ہے ہانی کی بے گناہی کا اور پاکدامنی کا یقین ہے نہ آپکو۔

شہریار نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی تھوڑی کے نیچے ٹکایا۔

ہاں ہاں بیٹا بلکل انھوں نے سر زور زور سے اثبات میں ہلایا۔

ام ہانی بس حیرانگی سے شہریار کو دیکھ رہی تھی۔

ابھی آپ ام ہانی کے رشتے کی بات کر رہیں تھیں۔

وہ اپنی نظریں انہی پر گاڑے بیٹھا تھا۔

انھوں نے اپنے سر کو ایک بار پھر ہاں میں جنبش دی تھی۔

تو آپ ام ہانی کا رشتہ کیوں نہیں لے لیتیں اپنے بیٹے کے لیے۔

شہریار نے ٹانگ پر ٹانگ جماتے ہوئے کہا۔

سلمہ بیگم اور طوبی کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

اور روقیہ بیگم کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

ام ہانی کو لگا جیسے شہریار بیچ بازار اسے نیلام کر رہا ہے۔

اس ان خواتین کی باتوں سے بلکل فرق نہیں پڑا تھا

شہریار کی بات نے اسکے دل کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

لو تو آج سب لوگ اسے اسکی قیمت بتانے پر تل گئے تھے۔

طنز لمحوں میں وہ کتنی بے وقعت ہو گئی تھی۔

دنیا کو جوتے کی نوک پہ رکھنے والی۔

آج لوگوں کی ٹھوکروں پر پڑی تھی۔

وہ ایک دم وہاں سے اٹھ کر بھاگتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی

بیٹا کیا بات کر رہے ہو تم میرے بیٹے کو لڑکیوں کی کمی نہیں ہے

جو ایک دغدار لڑکی کو میں اپنی بہو بنالوں۔

ام ہانی کے کان بھی ان الفاظ سے فیض یاب ہوئے تھے۔

تم کیوں نہیں کر لیتے اس سے شادی گھر کی عزت گھر میں رہ جائے گی۔

وہ منہ بنا کر نخوت سے بولیں۔

آپکا بیٹا کہاں ہے۔

شہریار آج اپنے صبر کو آخری حد تک آزمانا چاہتا تھا۔

وہ بڑی اچھی نوکری کرتا ہے وہ خیر کل نائٹ ڈیوٹی تھی اسکی شام تک آجائے گا گھر۔

وہ غصے سے بولیں۔

اپنی عزت کو گھر پر سنبھال کر رکھو میرے شریف بیٹے کے لیے کمی نہیں ہے رشتوں کی

اپنے گلے کا طوق ہمارے گلے۔

بس بہت ہو گیا۔

شہریار ایک دم چلا اٹھا۔

ایک لفظ اور نہیں۔

وہ سہم کے چپ ہو گئیں۔

ہماری عزت ہے ہم سنبھالنا بھی جانتے ہیں اسی لیے آج تک محفوظ اور بر قرار ہے۔

اور جس بیٹے کے کردار کا نکارہ بجا رہیں ہیں تو آپ بھی سن لیں۔

وہ اس ساری کاروائی میں برابر کا شریک رہا ہے نہیں یقین تو ایک چکر تھانے کا لگائیں۔

اور ایک بات تو قسم کھا کر کہتا ہوں اسے نہ تو معاف کروں گا نہ اتنی آسانی سے رہا ہونے دوں گا۔

شہریار بھی تیش کے عالم میں بولا۔

دیکھو تم میرے بیٹے پر جھوٹا الزام مت لگاو۔

روقیہ بھی بھڑک اٹھیں۔

دوسروں پر کیچڑ اچھالنے سے پہلے اپنے گھر پر نظر رکھیں۔

اور رہی بات رشتے کی تو ام ہانی کو اچھے لڑکوں کی کمی نہیں ہے آپ پریشان مت ہوں۔

اپنے بیٹے کی رہائی کا بندوبست کریں چھوٹنے تو میں نے دینا نہیں اب اسے۔

وہ مضبوطی سے بولا

ام ہانی درازے کے ساتھ کھڑی اس ساری کروائی کو حیرانگی سے سن رہی تھی۔

شہریار اس کے لیے دنیا سے لڑ رہا تھا پر کیوں۔۔۔؟

شاید اپنی عزت کے لیے کر رہا تھا۔

بھئی ہم تو ہمدردی میں آئے تھے لے کے ہماری بے عزتی کر دی۔

وہ دونوں غصے سے کہتیں اٹھ کھڑیں ہوئیں۔

آپ جیسی خواتین ہی ہوتیں ہیں سارے محلے کی خبر ہوتی ہے سوائے اپنے گھر کے۔

وہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اچھا سلمہ بہت شکریہ بے عزتی کا اب نہیں آئیں گے کبھی۔

وہ کہتیں ہوئیں آگے بڑھ گئیں۔

جی ضرور آنٹی مت آیئے گا پر ام ہانی کی شادی پر ہم ضرور بلائیں گے آپ کو۔

شہریار نے پیچھے سے بلند آواز میں کہا۔

یہ کیا طریقہ ہے گھر آئے مہمان سے بات کرنے کا۔

سلمہ بیگم شہریار کے سر ہوئیں۔

حیرت تو مجھے آپ سب پہ ہو رہی ہے وہ بے فضول کی بکواس کر رہیں تھیں اور آپ خاموشی سے سن رہیں تھیں۔

وہ بھی بھڑک اٹھا۔

وہ اب ایک کی دس لگا کر پورے محلے میں پتہ نہیں کیا کیا بولیں گئیں۔

بیٹا کس کس منہ بند کرواو گے۔

سلمہ بیگم شکستہ لہجے میں بولیں۔

سب کا بند کرواسکتا ہو ضرورت پڑی تو توڑ بھی سکتا ہوں

شہریار نے مضبوط لہجے میں کہا۔

سلمہ بیگم اسکا جنون دیکھ کر رہ گئیں۔

سوچ رہی ہوں بھائی صاحب کو بتادو۔

وہ پریشانی سے بولیں۔

کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے وقت آنے پر میں خود سب کو سب کچھ بتادوں گا۔

وہ کہتا ہوا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا

ہانی جذباتی مت بنو کیا کر رہی ہو تم۔

طوبی کمرے میں آئی تو ہانی اپنی پیکنگ کرنے میں مصروف تھی۔۔

تم کہیں نہیں جاو گی سمجھی تم

طوبی نے ایک ایک کر کے اس کے بیگ سے کپڑے باہر نکسلنے شروع کر دیئے تھے۔

یار مجھے اب اور نہیں رہنا یہاں اور نہیں سنا جاتا مجھ سے مجھے مت رکو مجھے جانے دو۔

ہانی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔

مجھے چینج کی بہت ضرورت ہے طوبی سمجھو اس بات کو۔

ہانی نے کپڑے واپس رکھنے شروع کئے۔

طوبی خاموشی سے باہر چلی گئی تھی۔

☆☆☆

مگر آجکل تو اسکی ٹون ہی بدلی ہوئی تھی۔

ہانی سر جھٹکتے ہوئے پھوپھو اور طوبی سے گلے ملتی طاہر آگئی تھی۔

وہ گاڑی میں بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا۔

وہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گئی۔

افطاری کا وقت ہو گیا ہے میرے خیال میں کسی ہوٹل پہ سٹے کر لینا چاہیے۔

دونوں کے درمیان ابھی تک خاموشی حائل رہی تھی۔

جب شہریار نے گاڑی آہستہ کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا تھا۔

اسنے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

اب ٹائم کم ہے کوئی اچھا ہوٹل نہیں ملے گا اتنی جلدی کسی ڈھابے پہ افطاری کر لیتے ہیں گاڑی میں پانی بھی نہیں کھانا اگے کسی اچھے ہوٹل پہ کھالیں گے۔

وہ گاڑی ایک ڈھابے کے قریب روکتے ہوئے بولا۔

وہ اب بھی خاموش رہی تھی۔

تم باہر نہیں آو گی۔

وہ اسکی سائیڈ جھکتے ہوئے بولا۔

مجھے طھوک نہیں ہے بس پانی لا دیں۔

وہ یوں ہی سر جھکائے بولی۔

اطراف میں مغرب کی آذان اب سنائی دینے لگی تھی۔

تم کچھ مت کھانا بس میرا ساتھ دینا یوں گاڑی میں مت بیٹھو۔

شہریار نے کہتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

میں نے کہا نہ بس آپ کھالیں اور جلدی چلیں رات تو ویسے ہی ہو جانی ہے نیر اموڈ نہیں۔

وہ چڑچڑے پن سے بولی۔

میں تمہاری ایک نہیں سننے والا۔

شہریار نے کہتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ لیتے ہوئے نسبت ایک خالی کونے کی جانب بڑھ گیا۔

وہ منہ بناتے ہوئے بیٹھ گئی تھی۔

شہریار نے ویٹر کو آڈر دیا تھا۔۔۔۔

جب تک ویٹر نے آڈر سرو کیا تب تک وہ خاموش ہی بیٹھے رہے تھے۔

تم بھی کھالو۔

شہریار نے نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

کہا نہ نہیں کھانا کیوں ایک بات کے پیچھے پڑ جاتے ہو۔

وہ تپ گئی تھی۔

اچھا ٹھیک ہے مت کھاو مجھے کیا۔

ویسے ایک بات ہے ڈھابے کے کھانا کا مزہ ہی الگ ہوتا ہے۔

ہ مزے سے بولا۔

ہانی کی بھوک سے بری حالت تھی مگر وہ کھانا نہیں کھا رہی تھی۔

وہی پرانی عادت غصے میں کھانا چھوڑ دینے کی۔

وہ بھی خاموشی سے سر جھکائے مزے سے کھا رہا تھا۔

اور پھر شہریار کو اس پہ ترس آ گیا تھا۔

جب تک تم کچھ کھاو گی نہیں میں یہاں سے ہلوں گا بھی نہیں۔

رہی بات سٹینڈرڈ کی تو میرا یہ تمہارے ساتھ پہلا سفر تو ہے نہیں میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں تمہیں ڈھابے کا کھانہ بہت پسند ہے۔

وہ اپنا کھانا ختم کرتے ہوئے بولا۔

ہانی جانتی تھی وہ نہیں ٹلے گا اس لیے اس نے چپ چاپ کھانا کھا لیا تھا۔

اتنا مہربان تو وہ کبھی نہیں رہا تھا۔

ہانی کو یاد تھا کہ وہ کہتی رہ جاتی مگر وہ کہیں نہیں رکتا تھا۔

سو سارا سفر بھوکے طے کیا جاتا۔

تو یہ ہمدردی تھی اور کچھ نہیں۔

نوالہ اس کے خلق میں اٹکنے لگا تھا۔

وہ اپنا کھانا ادگورا چھوڑ کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

شہریار پریشانی میں اسکے پیچھے لپکا تھا۔ کیا ہوا ہے اب وہ اسکے قریب کھڑا حیرت سے بولا۔

کچھ نہیں اسنے فورا اپنے آنسو چھپائے۔

صاحب جی یہ آپکی بیوی کا موبائل۔

ڈھابے پہ کام کرنے والا ایک لڑکا شہریار سے مخاطب ہوا۔

ڈہریار اور ام ہانی نے بیک وقت پیچھے مڑ کے دیکھا۔

ہانی جلدی میں اپنا موبائل وہیں بھول آئی تھی۔

میں انکی

بہت شکریہ بچے ہانی کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی شہریار بول پڑا۔

اور یہ رہا تمہارا انعام تمہاری ایمانداری کا۔

شہریار نے جیب سے کچھ پیسے نکالتے ہوئے اسے تھمائے۔

وہ لڑکا مسکرا کر واپس چلا گیا۔

ہر کسی کی تصیح کرنا ضروری نہیں ہوتا۔

میں بل پے کر کے آتا ہوں۔

شہریار اسے کہتا واپس پلٹ گیا تھا۔

عجیب انسان ہے۔

ہانی نے اسے دیکھتے ہوئے زیر لب بولی۔

آج کے دور میں بھی ایماندار انسان ہیں۔

ہانی نے دور کھڑے کسی گاہک سے آڈر لیتے اس لڑکے کو دیکھت ہوئے سوچا۔

یہاں سے قریب میں ایک پٹرول پمپ ہے وہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے ٹائم کم ہے جلدی بیٹھو

شہریار گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے اندر بیٹھا۔

وہ بھی اپنی نظریں ہٹا کر گاڑی کی طرف بڑھی۔

نماز مغرب ادا کرنے کے بعد وہ لوگ کہیں رکے نہیں تھے۔

اس دوعان ہانی کو بارہا محسوس ہوا تھا جیسے شہریار کچھ کہنا چاہتا تھا مگر وہ تھی کے اسکی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔

پھر پورا راستہ خاموشی رہی تھی۔

شہریار اسے لاہور چھوڑنے کے بعد وہاں رکا نہیں تھا اگلی صبح ہی وہ واپسی کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔

☆☆☆

ہانی نے اپنا روئے سخن حسام کی طرف موڑا۔

ایک تو تم ہر وقت اپنے کردہ ناکردہ احسان جتاتی رہتی ہو۔

اور وہ سب جو میرے کام کے بدلے تم مجھ سے کرواتی ہو۔

وہ بھی سیدھا ہو بیٹھا۔

کردہ بولو نا کردہ احسان جتانا میری عادت نہیں۔

وہ ادائے بے نیازی سے بولی۔

اچھا میں بتاوں۔

تم دونوں اپنی چونچ لڑانا بند کرو اور اٹھ کے ادھر آور افطار کا وقت ہو گیا ہے۔

ندرت بیگم گھرک کے بولیں۔

ورنہ وہ جانتی تھیں اگر وہ نہ طولیں تو وہ لوگ ساری رات بحث کرت رہیں گے۔

تو وہ دونوں بھی ایک دوسرے کو بعد میں نمٹتے ہیں کا اشارہ کرتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

ہانی نے خود کو نارمل۔ کر لیا تھا۔

وہ نہیں چاہتی کہ وہ سب دہرایا جائے وہ بھول جانا چاہتی تھی۔

اور یہاں آ کر وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہو گئی تھی۔

ہانی کو آئے ہوئے پانچ چھ دن ہو گئے تھے۔

پرسوں عید متوقع تھی۔

وہ جب سے آئی تھی زیادہ تر اپنے کمرے میں پائی جاتی تھی کام کے سلسلے میں باہر آتی اور پھر واپس چلی جاتی۔

ارے اتنی ساری مٹھائی یہ کہاں سے آئی۔

ہانی عیشاء کی نماز پڑھ کے آئی تو باہر کا منظر ہی کچھ اور تھا ڈھیر ساری ٹوکریاں مٹھائی کی اور بہت سارا پھل۔

یہ سب تین افراد کے لیے بہت سے بھی زیادہ تھا۔

وہ حیران ہوتی ہوئی صوفے پہ بیٹھ گئی۔

تم آم کھاو پیڑ مت گنو۔

حسام کسی آسائنمنٹ میں الجھا ہوا تھا اسے دیکھ کر ہنستے ہوئے بولا۔

سیدھی طرح بتاو عید میں ابھی دو یا تین دن ہیں پھر یہ سب ابھی سے کیوں منگوالیا۔

ہانی نے پاس پڑی مٹھائی کی ٹوکری میں جانکا

یہ عید کے لیے نہیں بہت ہی خاص مقصد کے لیے منگوائی جانے والی مٹھائی ہے۔

حسام اسے دیکھتے ہوئے ہنسا۔

کس مقصد کے لیے ہے۔

ہانی کی نظر گلاب جامن پہ ٹھہر گئی تھی۔

پھوپھو لوگ آرہے ہیں۔

حسام نے اپنے کام میں مصروف کہا۔

مگر کیوں

وہ حیران ہوئی۔

حسام خاموشی سے اپنی اسائنمنٹ میں کھویا رہا۔

اب بک بھی چکو۔

ہانی نے گلاب جامن منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

شہریار بھائی کی منگنی کے سلسلے میں یہ مٹھائی بھی اسی کے لیے منگوائی ہے۔

حسام مزے سے اسے اطلاع دیتا واپس اپنے کام میں مگن ہو گیا۔

ام ہانی کو وہ گلاب جامن کڑوا لگنے لگا تھا۔

جیسے منہ میں زہر گھل گیا ہو۔

ایک تو مٹھائی بنانا بھی نہیں آتی پتہ نہیں کہاں سے آئی ہے۔

تم ڈھنک کی بیکری پہ نہیں جاسکتے تھے۔

وہ حسام کے سر ہوئی ظاہر ہے یہ سب وہی لایا تھا۔

لاہور کی سب سے مشہور مٹھائی ہے بس تمہارا ذوق نہیں ہے۔

وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔

اگر منگنی شہریار کی ہے تو وہ لوگ لاہور کیوں آرہے ہیں۔

ہانی نے پھر سے حسام کو مخاطب کیا۔

کیونکہ لڑکی لاہور کی ہے۔

حسام اپنی فائل بند کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

اچھا شرمین حیات کی فیملی لاہور سے ہے مجھے پتہ ہی نہیں تھا۔

وہ زیر لب خود کلامی کے انداز میں بولی۔

کچھ اور پوچھنا ہے تمہیں یا میں اپنا کام کمپلیٹ کر لوں۔

حسام اس کے سوالوں سے تنگ آکر بولا۔

اپنی فائل میں گھس جاو کسی کاغذ پہ چپک جاو

ہانی غصے سے کہتے ہوئے ایک دم وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

لڑکی کا نام تو پوچھ لو۔

حسام نے بلند آواز سے کہا۔

ہانی سنی ان سنی کرتی اگے بڑھ گئی۔

☆☆☆

ہانی ابھی تک حیران تھی۔

بس بھائی کی خوشی میں ہی ہماری خوشی ہے۔

طوبی نے بمشکل اپنی مسکراہٹ کنٹرول کی تھی۔

چلو خوش رہو جو بھی کرو مجھے کیا۔

ہانی نے غصے سے فون بند کر دیا۔

☆☆☆

ہو سکتا ہے کوئی ضروری کام ہو۔

ہانی نے سوچتے ہوے کال پک کر لی تھی۔

اسلام علیکم ام ہانی۔

ضمیر نے فورا آداب نبھاتے ہوئے سلام کیا تھا

واعلیکم اسلام ضمیر بھائی کیسے یاد کیا۔

آپ کو میرا کال کرنا برا تو نہیں لگا یوں بنا پوچھے۔

وہ پریشانی سے بولا۔

نہیں بھائی کیسی باتیں کر رہے ہیں مجھے کیوں برا لگے گا آئی نو کوئی ضروری بات ہی ہو گی۔

وہ شرمندگی سے بولی۔

جی بلکل ضروری بات ہی ہے اسی لیے آپ کو زحمت دی۔

ورنہ آپ کافی ڈینجرس ہیں بہت قصوں سے واقف ہوں۔

وہ اب قدرے ریلکس تھا۔

آپ بھی کن باتوں کا ذکر لے کر بیٹھ گئے۔

وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا اٹھی تھی۔

آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا بس آپ کو شہریار کی منگنی کی مبارک دینی تھی اور۔

وہ بات کرتے کرتے رکا۔

ہائے اس بندے نے بھی وہی بات چھیڑ دی۔

اور

ہانی نے اسے بات جاری رکھنے کا اشارہ دیا تھا۔

اور یہ کہ میں اور حماد بھی شہریار کی منگنی کے سلسلے میں لاہور آرہے ہیں۔

جی موسٹ ویلکم ہمیں خوشی ہو گی۔

وہ مسکرائی۔

بات دراصل یہ ہے کہ جب ہم آہی رہے ہیں تو یہ کام بھی کرتے چلیں

وہ بس اپنے ہاتھوں پہ نظریں جمائے خاموشی سے اسکی بات مکمل ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔

حماد نے آپکو اس دن دیکھا تھا اسے آپ بہت پسند آئیں تھیں اسنے کہا کہ وہ آپ سے ایک بار بات کرنا چاہتا ہے۔

اگر آپکو مناسب لگے تو اس کے بعد وہ اپنے گھر والوں کو بھیجے گا۔

ضمیر نے اپنا اٹکا سانس بحال کیا

وہ سب جانتے ہیں پھر بھی۔

ہانی آہستگی سے بولی۔

اسے فرق نہیں پڑتا وہ گواہ ہے کہ اس رات آپ کے ساتھ کچھ نہیں ہوا۔

وہ اپنی بات کے اختتام پر لمبا سا سانس لیتے ہوئے دوبارہ گویا ہوا۔

اور جب شہریار کی منگنی ہو ہی رہی ہے تو آپ بھی کر لیں۔

وہ دھیرے سے مسکرایا۔

شہریار کی منگنی کا مجھ سے کیا لنک

وہ چڑ گئی تھی۔

اچھا آپ آرام سے سوچیں پھر جواب دیجئے گا۔

ضمیر نے کہتے ہی کال بند کر دی تھی۔

آج ہو کیا رہا ہے میرے ساتھ ہانی موبائل ہاتھ میں لیے سوچ میں پڑ گئی۔

یہ حماد صاحب کافی معقول ہیں سنھیں اچانک کیا سوجھی

اسکی سوچوں کا تسلسل موبائل کی رنگ ٹیون نے توڑا تھا۔

شہریار ہانی نے دو سے تین بار پلکیں جھپکتے ہوئے اپنی آنکھوں کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ کیا جو وہ دیکھ رہی تھی سہی ہے۔

اور پھر یقین آنے پر اسنے موبائل پاور آف کر کے سائیڈ میں رکھ دیا تھا۔

بھاڑ میں جاو شہریار مشتاق۔

وہ غصے سے کہتی بیڈ پہ سونے لیٹ گئی تھی۔

شہریار بھائی کی کال آرہی ہے ان سے بات کرو

کچھ دیر حسام اسکے سر پہ کھڑا تھا۔

میرا موبائل جو دہی آف ہو گیا کام نہیں کر رہا۔

وہ آنکھوں پہ رکھا بازو ہٹا کر بولی۔

حسام جانتا تھا کہ یہ سب بہانے ہیں

اچھا یہ لو میرے فون سے کر لو۔

حسام نے اپنا موبائل اسکی جانب بڑھایا۔

مجھے نیند آرہی ہے ان سے کہو مجھے ان سے کوئی بات نہیں کرنی۔

ہانی ٹکا سا جواب دیتی کروٹ بدل گئی۔

اچھا کہہ دیتا ہوں۔

وہ منہ بناتا باہر چلا گیا۔

مجھے کیا کچھ بھی کرو منگنی نکاح میری بلا سے۔

پر اب اس حماد کا کیا کروں یہ کہاں سے آ گیا۔

اور پھر انہی سوچوں میں گم بہت کروٹیں بدلنے پہ بھی اسے نیند نہیں آئی تھی۔

وہ تھک ہار کر اٹھ بیٹھی

اسنے موبائل ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے آن کیا۔

وہ جانتی تھی اب شہریار کی کال نہیں آئے گی۔

اور پھر شہریار اور شرمین کی وہ تصویر نکال کر دیکھنے لگی۔

وہ تصویر بلکل کسی نے چپکے سے بنائی تھی وہ ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے ہنس رہے تھے اور شرمین نے اپنا ہاتھ شہریار کے بازو پر رکھا تھا۔

مجھے نہیں لگتا اس تصویر کا کسی کو علم ہو گا کہ بنائی گئی ہے۔

ہانی نے دل میں سوچا۔

اور پھر اسنے مبارک باد کے ساتھ اس تصویر کو فیس بک پہ پوسٹ کر کے شہریار سمیت سب کو ٹیگ کیا تھا۔

کچھ ہی دیر باد کمنٹس میں مبارکباد اور گلے شکووں کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

ہانی موبائل پھر سے پاور آف کر کے لیٹ گئی تھی۔

نید کیا آنی تھی ویسے بھی آخری روزہ تھا صبح

شہریار وہ پوسٹ دیکھ کر مسکرا دیا تھا اور کسی کو جواب نہیں دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہانی کی حیرت کی انتہا نہیں رہی تھی جب وہ سحری کے لیے آئی تو بابا وہاں پر پہلے سے موجود تھے۔

بابا آپ کب آئے بتایا بھی نہیں۔

وہ خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ بولتے ہوئے آگے بڑھی۔

سچ میں یقین نہیں آرہا مس یو سو مچ وہ کہتے ہوئے ان کے گلے ملی۔

اگر بتا دیتا تو اتنی خوشی دیکھنے کو نہ ملتی باقر صاحب اسکا سر تھپکتے ہوئے مسکرائے۔

جی نہیں میں آپکو دیکھ کر ہمیشہ خوش ہوتی ہو۔

وہ بھی پیار سے کہتے ان کے سینے سے الگ ہوئی۔

اچھا اب وقت کم ہے سحری کر لیں لاڈ پیار بعد میں کر لیجیئے گا۔

ندرت بیگم نے انھیں ٹوکا۔

توبہ ہے بیگم بیٹی سے مل رہا ہوں۔

وہ ہنستے ہوئے کرسی پر بیٹھے۔

اس گھر میں ہر بات چھپائی جانے لگی ہے مجھ سے۔

عہ منی بنا کر بولی۔

تم فورا نشر کر دیتی ہو اس لیے نہیں بتائی جاتی

حسام نے اسے چڑایا

تم اپنی چونچ بند رکھا کرو

ہانی نے حسام۔ کو گھورا

اور پھر اسی طرح خوش گپیوں میں سحری کر کے سب لوگ اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔۔

مگر ام ہانی کا دماغ الجھتا جا رہا تھا ایک سے ایک دھچکا۔

شہریار کی منگنی وہ بھی بنا بتائے حماد کا پرپوزل بابا کی اچانک واپسی۔ سب ہو کیا رہا ہے یہ سب وہ یوں ہی الجھتی نماز پڑھنے چل دی۔

ووہ سو کر اٹھی پورا دن بھی اداسی چھائی رہی تھی۔

دماغ دو جگہوں پر الجھا ہوا تھا

اب شام ہونے والی تھی۔

اسنے طوبی کو میسج کیا تھا۔

کہاں ہو تم لوگ۔۔؟

وہ کل رات سے عجیب بے چینی کا شکار تھی۔

ہم بس اگلے بیس منٹ میں تمہارے گھر۔

جواب موصول ہوتے ہی وہ سر پہ پاوں رکھ کر اوپر بھاگی تھی۔

وہ نہ تو ان سب سے ملنا چاہتی تھی اور نہ ہی کوئی بات کرنا چاہتی تھی۔

تم اوپر کیا لینے جا رہی ہو۔

امی نے اسے سیڑھیوں کی طرف جاتے دیکھا تو حیرت سے سوال کیا۔

میں اوپر کچھ گھنٹوں کا نفلی اعتکاف کرنے لگی ہوں افطار کے بعد آ جاوں گی۔

کسی کو اوپر مت آنے دیجے گا

بروقت اسے معقول بہانہ سوجھ گیا تھا۔

ندرت بیگم نے سر کو ہاں میں جنبش دی تھی۔

یہ کام سے جان چھوڑانے کا بہترین طریقہ ہے۔

حسام نے منہ بنا کر کہا۔

اگر ایک دن تم مما کی ہیلپ اور اوپر مجھے افطاری پہنچا دو گے جان نہیں چلی جائے گی تمہاری۔

ہانی اسے کہتے ہوئے تیزی سے اپر چلی گئی تھی۔

حسام۔ منہ بناتا مما کی ہیلپ کروانے کچن کی طرف بڑھ گیا۔

ہانی نے اوپر جا کر ایک کمرہ بند کیا اور پھر مصلی بچھا کر اقرآن پاک پڑھنے بیٹھ گئی۔

ہو سکتا ہے کہ وقتی سوچوں سے رہائی مل جائے۔

کچھ دیر بعد نیچے اٹھنے والے شور سے وہ جان گئی تھی کہ سب آ چکے تھے۔

حسام افطاری دے گیا تھا

☆☆☆

وہ پھر سے چھت کی منڈیر پہ بازو ٹکائے آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔

مجھے تو مہمانوں کو ٹریٹ کرنے کے بہت سے طریقے بتاتی اور سمجھاتی ہو اور خود کسی ایک پر بھی عمل نہیں کرتیں۔

شہریار نے دونوں کپ منڈیر پہ رکھے۔

آپ یہاں وہ بھی ہوش میں آتی سیدھی کھڑی ہو گئی۔

پچھلی بار بھی رکنے کو نہیں بولا اور اس بار تو ہمارے آنے کا سن کر اعتکاف کر لیا واہ۔

وہ دھیرے سے مسکرایا۔

جی نہیں بس ویسے ہی ثواب کی نیت سے کیا تھا۔

شرمندگی سے سر جھکا گئی۔

اور ویسے بھی میرے کہنے سے کون سا آپ نے رک جانا تھا۔

ہانی نے شرمندگی کو پس پشت ڈالتے ہوئے اسے آئینہ دیکھایا۔

تم کہہ کے تو دیکھتیں۔

وہ نظریں اس پہ جمائے بولا۔

چلیں اب کہتی ہوں اس بار رک جایئے گا

وہ ارد گرد دیکھتے ہوئے بولی۔

بڑی بے زار لگ رہی ہو ہوا کیا ہے۔

وہ ابھی بھی اسے دیکھ رہا تھا۔

میں ہمیشہ سے ایسی ہوں

ہانی کو الجھن ہونے لگی تھی پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔

ویسے وہ میری اور شرمین کی پک بڑی کمال کی تھی بہت شکریہ مجھے مبارک دینے کا۔

ویسے ملی کہاں سے وہ تمہیں۔

وہ بازو سینے پہ باندھے اسکی طرف مڑا۔

ہانی جل کے رہ گئی

ضمیر بھائی نے دی تھی۔

وہ ابھی بھی دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔

ایک یہ ضمیر میری جڑوں میں بیٹھا ہوا ہے۔

شہریار نے زیر لب بڑبڑایا۔

ہانی نے نوٹس نہیں لیا

او ویسے کل تمہاری ضمیر سے کوئی بات ہوئی تھی۔

وہ اب سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھ رہا تھا۔

انھوں نے آپ کو بھی بتا دیا۔

ہانی اس بار اسکی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے بولی۔

ہاں بتا دیا بس تمہارے جواب کا انتظار ہے۔

شہریار کے دل میں دور کہیں خدشہ تھا اگر ہانی نے ہاں کر دی تو وہ چپ چاپ یہاں سے چلا جائے گا۔

مجھے نہیں کرنی کسی سے بھی شادی اور نہ ملاقات کل تو بس میں لحاظ اور مروت میں چپ رہی ورنہ کل ہی جواب دے دیتی۔

بس آپکی منگنی ساتھ خیریت کے ہو جائے باقی خیر ہے

آپ کہہ دیجئے گا میری طرف سے صاف انکار ہے۔

پتہ نہیں ہانی سے اسے تنگ کرنے کے لیے بھی اقرار نہیں ہوا تھا۔

یس میں جیت گیا۔

شہریار ایک دم قہقہ لگا کر ہنسا

ہانی حیرت سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

کیا مطلب کیا کہہ رہے ہیں آپ

وہ حیرت سے اسکی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

ہانی آج میں تم سے بہت ضروری بات کرنے آیا ہوں۔

وہ ایک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

ہانی بس اسے دیکھے گئی۔

یہ میری کہانی ہے۔

مجھے بچپن سے ایک لڑکی پسند تھی اسکی ضد اسکی شرارتیں سب اچھی لگتیں تھیں۔

پھر کچھ بڑا ہوا تو وہ پسندیدگی محبت میں بدل گی۔

اور پھر مجھے اسے تنگ کرنے اور جھگڑنے میں مزا آنے لگا وہ بھی مجھے جان بوجھ کر تنگ کرتی اور میں خاموش رہتا۔

کبھی اسے احساس دلانے کی کوشش نہیں کی کہ وہ میرے لیے کیا ہے بس یہ ہی احساس دلایا کہ وہ میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔

اور اس نے مان بھی لیا۔

بے وقوف

وہ بات کرتے کرتے دھیرے سے مسکرایا

ہانی ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔

یہ سب نجانے کب تک چلتا رہتا میں اپنے دل کی بات دل میں رکھتا کہنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں وہ انکار نہ کر دے

یہ ڈر تو اب بھی ہے پر اب بات ضرور کروں گا

وہ اسے دیکھتے ہوئے مضبوطی سے بولا۔

اور پھر مجھے پتہ چلا کہ اسے میرے افیئرز کا بھی یقین ہے۔

اوہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہنسا۔

ہانی اب بخوبی سمجھ گئی تھی کہ بات کس کے بارے میں ہو رہی تھی۔

وہ اتنی ہی حیرت زدہ بھی تھی۔

مجھے سن کے دھچکا لگا مگر میں نے اسکے یقین کو اور پختہ کر دیا۔

اور پھر شاید یہ سب میں جاری رکھتا اگر وہ رات

وہ بات کرتے کرتے رکا۔

ہانی کو اپنی آنکھوں میں جلن ہوتی محسوس ہونے لگی تھی۔

مجھے لگا میں نے دیر کر دی اسے ہمیشہ کے لیے کھو دیا وہ رات میری زندگی کی بھیانک ترین رات تھی۔

مگر جب میں اللہ کے فضل سے اسے سہی سلامت پایا تو دل میں تہایا کر لیا کہ اب دیر نہیں کروں گا۔

ام ہانی کو یہ سب ایک خواب لگ رہا تھا

وہ پوری رات رو کے گزاری تھی میں نے

اس رات احساس ہوا کہ تمہیں کھونا میرے لیے کیسا ہو گا

میں بہت پیار کرتا ہوں تم سے ہاں ام ہانی صرف تم ہو وہ جس کے لیے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔

وہ اسے امید بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا

یہ سب آپ ہمدردی میں کر رہے ہیں نہ

اسکے جذبوں کی سچائی کو وہ اتنی جلدی کیسے مان۔لیتی۔

اپنے جذبات سے تو وہ پہلے ہی بہت گھبرائی ہوئی تھی۔

نہیں ہانی کوئی بھی کسی سے ہمدری میں شادی نہیں کرتا بے وقوف لڑکی۔

شہریار کو اسکی بات سن کر دھچکا لگا تھا۔

مگر اس رات آپ نے خود کہا تھا کہ آپ شرمین سے محبت کرتے ہیں اور کئی بار میں نے آپکو فون پہ بات کرتے سنا ہے ایسے کیسے مان لوں۔

کیا وہ تصویر بھی جھوٹی تھی۔

وہ اب بھڑک اٹھی تھی۔

یار وہ سب ایک ڈرامہ تھا

شہریار نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

میں کیسے مان لوں آپ اتنے اچھے نہیں ہیں۔

ہانی نے مشکوک نظروں سے اسے گھورا۔

اگر سچ مچ شہریار یہ سب ہمدردی میں کر رہا تھا تو ہانی کے لیے اس سے بڑی اذیت اور کوئی نہیں تھی۔

میں بتاتا ہوں اصل بات

ضمیر جیسے دوست ہوتے ہیں جو دوست کے روپ میں دشمن ہوتے ہیں۔

وہ جس لڑکی سے شادی کے لیے کہہ رہا تھا اسکے گھر والے مان نہیں رہے تھے۔

میں روز اس ٹاپک پہ اس سے بات کرتا تھا اب تم نے باتیں سن کر ضمیر کو شرمین اپنے دماغ سے بنالیا تو اس میں میرا کیا قصور۔

وہ پریشانی سے بولا۔

اور ابھی جو آپ ہنسے کہ میں جیت گیا وہ کیا تھا۔

وہ ابھی تک مشکوک تھی۔

یار ضمیر نے یہیں پہ بس نہیں کی کل جب میں نے اسے اپنی اور تمہاری منگنی کی خبر دی وہ مجھے تنگ کرنے لگا اور اس طرح شرط لگ گئی کیونکہ وہ کہتا تھا کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتی اور میں تم سے اپنے دل کی بات کہہ دوں مگر میں نہیں مانا اس لیے اس نے حماد کو پلان میں شامل کیا اور۔

وہ بات کرتے کرتے خاموش ہوا۔

اور کیا۔

ہانی ماتھے پہ بل ڈالے کھڑی تھی۔

اور کیا تم نے انکار کر دیا

شہریار نے کندھے اچکائے

اگر میں ہاں کر دیتی تو

وہ منہ بنا کر بولی

تو کیا میں خاموشی سے واپس چلا جاتا

وہ سر جھکائے بولا۔

یعنی کچھ نہیں کہتے

ہانی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

میرے لیے تمہاری خوشی سب سے زیادہ امپورٹنٹ ہے۔

وہ دھیرے سے مسکرایا۔

میری منگنی ہو رہی ہے اور مجھے پتہ بھی نہیں

ہاں ٹھیک ہے وہ سر ہلاتی رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

مجھے یقین تھا کہ تم منع کر دو گی اس لیے تو شرط لگالی وہ گھوم کر اس کے سامنے آیا۔

ہانی یوں ہی منہ بنائے کھڑی رہی۔

اچھا بابا سوری۔

شہریار نے اپنے کان پکڑے۔

وہ سامنے دیکھنے لگی۔

شہریار اسکا ہاتھ پکڑ کر گھٹنوں کے بل جھکا اور اسکی طرف دیکھنے لگا۔

اسکی اس حرکت پر ہانی نے بھی اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

ام ہانی شادی کرو گی مجھ سے۔

شہریار مشتاق اپنی محبت کی تمام تر سچائی کے ساتھ تمہیں اپنے ہمسفر کے طور پر قبول ہے کیا

وہ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا

ہانی کافی دیر اسے دیکھتی رہی تھی۔

اور پھر مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔

ہاتھ چھوڑیں کوئی دیکھ لے گا۔

وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے شرما کر بولی۔

مجھے کیا پتہ کون دیکھے گا کون نہیں میں تو بس تمہیں دیکھ رہا ہوں۔

وہ اسی طرح کھویا کھویا بولا۔

ایک بار پھر سوچ لیں میرے ساتھ گزارا کر لیں گے۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے مزے سے بولی۔

ہاں بلکل کر لوں گا۔

بشرط یہ کہ محبت کے بدلے محبت ملے

وہ بھی دھیرے سے مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا مگر ہاتھ نہیں چھوڑا۔

مبارک ہو عید کا چاند نظر آ گیا ہے۔

اطرف میں اچانک چاند دکھ جانے کا شور اٹھا تھا۔

آئیں ہم بھی ڈھونڈھتے ہیں۔

ہانی ایکسئٹمنٹ سے بولی۔

میں کیوں آسمان پہ چاند ڈھونڈھوں میرا چاند تو میرے پاس ہے۔

وہ مخمور سا کہتا اس کے قریب ہوا۔

ہانی جھینپ کے ایک قدم پیچھے ہٹی۔

شہریار نے اپنا موبائل نکال کر سیلفی لی تھی۔

ہانی نے چونک کر اسے دیکھا۔

آج میں ٹیگ کروں گا۔

وہ زور سے ہنسا۔

چائے ٹھنڈی ہو گئی۔

ہانی فورا اپنا ہاتھ چھوڑاتے ہوئے چائے کی طرف بڑھی۔

ویسے یہ عید بڑی یادگار ہو گی۔

شہریار اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

میں تازہ چائے بنا کے لاتی ہوں۔

وہ اب یہاں سے جانا چاہتی تھی کیونکہ شہریار تو شاید ساری رات باتوں میں لگائے رکھتا۔

بڑی بہانے باز ہو ویسے تم خیر آج معاف کر رہا ہوں تمہارا ٹائم ہے۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے ہنسا۔

ویسے تم بھی بتاتی جاو محبت کرت ہو مجھ سے۔

شہریار آنکھوں میں محبت اور شرات کے رنگ لیے بولا

بلکل بھی نہیں

ہانی نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

رکوں میں ابھی پوچھتا ہوں تم سے۔

وہ دم اسکی جانب بڑھا۔

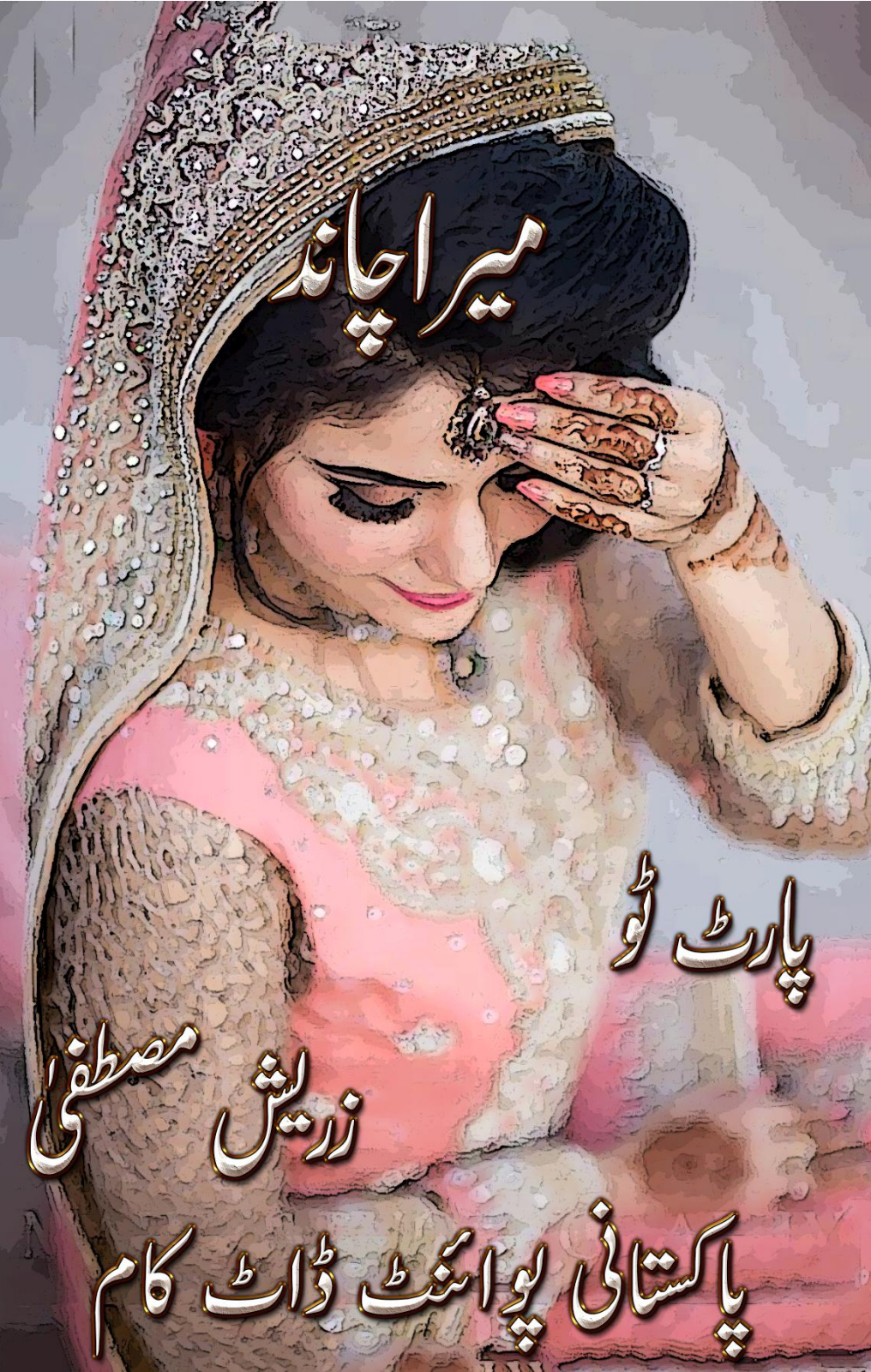
پوچھ لو وہ اسے زبان چڑاتی مسکراتے ہوئے چائے کے کپ لیے نچے کی طرف بڑھ گئی گئی۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا

ہر طرف اب خوشیاں تھیں مسکراہٹیں تھیں۔

اللہ نے انکو ایک خوبصورت عید کے ساتھ خشویوں کا تحفہ دیا تھا زندگی نے انکا دامن خوشیوں اور محبتوں سے بھر دیا تھا۔۔۔

ختم شد


میرا چاند
پارٹ ٹو
زریش مصطفیٰ
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

www.pakistanipoint.com

# میرا چاند (پارٹ ٹو)



زریش مصطفیٰ



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

# میرا چاند (پارٹ ٹو)

کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ کمپوزنگ ٹیم

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود ناولز بالکل مفت ہیں۔اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تاکہ جو لوگ وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے، وہ یہاں سے ڈاؤنلوڈ کر لیں۔اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔مزید معلومات کے لئے،

سپر موڈز: صبا گل، تتلی، ٹیم لیڈر: ایم وائے صائم، مینجمنٹ: حسیب یا وقار سے رابطہ کریں، شکریہ





امہانی بھاگتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہی تھی اور اثنا میں وہ طوبی سے ٹکرا گئی تھی۔"بی بنو بڑی جلدی میں ہو سب خیر ہے ناں۔"طوبی نے اسکا بازو تھام کر شرارت سے پوچھا۔

"سب خیر ہے بس آج سے اپنے بھائی کی خیر مانگنا شروع کر دو"وہ کھلا کھلا کے ہنسی۔

"وہ تو اسی دن سے مانگنا شروع کر دی تھی جس دن شادی کے لیے انہوں نے تمہارا نام لیا تھا۔"طوبی مصنوعی دکھ چہرے پہ سجائے بولی۔

"ویسا بڑا اچھا پارسٹم نکلا تمہارا بھائی ہیں مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔"ہانی کسی سوچ میں گم آہستگی سے بولی۔

"خیر ہانی تمہاری تو کیا ہی بات ہے تمہارے پاس تو بم بھی پھٹ جائے تو تمہیں خبر نہیں ہوتی ان چھوٹے چھوٹے معصوم چھپے ہوئے جذبوں کا خاک علم ہوتا تمہیں۔"طوبی نے اسے صیح طرح لتاڑا تھا۔

"اچھا تم تو بڑی سمجھ دار ہو ناں تمہاری باری پہ پوچھوں گی میں تم سے۔"ہانی برا مان گئی تھی۔

"اچھا ملکہ جذبات اب شروع مت ہو جانا میرے بھائی کی منگنی مت خراب کرنا اب چلو یہاں سے۔"طوبی اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ لاؤنج میں لے گئی تھی۔

"بڑی آئی بھائی کی ہمدرد۔" ہانی زیر لب بڑبڑائی

سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ظہیر اور حماد شہریار کے اچھے دوست تھے اور اس کی منگنی پر بس وہی انوائیٹڈ تھے۔ باقی بس کچھ قریبی رشتے داروں کو مدعو کیا تھا۔ وہ دونوں وہاں سب کے پاس آ کر بیٹھ گئیں تھیں۔

"ارے میری بچی میرے پاس آ کر بیٹھو۔" صفیہ بیگم نے ہانی کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ شرمائی شرمائی سی جا کر ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"سچ پوچھو تو میری سب سے بڑی خواہش پوری ہو گئی ہے آج۔" انہوں نے ام ہانی کو گلے لگاتے ہوئے اسکا ماتھا چوما۔ وہ مسکرا کر سر جھکا گئی۔ آج وہ ان سے ایک نئے رشتے سے مل رہی تھی۔

"بس آپا سچ پوچھیں تو میں آج بہت خوش ہوں خواہش تو میری بھی یہی تھی مگر بیٹی کا باپ تھا کبھی کہہ ہی ناں پایا۔" ہانی کے پاپا نے خوشی سے بھرپور آواز میں کہا۔ ام ہانی وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔ طوبیٰ بھی فوراً اس کے کمرے کی جانب لپکی تھی۔ حماد کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔

"بیٹا خیر ہے ناں۔" ظہیر نے اسے ٹہکا دیا۔

"ہم کیوں کیا ہوا۔" وہ فوراً چونکا۔

"میں کب سے نوٹس کر رہا ہوں تم طوبیٰ کو دیکھ کر کہیں کھو جاتے ہو۔" ظہیر اس کے قریب ہوتے ہوئے آہستگی سے بولا۔

"نہیں نہیں تو۔" وہ حواس باختگی سے بولا۔

"بیٹا یہ تو تم صاف جھوٹ بول رہے ہو پولیس والوں کو ایسی حرکتیں زیب نہیں دیتی۔" ظہیر اس کے کان کے قریب گھس کر اپنا ہی لیکچر جھاڑ رہا تھا۔

"کیوں پولیس والے انسان نہیں ہوتے یا ان کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔" حماد چڑ کر بولا۔

"یعنی دال میں کچھ کالا ہے۔" ظہیر نے آنکھیں نچائیں۔

"اگر ایسا ہے بھی تو تمہیں کیا مسئلہ ہے۔" حماد اسکی بکواس سے اکتا گیا تھا۔

"شہریار کی بہن ہے وہ یہ مسئلہ ہے۔" ظہیر نے اسے گھورا۔

"میری تو نہیں ہے ناں اور کہیں تو اسکی بھی شادی ہو گی اور مجھے بھی کہیں ناں کہیں تو شادی کرنی ہے ناں تو اس لیے اگر وہ مجھے اچھی لگنے لگی تو شادی کروں گا فلرٹ نہیں اس لیے تم اپنے کام سے کام رکھو فلحال ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ تو جانتا ہے میں کتنا سیدھا آدمی ہوں۔" حماد نے اسے ہری جھنڈی دیکھائی تھی۔

"بیٹا میں جانتا ہوں تو بلکل سیدھا ہے جلیبی کی طرح۔" ظہیر نے منہ بنایا۔

"چل اوپر چلتے ہیں شہریار کے پاس۔" حماد کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ظہیر بھی اسکی تقلید میں

چلتا چھت تک پہنچ گیا تھا۔

"یار تارے تو لوگ ہجر کی راتوں میں گنتے ہیں تو منگنی کی راتوں میں گن رہا ہے۔" ظہیر نے آسمان کی طرف دیکھتے شہریار کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"ارے یار ہجر ابھی ختم کہاں ہوا ہے۔" شہریار نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"چل ناشکرے انسان۔ تیرا اتنا کام تو ہو گیا ہے بھائی۔ امید ہے کہ مل جائے گا پیار۔ ہمیں دیکھ۔" ظہیر نے کہتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھری۔

"چل بھائی میرے حوصلہ رکھ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" شہریار نے اسکا کندھا تھپکتے ہوئے اسکا حوصلہ دیا۔

"دیکھ ہم دنوں کا حال برا ہے تم اس آگ سے دور رہنا۔" ظہیر نے حماد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔" شہریار نے ناسمجھی کے عالم میں دونوں کو دیکھا۔

"بس کچھ نہیں یوں ہی یہ کچھ بھی بولتا ہے۔" حماد نے بات بنائی۔

"میرے خیال میں ہمیں نیچے چلنا چاہیے سب لوگ انتظار کر رہے ہوں گے۔" حماد نے جب دیکھا کہ ان دنوں کے وہاں سے جانے کا کوئی پروگرام نہیں ہے تو ان کو بازو سے کھینچتے ہوئے بولا۔ وہ لوگ بادل نخواستہ وہاں سے اٹھ کر نیچے آ گئے تھے۔

» « » « » « »

"ام ہانی کیوں جلے پیر کی بلی بنی ہوئی ہو بیٹھ جاؤ پلیز۔" ام ہانی جب سے کمرے میں آئی تھی یہاں سے وہاں چکر لگا رہی تھی۔ طوبی اسے دیکھ دیکھ کر تنگ آ گئی تھی۔

"یار میں اتنی ٹینشن میں ہوں اور تم۔" ہانی نے برا مانتے ہوئے کہا۔

"کیا ٹینشن ہے بتاؤ گی تب ناں ورنہ مجھے الہام تو ہوتا نہیں ہے۔" طوبی چڑ کر بولی۔

"نمبر ایک تمہارا بھائی اتنا سیدھا ہے نہیں جتنا اوپر شو کر رہا تھا۔ اور دوسرا۔" ام ہانی اچانک خاموش ہوئی۔

"ام ہانی تم کیا چیز ہو تم جیسے لوگ کسی حال میں خوش نہیں رہ سکتے۔" طوبی نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"یار دیکھو اتنے سال نفرت جتانے کے بعد ایک بندہ اچانک کہے کے وہ صدیوں سے عشق کی زنجیروں میں جکڑا ہوا بتاؤ بھلا کوئی کیسے یقین کرے۔" ہانی نے منہ بنایا۔

"اگر اتنا ہی شک تھا تو ہاں کیوں کہی۔" طوبی نے غصے سے کہا۔

"اسی بات پہ تو پریشان ہوں۔" ام ہانی نے ہاتھ پہ ہاتھ مار کر کہا۔

"ہمارے یہاں زبان دے کر مکرتے نہیں ہیں۔" طوبی نے اسے گھورا۔

"میں نے کب زبان دی وہ تو میرے پاس ہے۔" ام ہانی نے حیرت سے طوبی کو دیکھا۔

"سچ کہو کیا تم بھائی سے محبت نہیں کرتی۔" طوبی نے اسکا ہاتھ پکڑا۔ ام ہانی تھوڑا سا بوکھلائی

اور پھر ٹھنڈا سانس بھر کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

"تو کیا مسئلہ ہے اب ایک بات کہوں شہریار بھائی جھوٹ نہیں بولتے اگر انہوں نے کہا ہے کہ انھیں تم سے محبت ہے تو لکھ لو یہی سچ ہے۔"

طوبی نے پیار سے ہانی کا ہاتھ دبایا۔ہانی نے مسکرا کر سر جھکا دیا۔

"اب دوسرا مسئلہ بتاؤ۔"طوبی نے اسکا ہاتھ ہلایا۔

"کونسا دوسرا مسئلہ۔"وہ فوراً چونک کر سیدھی ہوئی۔

"یہ جو تم ابھی کہہ رہی تھیں کہ دو بڑے مسئلے ہیں۔"طوبی نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔

"ہاں یار سب سے بڑا مسئلہ میرے ذہن سے ہی نکل گیا۔"ہانی نے ہاتھ اپنے سر پہ مارا۔

"اب بتا بھی چکو۔"طوبی نے کوفت سے کہا۔

"منگنی کا جوڑا نہیں ہے میرے پاس۔"وہ پریشانی سے بولی۔

"بس اتنی سی بات۔"طوبی نے چٹکی بجائی۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے جن لڑکیوں کا تم جیسا سسرال ہوتا ہے۔وہ بے چاریاں اسی طرح پریشان ہوتی ہیں۔"ام ہانی نے آہ بھری۔

"ہم جیسے سسرال سے کیا مراد ہے تمہاری۔"طوبی نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"مطلب جنہیں منگنی کے جوڑے تک کی فکر نہیں ہوتی کہ بے چاری لڑکی کیا پہنے گی۔" ہانی نے منہ بنایا۔

"بے چارے سسرالی کافی کنفیوژ تھے اللہ جانے لڑکی کیا جواب دے۔" طوبی نے ہری جھنڈی دیکھائی۔

"سسرالیوں کا وکیل ہی اتنا پکا تھا لڑکی انکار ہی نہ کر سکی۔" ہانی نے شرما کر کہا۔

"توبہ ہے ہانی کیا چیز ہو تم۔" طوبی کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"دانت نکالنا بند کرو اور اس مسئلے کا حل نکالو۔" ہانی نے اسے دھموکا جھڑا۔ طوبی بلبلا کر رہ گئی۔

"اچھا تشدد تو مت کرو میں کرتی ہوں کچھ۔" طوبی اپنا کندھ سہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"حضرات ایک ضروری اعلان سماعت فرمائیں۔" طوبی نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے با آواز بلند کہا۔ حماد شہریار اور ظہیر سیڑھیوں کے پاس ہی رک گئے تھے۔

"کیا بات ہے طوبی۔" صفیہ بیگم نے طوبی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ اپنی بہو کا کچھ کر لیں ورنہ وہ مجھے طعنے دے دے کر مار دی گی۔" طوبی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اب کیا کر دیا ہماری بہو نے۔" مشتاق صاحب نے ہنستے ہوئے طوبی کو دیکھا۔

"کب سے طعنے دے رہی ہے کہ کیسے سسرال والے ہو جوڑا تک تو لائے نہیں اور تین دن بعد منگنی ہے آج چاند رات ہے کیسے انتظام ہو گا۔" طوبیٰ منہ پھلائے بولی۔ سب کا قہقہہ بلند ہوا۔

"بیٹا اس میں قصور تو ہمارا ہی ہے اس لیے طعنے تو سہنے پڑیں گے۔" مشتاق صاحب نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے منہ پھلائے کھڑی طوبیٰ کو دیکھا۔

"ارے نہیں بھائی صاحب ہانی کو کپڑوں کی کمی تھوڑی ہے وہ تو بس ایسے ہی بولتی رہتی ہے۔" ہانی کی مما نے فوراً بات سنبھالی۔

"جی نہیں میں کوئی پرانا سوٹ نہیں پہنوں گی۔" اسی وقت ام ہامی نے اپنی انٹری دی تھی۔

"ام ہانی بس بات کا بتنگڑ مت بنایا کرو۔ تمہارے بہت سے ایسے جوڑے ہیں جو تم نے ابھی تک نہیں پہنے۔" ہانی کی مما نے اسے آنکھیں دیکھائیں۔

"ایک سوال کا جواب دیں۔" ہانی نے باری باری سب کو دیکھا۔ سب اسی کی طرف متوجہ تھے

"منگنی کتنی بار ہوتی ہے۔۔؟" ہانی نے اپنا سوال سب کے سامنے رکھا۔

"الموسٹ ایک بار اگر ٹوٹ جائے تو دوسری تیسری بار بھی ہو جاتی اٹس ناٹ بگ ڈیل۔" حسام موبائل میں گھسا بولا۔

"جب بھی کرنا بکواس ہی کرنا۔" ممانے حسام کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"میں نے کیا کیا بس سوال کا جواب دیا۔" حسام نے حیرانگی سے سب کی طرف دیکھا۔

"آپ اس کی بکواس کو چھوڑیں یہ بتائیں کہ میری تو ایک بار ہو گی تو میں ایک بار بھی اچھے سے نا کر پائی تو کیا فائدہ۔" ام ہانی نے دلگرفتگی سے کہا۔

"ام ہانی ٹھیک کہہ رہی ہے غلطی ہماری ہے مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ ہم لوگ تو بس بات کرنے آئے تھے منگنی کا کب سوچا تھا یہ تو بس شہریار نے کہا کہ رسم کر کے واپس جائیں گے۔" صفیہ بیگم۔ پریشانی سے بولیں۔

"پھوپھو ایک کام کریں ابھی منگنی رہنے دیتے ہیں۔" ام ہانی ان کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

"اب تم اس چیز کا فیصلہ کرو گی کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔" ممانے اسے گھر کا۔

"تم کہاں جا رہے ہو۔" حماد نے شہریار کو دروازے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔

"کہیں نہیں بس ابھی آتا ہوں۔" وہ کہہ کر وہاں سے نکل گیا۔

"چل بیٹھتے ہیں۔" حماد ظہیر سے کہتا آگے بڑھا۔

"یار یہ سراسر گھریلو معاملہ ہے ہمیں انکے پاس نہیں جانا چاہیے۔" ظہیر نے سمجھداری کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"حماد دانت پیس کر رہ گیا۔

"چلو ریسٹ کرتے ہیں۔"گیسٹ روم میں ظہیر انگڑائی لیتے ہوئے بولا۔حماد نے چاہتے ہوئے بھی اس کے پیچھے چل دیا۔

"ڈانٹ کیوں رہیں ہیں میں وقت مانگ رہی ہوں منع تو نہیں کر رہی۔"ہانی نے نارضگی سے کہا۔

"تین دن ہیں میں کوئی انتظام کر لوں گی۔طوبی اسے کمرے میں لے کر جاؤ۔"ممانے اسے ڈانٹ کر وہاں سے بھگا دیا تھا۔وہ منہ بناتی اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

"آ گیا سکون تمہیں یہ حل نکالا تم نے لے کے بے عزتی کروادی میری۔"ہانی نے کمرے کے دروازے پہ ہی طوبی کی کلاس لینی شروع کر دی تھی۔

"اب سمجھ میں آیا ام ہانی تم اتنی بھی معصوم نہیں ہو کپڑے تو بہانہ ہیں تم یہ منگنی ہی نہیں کرنا چاہتی۔"طوبی نے نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا۔"ام ہانی نے آنکھیں سکڑیں۔

"ابھی ابھی جو حل تم نے امی کو دیا ناں اس نے"طوبی نے بازو کمرے پہ رکھتے ہوئے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔"ہانی تھوڑا سا گڑبڑائی اور پھر فوراً کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔

"تم بھائی سے بھائی تم سے محبت کرتے ہیں پھر تمہیں اس منگنی سے کیا مسئلہ ہے۔" طوبی پریشانی سے کہتی اس کے پیچھے لپکی۔

"یار اچانک اظہار اور پھر فوراً منگنی ایسا ہوتا ہے کیا۔" ام ہانی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"خوش قسمت لوگ ہوتے ہیں وہ جس کی وہ چاہ کریں وہ ان کو مل جائے"۔ طوبی نے اسے سمجھنے والے انداز میں کہہ۔

"میں مانتی ہوں اسی لیے کہہ رہی ہوں کہ میں ہر پل انجوائے کرنا چاہتی ہوں اپنے دل کی پوری آمادگی کے ساتھ۔" ہانی بات کرتے ہوئے پلٹی تھی بیڈ کے قریب رکھے ٹیبل پہ کوئی باسکٹ پڑی تھی جسے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔

"یہ کون لایا۔" ہانی نے حیرت سے باسکٹ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں۔" طوبی نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔

ام ہانی نے اس باسکٹ کو کھولنا شروع کیا تھا۔ اور پھر ام ہانی کا منہ کھل گیا تھا۔

"کیا ہوا کوئی بم ہے کیا۔" ام ہانی کے ایکسپریشن دیکھ کر طوبی قریب آئی اور پھر وہ بھی گم سم ہو گئی تھی۔

"یار یہ کون لایا ہو گا۔" ام ہانی نے کہتے ہوئے پیکنگ کھولنا شروع کی تھی۔ مہندی چوڑیاں جیولری میک اپ اور سب سے بڑھ کر جس چیز نے ام ہانی اور طوبی کو حیران کیا تھا وہ نومی

انصاری کا وہ لہنگا تھا جس کے لیے ام ہانی مری جا رہی تھی۔ دونوں نے اپنی انگلیاں دانتوں میں دے لیں تھیں۔

"یہ کیا ہے۔" بہت نیچے کہیں کارڈ تھا۔ طوبی کی نظر پڑی تو اس نے فوراً اچک لیا۔

"مجھے دیکھاؤ۔" ہانی اس کی طرف لپکی۔

"رک جاؤ پہلے میں نے اٹھایا ہے اس لیے میں ہی پڑھوں گی۔" طوبی نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا۔

"ٹھیک ہے تم پڑھ لو۔" ہانی نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر ہار مان لی۔

"کسی کو تحفہ دینا آپکی خوشی ہوتی ہے۔ اور اسکی پسند کی چیز اسے دینا اسکی خوشی اس لیے تحفہ دیتے وقت اپنی نہیں سامنے والے کی پسند کو اہمیت دینی چاہیے۔ لیکن اگر آپ سامنے والے کی پسند سے ناواقف ہوں تو وہ چیز خرید لیں جو آپ کو سب سے زیادہ پسند آئے۔ اب جوڑا تمہیں کونسا چاہیے تھا وہ تو مجھے پتہ تھا مگر جیولری میں تمہیں کیا پسند ہے۔ اس سے میں واقف نہیں تھا اس لیے جو سمجھ میں آیا اچھا لگا اپنی پسند سے لے لیا۔ یہ سوچے بغیر کہ تم اقرار کرو گی یا انکار۔۔۔۔۔"

شہریار

"اوئے ہوئے دنیا کہاں پہنچ گئی توبہ" طوبی نے با آواز بلند وہ لیٹر پڑھا اور پھر دوہائی دی۔

"دیکھ لو میرے بھائی صاحب کس قدر تمہارے عشق میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور تم ہو کہ

تمہارے شک ہی ختم نہیں ہوتے۔"طوبی نے اسے کھری کھری سنائیں۔

"ابھی لہنگے کی قیمت بتاؤں گی ناں تو ٹیپکل نند گلی کا گند بننے میں تم دو منٹ نہیں لگاؤ گی۔"ام ہانی نے اسے آنکھیں دیکھائیں۔

"ہاں مجھے پتہ ہے مہنگا ہو گا میرے بھائی تمہارے لیے سستی چیز تھوڑی لیں گے۔"طوبی نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسے پتہ کیسے چلا کہ یہ میرا فیورٹ ہے اور یہ مجھے چاہیے۔"ہانی اپنی پر سوچ نظریں طوبی پہ جمائیں۔

"اللہ کا شکر کرو تمہارا مسئلہ حل ہو گیا آم کھاؤ پیڑ مت گنو۔"طوبی نے بات ہوا میں اڑائی۔

"بیٹا پیڑ چھوڑو میں تو گٹھلیاں اور جڑیں بھی گنوں گی۔"ہانی آنکھیں نچا کر بولی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جھانسی کی رانی قیمت تو بتاتی جا"طوبی نے اسے آواز دے کر کہا۔

"صرف لہنگے کی ایک لاکھ پچھتر ہزار باقی چیزیں ایڈ کر کے ٹوٹل کر لو۔"ہانی رکی جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔

"عشق اندھا ہوتا ہے۔"طوبی نے ٹھنڈی آہ بھری اور بیڈ پر نیم دراز ہو گئی۔

» « » « » « »

"یار تو کتنا خوش قسمت ہے تیری منگنی ہو رہی ہے۔" ظہیر نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"یار کیا ہو گیا ہے تمہیں اس بات کو اور کتنا دوہراؤ گے۔" شہریار چڑ گیا۔

"یار اپنی دیکھو گھر والے سنتے ہی نہیں" ظہیر نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"چل اب ڈرامے بند کر۔" حماد نے اسے کشن کھینچ مارا۔

"میری آہ لگے گی تم لوگوں کو کوئی میرا درد سمجھتا ہی نہیں۔" ظہیر کے اپنے ہی رونے تھے۔

"ابے چپ کر جا چاند رات کو بھی ایسی شکل بنا کر نحوست پھیلائی ہے۔" حماد نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا۔ شہریار البتہ اپنے موبائل پہ لگا ہوا تھا۔

"شہریار سے ایک مدد مانگی تھی اس نے وہ بھی نہیں کی۔" ظہیر اب بھی افسردگی سے بولا۔

"یار کوشش تو پوری کی تھی اب تیرا سسر ہی ہٹلر ہے تو میں کیا کروں۔" شہریار نے موبائل سے نظریں اٹھا کر اسے آئینہ دیکھایا۔

"بس دو چار فون کالز بس اس کے علاوہ کیا کیا تم نے کچھ عملی کام کر کے دیکھاتے تو میں مانتا۔" ظہیر نے تپ کر کہا۔

"عملی طور پر کیا میں اپنا رشتہ لے کر چلا جاتا۔ جو ہو سکا وہ کیا تیرے پیچھے ہانی کو اتنی بڑی غلط فہمی ہو گئی۔" شہریار نے موبائل ایک طرف رکھ کے اس کے لتے لیے۔

"ہاں تو کس نے کہا تھا کہ بیچ چوراہے پہ کھڑے ہو کر فون کال کرو۔" ظہیر نے بھی دوبدو

جواب دیا۔

"ویسے ایک بات سمجھ نہیں آئی۔اسے وہ تصویر کس نے سینڈ کی۔"شہریار نے پر سوچ نظریں ظہیر پر مرکوز کیئں۔

"میں نے نہیں کی۔" ظہیر نے فوراً اپنی صفائی پیش کی۔

"میں نے کب کہا کہ تم نے کی۔"شہریار نے آنکھیں سکڑیں۔

"ہاں میں نے کہا کہیں تو مجھے گھسیٹ لے میں بتادوں کہ وہ میں نہیں ہوں۔" ظہیر نے بوکھلاہٹ میں فوراً اپنی صفائی پیش کی۔

"چور کی داڑھی میں تنکا۔"حماد بیڈ پہ نیم دراز ہوتے ہوئے ہنسا۔

"ابے تجھے پولیس والا کس نے بنایا تو تو اپنے گھر والو پہ بھی شک کرتا ہو گا اور تفتیش بھی۔" ظہیر نے چڑ کر کہا۔

"ہاں اگر ضرورت پڑے تو کیوں نہیں۔"حماد نے کندھے اچکائے۔

"وہ تو شکر ہے فلحال ہانی خو کچھ یاد نہیں آیا۔اس چیز کے بارے میں ورنہ مجھے کون بچاتا۔" شہریار نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"اور ہاں اس بندے کے بارے میں پتہ کرو جو اس قسم کی حرکتیں کر رہا ہے۔"شہریار نے نظریں ظہیر پہ مرکوز کرتے ہوئے حماد سے کہا۔

"چھوڑو دفع کرو کیا کرنا ہے پتہ کر کے۔" ظہیر نے لاپرواہی سے کہا۔

"تم سے نہیں حماد سے کہہ رہا ہوں۔" شہریار نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں ہاں میں ضرور پتہ کروں گا۔" حماد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو اگر حماد سے کہہ رہے ہو تو اسکی طرف دیکھو مجھے کیوں دیکھ رہے ہو۔" ظہیر نے غصے سے کہا۔

"کیوں تجھے دیکھنا منع ہے کیا۔" شہریار اور حماد کا بے وقت قہقہہ بلند ہوا۔

"سالو میں تمہاری گرل فرینڈ نہیں ہوں جو تم لوگ مجھے دیکھو گے اور میں شرماؤ گی۔" ظہیر نے تپ کر کہا۔ وہ دونوں مسلسل ہنس رہے تھے۔ شہریار کے موبائل پہ میسج ٹیون بجی تھی۔ وہ فوراً اسکی طرف متوجہ ہوا۔ میسج دیکھ کر اسکی ہنسی کو بریک لگا تھا۔

"آپ زرا چھت پہ تشریف لائیں گے۔ اگر آپ کو زحمت نہ ہو۔" یہ کیسا طرز تخاطب تھا۔

"کیا ہوا؟" حماد نے سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

"اللہ کا عذاب ہے اور دل جلاؤ مجھ غریب کا۔" ظہیر نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

"ہانی کا میسج ہے کام سے بلا رہی ہے ابھی آتا ہوں۔" شہریار جلدی سے اٹھ کر جوتا پہنتے ہوئے بولا

"اووووووو" ظہیر اور حماد نے کورس میں اووو کیا۔

"بکواس بند کرو ابھی آتا ہوں۔اور تیرا تو میں واپسی پہ علاج کرتا ہوں مجنوں کے شاگرد۔"شہریار نے کشن ظہیر کو مارا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

"بیوی بیوی ہوتی ہے چاہے ہونی والی ہو یا ہو چکی ہو۔"ظہیر نے بند دروازے کی اور دیکھتے ہوئے آہ بھری۔

"اس بات سے کیا مراد ہے تمہاری۔"حماد اٹھ بیٹھا۔

"مطلب جب لڑکی آتی ہے نہ زندگی میں بے چارے یار دوست بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔"ظہیر بہت دور کی کوڑی لایا تھا۔

"یہ بات تجھے آج پتہ چلی ہے۔"حماد ہنستے ہوئے واپس نیم دراز ہو گیا

"ہاں بولو کیا بات ہے اسطرح کیوں بلایا۔"شہریار نے چھت پہ پہنچتے ہی پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔وہ نیچے سے تقریبا بھاگتے ہوئے آیا تھا۔ام ہانی یوں ہی منہ پھلائے کھڑی رہی۔

"کیا بات ہے اتنا غصہ کس لیے۔"شہریار نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"آپ کو نہیں پتہ؟"ام ہانی نے کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"مجھے کیسے پتہ ہو سکتا ہے کچھ بتاؤ گی تب ناں۔"وہ پریشانی سے بولا۔

"وہ گفٹ آپ نے لیا میرے لیے۔"ام ہانی کمر پہ بازو جمائے تفتیش کر رہی تھی۔

"ہاں کیوں کیا ہوا پسند نہیں آیا کیا۔" شہریار حیرت سے بولا۔ گفٹ دیکھ کر تو اسے خوش ہونا چاہیے تھا۔ یہ اتنا غصہ کس لیے۔

"آپ کو کیسے پتہ کہ مجھے وہ ہی لہنگا چاہیے تھا۔" اب کہ ام ہانی کا لہجہ کچھ نرم تھا۔

"تو یہ بات ہے۔" شہریار نے ریلکس ہوتے ہوئے دیوار سے ٹیک لگائی۔

"مذاق چھوڑیں بتائیں طوبی نے بتایا آپ کو۔" وہ اسکے سامنے کھڑی پھر سے اپنا سوال دہرا رہی تھی۔ شہریار نے سر نفی میں ہلایا

"پھر کیسے پتہ آپ کو؟" ہانی نے پریشانی سے شہریار کو دیکھا۔

"تمہیں یاد ہے جب تم مظفر آباد آئی تھی۔" وہ بازو چھت کی منڈیر پہ رکھتے ہوئے بولا۔

"یہ کونسا صدیوں پرانا واقع ہے پچھلے ہفتے کی بات ہے۔" ہانی نے دانت پیسے

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ تب تم ایک دن میگزین ہاتھ میں لے کر طوبی کو دیکھا رہی تھی کہ وہ لہنگا تمہیں چاہیے۔" شہریار کے کہنے پہ ہانی کو بھی یاد آنے لگا تھا۔

"تب میں وہاں آکر بیٹھا تو تم میگزین الٹا رکھ کر چلی گئیں تھیں۔" شہریار بات کرتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اچھا تب جب آپ ہمیں لیکچر دینے آئے تھے۔" ہانی نے ایک دم یاد آنے پر کہا۔

"ہاں لیکچرار ہوں ناں لیکچر دینے کا شوق ہی بہت ہے عادت سے مجبور ہوں۔" شہریار نے اپنا

نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے ہوئے کہا۔ہانی جی بھر کہ شرمندہ ہوئی مگر شو نہیں کیا۔

"ویسے بڑے میسنے ہیں آپ۔"ہانی نے مسکراتے ہوئے دانت پیسے۔

"سچ کہو تمہیں سرپرائز اچھا نہیں لگا۔"شہریار نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"آپ کو اتنے پیسے ضائع کرنے کی کیا ضرورت تھی کوئی بھی سستا سا سوٹ لے لیتے۔"ہانی کافی دیر خاموش رہنے کے بعد آہستگی سے بولی۔

"ہاں ٹھیک کہا تم نے وہ پیسے تمہاری خوشی کے لیے خرچ کئے تھے۔جب تم خوش ہی نہیں ہوئیں تو واقع ہی میرے پیسے ضائع ہو گئے۔"شہریار کے تاثرات پل میں بدلے تھے۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔"ہانی نے اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔

"ٹھیک ہے نہیں پسند تو چینج کروالینا یا پھینک دینا کوئی بات نہیں تحفہ خلوص سے ہوتا ہے قیمت سے نہیں۔"وہ بگڑے ہوئے موڈ کے ساتھ کہتا جانے کے لیے بڑھا۔

"آئی ایم سوری شہریار۔"ام ہانی نے اپنی غلطی کا احساس ہونے پہ فورا آگے بڑھ کر اسکا راستہ روکا تھا۔

ا"ٹس اوکے۔تمہیں سوری کرنے کی ضرورت نہیں۔"شہریار ماتھے پہ بل ڈالے ناراضگی سے بولا۔

"سوری شہریار آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔"ام ہانی شرمندگی سے سر جھکائے کھڑی تھی۔

"کیا کہا تم نے۔" شہریار نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"سوری۔" ام ہانی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"نہیں اس کے علاوہ "

"آئی ایم سوری۔" ام ہانی اب تھوڑی سے کنفیوژ دیکھائی دے رہی تھی۔

"اس کے علاوہ بھی تم نے کچھ کہا یاد کرو۔" شہریار اس پہ نظریں جمائے سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے تو بہت کچھ کہا ہے اور کیا کیا کہا ہے۔ مجھے یاد بھی نہیں۔" ہانی پر شانی سے گویا ہوئی۔

"ارے تم نے مجھے ابھی کس نام سے پکارا۔" شہریار کو اسے تپا کر مزہ آرہا تھا اس لیے بات کو وہ جان بوجھ کہ بڑھاوا دے رہا تھا۔

"جو آپ کا نام ہے اسی سے پکارا۔" ام ہانی نے آنکھوں میں حیرت سموئے اسے دیکھا۔

"اور کیا نام ہے میرا۔" شہریار بازو سینے پہ باندھتے ہوئے تھوڑا آگے بڑھا۔

"شہریار۔" ام ہانی نے لڑکھڑاتے ہوئے اسکا نام ادا کیا۔

"مگر تم تو کبھی مجھے اس نام سے نہیں پکارتی آج کیا خاص بات ہے۔" وہ نظریں اس پہ جمائے اس کے تھوڑا اور قریب ہوا۔

"آپ کا نام شہریار ہے اور سب کی طرح میں بھی آپ کو اسی نام سے پکارتی ہوں۔" ام ہانی

نے اپنے خشک ہونٹوں پہ زبان پھرتے ہوئے کہا۔

"اتنا بے خبر نہیں ہوں۔ جانتا ہوں تم مجھے شہریار کے علاوہ ہر نام سے پکارتی ہو۔" شہریار ایک ایک قدم بڑھاتے ہوئے اسکے کافی قریب آ گیا تھا۔

"مثلاً۔" ام ہانی چند قدم پیچھے ہٹی۔

"مثلاً کھڑوس، سڑیل، تھانے دار، وحشی، جنگلی۔" وہ ہاتھوں پہ اپنے القابات گننے لگا۔

"جی نہیں میں نے آپ کو وحشی اور جنگلی کبھی بھی نہیں۔" ہانی تڑپ کر بولی۔

"یعنی باقی سب تم مجھے کہتی تھی۔" وہ آنکھوں میں شرارت سموئے اس کے اور قریب ہوا۔

"ہاں تو آپ کی حرکتیں ہی ایسی ہیں بندہ اور کیا کہے۔" ام ہانی کہاں شرمندہ ہونے والی تھی۔

"اچھا تو تم آج بھی اس سب پہ قائم ہو اور مجھے یہ سب کہو گی۔" وہ حیرت سے بولا۔

"اگر حرکتیں نہ سدھریں تو ضرور اور اگر موقع نہ ملا تو پھر سوچوں گی کہ کس نام سے پکاروں۔" ہانی نے ایک ادا سے کہا۔ شہریار کا قہقہہ بلند ہوا۔

"ہنس کیوں رہے ہیں۔" ہانی نے منہ بنایا۔

"ویسے میرے ناراض ہونے پر تم اتنا کیوں گھبرا گئی تھی۔" شہریار نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"میں کب گھبرائی تھی۔" وہ کہتے ہوئے دیوار کے پار جھانکنے لگی۔

"ویسے ابھی سے ساری حرکتیں تمہاری بیویوں جیسی ہیں۔" وہ بھی اس کے برابر کھڑا ہو کر دیوار کے اس پار جھانکنے لگا۔

"کیا مطلب۔" ہانی نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"یعنی بیوی کو تحفہ نہ دو وہ تب بھی ناراض ہوتی ہے لا کر دے تو اس بات پہ ناراض ہو جاتی ہے کہ مہنگا کیوں ہے بتاؤ انسان کیا کرے۔" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"مہنگا ہونا چاہیے تحفہ مگر ایک جوڑا ایک لاکھ پچھتر ہزار کا ہو تو سامنے والا خواہ مخواہ شرمندہ ہو جاتا ہے۔" ہانی اسکی آنکھوں میں جھانک کر بولی۔

"بڑی پرواہ ہے تمہیں میرے پیسوں کی۔" وہ بھی اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیوں ناں ہو اتنی محنت سے کماتے ہیں سب کیا مجھ پہ لٹا دیں گے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"سمجھدار بیوی ثابت ہو گی تم۔" وہ بھی مسکرا دیا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے کسی اور ہی جہان میں پہنچے ہوئے تھے ابھی انہیں کوئی دیکھ لیتا تو لیلی مجنوں ہیر رانجھا میں سے کوئی ایک ضرور قرار دے دیتا۔ ایک زوردار دھماکے کی آواز پر دونوں نے چونک کر نیچے دیکھا تھا۔ ساتھ والی چھت پہ کوئی لڑکی منہ کے بل گری پڑی تھی۔ اور قریب ٹیبل اور چیئر بھی الٹے پڑے تھے۔ مطلب آواز ٹیبل اور چیئر کے

گرنے کی تھی۔ اوندھے منہ گری لڑکی کے قریب ایک لڑکا کھڑا تھا اور اسکے ہاتھ میں کچھ تھا جو واضح نظر نہیں آرہا تھا۔ لڑکی ہمت کر کے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس سے کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ مسلسل سر نفی میں ہلا رہی تھی۔

"اوہ مائے گاڈ۔" ام ہانی نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پہ رکھتے ہوئے اپنی چیخ کا گلا گھونٹا۔

"کیا ہوا ہے۔" شہریار بھی پریشانی سے یہ سب دیکھ رہا تھا مگر کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"آپ چپ کریں۔" ام ہانی نے اسے ہاتھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

وہ لڑکا اب زبردستی اسکا ہاتھ پکڑ کر تقریباً گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ نیچے لے جا رہا تھا۔ ام ہانی کے چھت پر اندھیرا تھا ورنہ وہ بہت جلد ان کی موجودگی کو نوٹس کر لیتا۔ اس کے نیچے جانے کے بعد ہانی دیوار سے ہٹ کر کرسی پہ ڈھے سی گئی تھی۔

"کیا بات ہے ہانی کیوں پریشان ہو بتاؤ کیا تم ان لوگوں کو جانتی ہو۔" شہریار اسے کے قریب بیٹھتے ہوئے پریشانی سے بولا۔ ہانی نے سر سر اثبات میں ہلایا

"کون ہیں یہ لوگ۔۔؟" شہریار نے اگلا سوال کیا۔

"پڑوسی ہیں ہمارے۔" ہانی کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔

"تم کیوں پریشان ہو کون ہے یہ لڑکی اور وہ لڑکا کیوں اس پہ تشدد کر رہا تھا۔ کون ہے یہ دونوں۔" شہریار مسلسل جراح کر رہا تھا۔

"تمہیں روقیہ آنٹی یاد ہیں۔" ہانی نے اپنے آنسو اندر اتارتے ہوئے شہریار کو دیکھا۔

"وہ جو سارا دن ہم سب بچوں کو اپنے گھر پہ رکھتیں تھیں اور بہت پیار بھی کرتیں تھیں ہم سے۔ اللہ ان جنت میں بلند مقام عطا کرے۔" شہریار نے فوراجواب دیا۔ ہانی نے سر اثبات میں ہلایا۔

"یہ فریحہ تھی ان کی بیٹی۔" ام ہانی نے آہستگی سے کہا۔

"کیا۔" اب کے حیران ہونے کی باری شہریار کی تھی۔

"مگر یہ لڑکا کون تھا۔" "اسکا سوتیلا بھائی۔" کہتے ہوئے ام ہانی کی آنکھیں چھلک پڑیں تھیں۔

"ارے تم کیوں رو رہی ہو۔" شہریار اس کے آنسو دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

ا" سکی ماں اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ جب تک تھی میں اسکی چہیتی تھی روقیہ آنٹی نے ایک ماں سے بڑھ کر مجھے پیار دیا اور آج ان کی بیٹی اس حال میں ہے اور میں اتنی بے خبر ہوں کہ۔" ہانی چہرہ ہاتھوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"اس سب میں تمہارا کیا قصور۔" شہریار نے اسے بہلانا چاہا.

"ظلم دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لینا بھی ظلم کا ساتھ دینا ہی ہوتا ہے۔" ہانی نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مگر تم اس سب سے بے خبر تھی۔" شہریار نے اسکا دل بہلانا چاہا۔

"ہاں میں بے خبر تھی اور اسی بے خبری نے کسی کی زندگی کو جہنم بنا ہوا ہے۔" وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے خود کو سنے لگی۔

"ہو سکتا یہ ہماری آنکھوں کا دھوکا ہو اور ایسا بس آج ہوا ہو۔" شہریار کسی بھی حال میں ہانی کو اس سب سے باہر نکالنا چاہتا تھا۔

"ہو سکتا ہے یہ سب روز ہوتا ہو۔ فری نے ہمارے گھر آنا بھی چھوڑ دیا ہے۔" ہانی از حد پریشان تھی اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر فری کے پاس پہنچ جائے۔

"تم پریشان مت ہو سب ٹھیک ہو جائے گا دو بج رہے ہیں تم جا کر سو جاؤ صبح جلدی اٹھنا ہے۔" وہ گھڑی کی طرف دیکھتا اسکو دلاسا دیتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ام ہانی بھی اس کی تقلید میں چلتی نیچے چلی گئی۔ مگر پوری رات وہ ٹھیک سے سو نہیں پائی تھی۔ سولہ سالہ معصوم فری کا چہرہ اسکی آنکھوں کے سامنے گھومتا رہا تھا۔

"صبح سب سے پہلے فری سے ملوں گی۔" ام ہانی ارداہ کرتے ہوئے سونے کی کوشش کرنے لگی۔

» « » « » « »

"ہانی تم کہاں کھوئی ہو۔" طوبی نے گم سم بیٹھی ہانی کو ٹہکا دیا۔

"میں کب گم سم ہوں۔" ہانی چونک کر فوراسیدھی ہوئی۔

"چلو آؤ دیکھتے ہیں کچن میں کیا بنا ہے۔" وہ لاؤنج سے اٹھ کر کچن کی طرف چل دیں۔ اتنے حماد، ظہیر، مشتاق صاحب، حسام، حسام کے پاپا اور شہریار گھر واپس آ گئے تھے۔

واؤ رس ملائی، کھیر، شیر خورمہ، سویاں ارے بڑی بات ہے آج تو سچ مچ کی عید ہے۔" طوبی کے منہ میں پانی آ گیا۔

"مجھے تو رس ملائی بہت پسند ہے یار۔" طوبی بات کرتے ہوئے پیچھے مڑی۔ اور ٹرے سیٹ کرتی ہانی کو دیکھ کر پوچھا۔

"ابھی سے بھائی کی اتنی فکر ہے کہ ان کے آتے ہی تم ٹرے سیٹ کرنے لگیں۔" طوبی شرارت سے ہنسی۔ وہ خاموشی سے برتنوں میں مختلف چیزیں بھرنے لگی۔

"بتاؤ آج تو تم بہت خوش ہو گی کہ ان کے نام منسوب ہونے میں چند دن باقی ہیں۔" طوبی ابھی تک شرارت کے موڈ میں تھی۔

"طوبی سنو برتن نکالو تاکے ہم سب کو کھیر وغیرہ سرو کر دیں۔" ہانی نے کھیر رس ملائی ڈونگے میں نکالتے ہوئے کہا۔

"وہ ٹرے کس کے لیے ہے۔" طوبی نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھا۔

"بتادوں گی پہلے ہم سب کو دے آئیں یہ۔" وہ چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

طوبیٰ کندھے اچکا کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"لے قدرت نے تیری میچنگ کر دی ہے۔" ظہیر نے برتن لگاتی طوبیٰ کو دیکھ کر حماد سے کہا۔

"کیا مطلب۔" حماد نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا۔

"دیکھو اتنے معصوم مت بنو کیوں کے تم نہیں ہو۔" ظہیر نے اسے آنکھیں دیکھائیں۔

"تم سدھر نہیں سکتے۔" حماد نے دانت پیسے۔

"کیا کیا ہے میں نے بس یہ کہا ہے کہ تم نے اور طوبیٰ دونوں نے میرون سوٹ پہنا ہے۔" ظہیر نے لاپرواہی سے کہا۔

"یہ محض ایک اتفاق ہے۔" حماد نے آہستہ آواز میں کہا کہیں کوئی سن نہ لے۔

"اسے اتفاق نہیں دل کو دل سے راہ کہتے ہیں۔ روحوں کا ملن ٹائپ کچھ کہتے ہیں۔" ظہیر ذہن پہ زور دیتے بولا۔

"ابے بکواس مت کر اس بے چاری کو پتہ بھی نہیں اور میں ابھی اس حد تک اس میں انولو نہیں ہوا۔' حماد نے اپنی صفائی دی۔

"یعنی حد سے کچھ پیچھے تک انولو ہو گئے ہو اتنا بھی کافی ہے۔" ظہیر نے بات کو اپنی مطلب کا

جامہ پہنایا۔

"تو سدھرے گا نہیں اس طرح کی کوئی بھی بات ان گھر والوں تک پہنچی کیا سمجھیں گے وہ مجھے بولو۔ فلحال تم چپ ہی رہو۔" حماد نے آہستہ آواز میں اسے تنبیہ کی۔

"آپ لوگ آجائیں سب ریڈی ہے۔" وہ اسی بحث میں مصروف تھے جب طوبی ان کے قریب آکر بولی۔ حماد چونک کر سیدھا ہوا۔ وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

"وہ آئے ہمارے در پہ خدا کی قدرت۔" ظہیر نے بلند آواز میں شعر پڑھنا شروع کیا۔ حماد نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پہ رکھ کر اسکی آواز کا گلا گھونٹا تھا۔ طوبی نے حیرت سے پیچھے مڑ کے دیکھا وہ دونوں آپس میں ہی مصروف تھے وہ سر جھٹکتی آگے بڑھ گئی۔ سب لوگ بیٹھے عید کے پکوان سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ جب ہانی نے کچن میں رکھا ڑے اٹھایا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔ سب نے اسے حیرت سے جاتے دیکھا تھا مگر پوچھا کسی نے کچھ نہیں۔

"تمہارے ساتھ میچنگ سوٹ پہننے کی ڈسکشن کرنے کے لیے کل بھابھی نے تمہیں چھت پہ بلایا تھا۔' رس ملائی کا بڑا بول اپنے منہ رکھتے ہوئے ظہیر نے کہا۔

"کم آن یہ کوئی بات ہے ڈسکس کرنے والی۔" شہریار مسکرا دیا۔

"نہیں میں تو کنفرم کر رہا تھا۔" وہ حماد کے لاکھ اشارے کرنے پہ بھی چپ نہیں ہو رہا تھا۔

"کیا کنفرم کر رہے تھے۔" شہریار نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"بس آجکل اتفاق بہت ہو رہے ہیں سوچا پوچھ لوں تمہارے ساتھ بھی اتفاق ہی ہوا ہے۔" وہ اب کھیر کے ساتھ انصاف کر رہا تھا۔

"جی بلکل یہ محض ایک اتفاق ہے کہ ہانی اور میرا ڈرس وائٹ ہے۔" وہ بڑے بڑے نوالے حلق میں انڈیلتے ظہیر کو دیکھ کر بولا۔ حماد سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"کوئی اٹھا کر نہیں لے جا رہا آرام سے کھاؤ۔" شہریار ظہیر کا کندھا تھپک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم کہاں جا رہے ہو۔" حماد نے اسے اٹھتے دیکھ کر پوچھا۔

"بس یہیں باہر تک جا رہا ہوں ابھی آتا ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"بھابھی کی جاسوسی کرنے جا رہا ہے۔" ظہیر دور کی کوڑی لایا۔

"تم ڈونگے خالی کرو دماغ پہ زیادہ زور مت دو۔"

شہریار اسے کہتا آگے بڑھ گیا۔

» « » « » « »

اور رمیز بیٹھے کچھ بات کر رہے تھے۔

"عید مبارک انکل۔" ہانی نے جھک کر انکا پیار لیا۔

"خیر مبارک بیٹا کیسی ہو۔ آج اس گھر کا راستہ کیسے بھول گئیں۔" وہ ہانی کو دیکھ کر مسکرائے۔

"ارے بس انکل کچھ مت پوچھیں مصروفیت میں کچھ ہوش ہی نہیں رہا۔" وہ شرمندگی سے بولی۔

"اب تو تم بھی عید کا چاند ہو گئی ہو عید کے عید نظر آتی ہو۔" وہ اب بھی اس سے شکوہ کناں تھے۔

"انکل اب بس کریں اور کتنا شرمندہ کریں گے۔" وہ زمان صاحب خود دیکھ کر مسکرائی۔ وہ جب سے یہاں کھڑی تھی۔ رمیز کی نظریں بس اسی کے جسم کا طواف کر رہیں تھیں۔ اور اسکے دیکھنے کا انداز مانو آنکھیں نہیں ایکسرے مشین ہو۔

"اچھا جی نہیں کرتے شرمندہ آؤ بیٹھو۔" وہ بھی اسے دیکھ کر ہنس دیئے۔

"نہیں انکل فریحہ کہاں ہے مجھے اس سے ملنا تھا۔" وہ کھڑے کھڑی عجلت بھرے لہجے میں بولی ہانی اب اس گھٹیا شخص کے سامنے ایک سیکنڈ بھی رکنا نہیں چاہتی تھی۔ فری کا نام سن کر رمیز کے چہرے کا زاویہ کچھ بدلا تھا مگر پھر وہ سر جھکا گیا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہے۔" زمان صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے اس کے خمرے کی

طرف اشارہ کیا۔ وہ انہیں شکریہ کہتی آگے بڑھ گئی۔ رمیز کی نظروں نے دور تک اسکا تعاقب کیا تھا۔

"ارے عید مبارک فری کیسی ہو میری جان۔" وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے جوش سے بولی۔ مگر سامنے کا تو منظر ہی کچھ اور تھا۔ ملگجے سے کپڑوں میں اوندھے منہ پڑی فری کو دیکھ کر وہ حول گئی تھی۔

"ارے فری کیا ہوا۔" ام یانی نے کندھے سے پکڑ کر اسے سیدھا کیا۔

"تم رو کیوں رہی ہو۔" ام ہانی کے ہاتھ پائوں پھول گئے تھے۔ فری ایک دم اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ام ہانی بس اسکی کمر تھپکتی رہی اور اس رونے دیا۔ کبھی کبھی رو لینا صحت کے لیے اچھا ہوتا ہے اور اپنے دکھ پر رونا بھی کسی اپنے کو دیکھ کر ہی آتا۔

وہ اور فری بچپن سے ساتھ تھیں وہ فری سے پانچ سال بڑی تھی اور دونوں کی بہت اچھی دوستی تھی۔ فریحہ حسام کی کلاس فیلو تھی۔ ہمیشہ فرسٹ آتی اور سیکنڈ آنے پہ ام ہانی حسام کی ٹھیک ٹھاک دھلائی کرتی۔ وقت بڑی ظالم چیز ہے۔ فری دس سال کی تھی جب ایک حادثے میں روقیہ بیگم انتقال کر گئیں۔ کچھ رشتے داروں کے مشورے پر ایک عورت سے جس کا پہلے ایک بیٹا تھا اور وہ بیوہ تھی اس سے نکاح کر لیا۔ جس طرح زمان صاحب نے رمیز کو قبول کیا اسی طرح روشن آرا نے فری کو۔ فری اور ہانی دونوں کا ایک دوسرے کے گھر بہت آنا جانا

تھا۔ مگر روشن آرا کی جلی کٹی باتوں سے تنگ آ کر ہانی نے ان کے گھر جانا بند کر دیا تھا۔ اور فری کو روشن آرا گھر سے نکلنے ہی نہ دیتی وہ بہت ذہین بچی تھی۔ اور حسام کے ساتھ ہی انٹری ٹیسٹ کی تیاری بھی کر رہی تھی۔

"فری چپ کرو کیوں اتنا رو رہی ہوں کیا بات ہے۔" ہانی اسے خود سے علیحدہ کرتے ہوئے پیار سے بولی۔

"آپ تو مجھے بھول ہی گئیں ہیں آپ کی کوئی دوست کوئی بہن بھی تھی شاید آپکو یاد ہی نہیں رہا۔" وہ اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"فری تو میری جان ہے میں کیسے بھول سکتی ہوں اسے" ہانی نے پیار سے اس کے آنسو صاف کئے۔

"یہ تمہارے ماتھے اور گال پہ کیا ہوا ہے۔" ہانی نے اس کے سوجے گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بغور دیکھا۔

"کچھ بھی نہیں۔" فری ایک دم اس کے سوال پہ بہت سہم گئی تھی۔

"کسی نے مارا ہے کیا۔" ہانی نے اسے پیار سے پچکارا۔

"نہیں مجھے کوئی کیوں مارے گا۔ میں کل گر گئی تھی۔" فری نے لڑکھڑاتے ہوئے صاف جھوٹ بولا۔ سچ سے تو ہانی واقف تھی مگر فری کو ہانی پہ اعتبار کرنے کے لیے کچھ وقت چاہیے

تھا۔

"اچھا کیسے گری تم۔" ہانی نے اسے وقت دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"بس وہ کل چھت پہ پاؤں سلپ ہو گیا تھا۔" فری نظریں چرا کر بولی۔ ہانی سمجھ گئی تھی وہ اتنی آسانی سے کچھ نہیں بتائے گی۔

"میں تمہیں لینے آئی ہوں۔" ہانی نے بات بدل دی۔ فری نے نا سمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"ارے پاگل لڑکی میری منگنی ہو رہی ہے۔" ہانی نے کچھ شرما کر ڈوپٹے کا پلو دانتوں میں دیا۔ فری ایک دم کھلکھلا کے ہنس دی۔

"نہ کریں ہانی آپ شرماتی ہوئی بہت عجیب لگتیں ہیں۔"

"شرم کرو بد تمیز لڑکی۔" ہانی نے ہلکا سا دھپ رسید کیا۔

"اچھا ناراض مت ہوں یہ بتائیں دولہا بھائی کون ہیں ہمارے۔" فری اسکے گلے میں بانہیں ڈال کر پیار سے بولی۔

"بتانا کیوں ہے ملواتی ہوں تمہیں ابھی۔" ہانی نے آنکھیں نچائیں۔

"وہ یہاں پر ہیں کیا۔" فری نے ایک دم سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔ ام ہانی نے سر اثبات میں ہلایا۔

"نام تو بتائیں اور منگنی کب ہے۔" فری جوش سے بولی۔

"ایک شرط پہ بتاؤں گی۔" ام ہانی اٹھی۔

"کونسی شرط کیسی شرط۔" فری نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تمہیں میرے ساتھ گھر چلنا ہو گا۔ جب تک میری منگنی ہے۔" ام ہانی نے اپنی شرط سامنے رکھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا آپ جانتی ہیں۔" فری کی روشن آنکھوں کے دیے ایک دم بجھ گئے تھے۔

"تم بتاؤ چلو گی میرے ساتھ پر میشن لینا میرا کام ہے۔" ہانی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر جوش سے کہا۔

"میں آپ کو بھلا انکار کر سکتی ہوں۔" فری نے مسکرا کر کہا۔

"او کے اٹھ کے چینج کرو اچھے سے کپڑے پہننا اور اپنی پیکنگ کرو۔ میں ابھی آئی۔" ہانی اسے ہدایات دیتی باہر چلی گئی تھی۔

"انکل آپ سے ضروری کام ہے پر آپ وعدہ کریں انکار نہیں کریں گے" ام ہانی فری کے کمرے سے نکل کر سیدھا انکل کے پاس گئی تھی۔ جو ابھی تک رمیز کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

"ہاں بیٹا آپ کہو اگر ماننے والی ہوئی تو ضرور مانیں گے۔"

میری انگیجمنٹ ہے پرسوں تو آپ لوگوں کو انوائٹ کرنے آئی ہوں۔بہت جلدی میں ہو رہی ہے تو کارڈ وغیرہ نہیں بنوائے۔ام ہانی نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔رمیز اب بھی اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"میری کوئی بہن بھی نہیں ہے۔تو میں یہ چاہ رہی تھی کہ ایک دو دن کے لیے اگر میں فری کو اپنے ساتھ لے جاؤں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا۔"وہ رمیز کو اگنور کرتے ہوئے انکل سے بات کر رہی تھی۔

"فری کیوں جائے گی تم لوگوں کے گھر فنکشن پہ جائے گی۔"رمیز ایک دم رعب سے بولا۔

"آپ فری کے والد محترم ہیں کیا۔"ام ہانی نے اپنا روئے سخن اس کی طرف موڑا۔

"نہیں تو۔"وہ ایک دم گڑبڑا گیا۔

"تو میں ان سے بات کر رہی ہوں اپنے قیمتی مشورے اپنے پاس رکھیں۔"ام ہانی نے مہذب الفاظ میں اسکی ٹھیک ٹھاک عزت افزائی کی تھی۔

"انکل پلیز میں انکار نہیں سنوں گی۔"ام ہانی لجاجت سے بولی۔

"ٹھیک ہے بیٹا جیسے آپ کی خوشی۔"زمان صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو تھینک یو سو مچ انکل۔"ام ہانی خوشی سے اچھل پڑی تھی۔رمیز اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔

"بندر کہیں کا۔" ام ہانی زیر لب اسے گالیوں سے نوازتی فری کے کمرے کی طرف چل دی وہ تیار بیٹھی تھی۔ ام ہانی نے اسکا بیگ پکڑا اور اسے ساتھ لے کر گھر سے باہر نکل آئی رمیز ان کے پیچھے آیا تھا۔ اور اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ام ہانی کا مرڈر کر دے۔ کچھ اسی قسم کے جذبات ام ہانی کے بھی اس کے لیے تھے۔

گھر کے دروازے کے باہر اتنی دھوپ اور گرمی میں چہل قدمی کرتے شہریار کو دیکھ کر وہ دونوں رک گئیں تھیں۔ شہریار ام ہانی کے ساتھ فریحہ کو دیکھ کر حیرانی سے وہیں جم گیا تھا۔

"یہ لڑکی کچھ بھی کرتی ہے نتائج کی پرواہ کئے بغیر۔" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بولا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔" ام ہانی اس کے قریب رکتے ہوئے ہوئے بولی۔

"آپ کا انتظار۔" وہ ایک نظر سر جھکائے کھڑی فری پہ ڈال کر بولا۔

"اتنی گرمی میں۔" وہ شہریار کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"گھر کے اندر چلو واقع ہی کافی گرمی ہے۔" وہ بات بدل کر انکو اندر چلنے کا کہتا خود بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ فری کو دیکھ کر جہاں سب حیران ہوئے تھے وہیں سب خوش بھی تھے۔

حسام تو مانو جون میں واپس لوٹ آیا تھا۔ اسکے دانت اندر ہی نہیں جا رہے تھے۔

وہ دونوں بچپن سے کافی اچھے دوست تھے مگر اب کچھ عرصے سے فری اس سے کافی دور بھاگنے کی کوشش کرتی تھی۔ وہ بات کرتا تو۔ ہوں، ہاں میں جواب دیتی ورنہ خاموش ہی

رہتی۔

"آج رات ڈنر کون کروا رہا ہے۔" وہ سب لوگ لاؤنج میم بیٹھے تھے بڑوں نے اپنی محفل لگا رکھی تھی اور بچوں نے اپنی۔ سب لوگ ایک دوسر کی ٹانگ کھینچنے میں مصروف تھے۔ جب طوبی نے سب اس اہم مسئلے کی طرف متوجہ کیا۔

"ام ہانی آج ڈنر کروائیں گی ہمیں۔" شہریار نے کہتے ہوئے کن آکھیوں سے ام ہانی کو دیکھا۔

"جی بلکل کیوں نہیں پرسوں رات یہ ڈنر کروائیں گے سب کو۔" ام ہانی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ سب کا بھرپور قہقہہ پڑا تھا۔

"کوئی کسی کو ڈنر نہیں کروائے گا آج سب لوگ گھر پہ کھانا کھائیں گے۔" صفیہ بیگم کی گرج دار آواز نے سب کے قہقہوں کا گلہ گلا گھونٹا تھا۔

"کیوں پھوپھو۔" سب سے پہلا سوال حسام کی طرف سے اٹھا۔

"امی پلیز جانے دیں ناں۔" طوبی نے بھی دہائی دی۔

"تم لوگ پہلے بتا دیتے میری بھابھی نے جو گرمی میں کھڑے ہو کر اتنا سارا کھانا بنایا ہے وہ کون کھائے گا۔" صفیہ بیگم نے ناراضگی سے کہا۔

"لو ہو گیا شروع نند بھابھی کا پیار قسط نمبر دو سو بیس۔ تحریر صفیہ بیگم، ہدایات مشتاق صاحب، مین لیڈ مما اینڈ بابا، دیگر کاسٹ میں ہانی، حسام، طوبی اور شہریار شامل ہیں۔ حسام بلند

آواز میں شروع ہوا سب لوگ منہ نیچے کر کے ہنسنے لگے تھے۔

"بتاؤں تمہیں میں بدتمیز مجھ سے مذاق کرتا ہے۔"صفیہ بیگم نے اسے کان سے پکڑا۔

"پھوپھو چھوڑیں کیا غلط کہا ہے میں نے سچ ہی تو کہا ہے۔"وہ دہائی دیتے ہوئے اپنا کان چھوڑانے کی کوشش کرنے لگا۔

"پھوپھو ایک دو تھپڑ لگا ہی دیں اسے بہت بدتمیز ہو گیا ہے۔یہ آجکل منہ میں کچھ زیادہ ہی لمبی زبان آئی ہوئی ہے اس کی۔"ام ہانی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے صفیہ بیگم سے کہا۔

"تم لوگ نہیں سمجھو گے بڑا گہرا پیار ہے ہم دونوں کا مثالی بھی کوئی کہہ نہیں سکتا کہ نند بھاوج ہیں بہنیں سمجھتے ہیں لوگ ہمیں۔"پھوپھو فخریہ انداز میں کہتی وہاں سے چلی گئیں۔سب لوگ بعد میں حسام پہ ہنسنے لگے تھے۔فریحہ بھی سب میں بیٹھی کافی ریلکس لگ رہی تھی۔جب وہ آئی تھی تب کافی سہمی ہوئی تھی۔مگر اب کافی بہتر تھی۔

ڈنر کے پلان پہ پھوپھو پانی بہا کر جا چکیں تھیں۔اس لیے سب نے صبر شکر سے گھر پہ کھانا کھایا اور اپنے اپنے کمروں میں سونے چل دیئے۔فریحہ طوبی اور ہانی ایک ہی کمرے میں تھیں۔وہ لوگ صبح سے جاگ رہیں تھیں تھکن سے چور وہ جلدی سو گئیں تھیں۔

پانی گرنے کی آواز پر ہانی کی آنکھ اچانک کھل گئی تھی۔واش روم میں کوئی تھا۔

"فری ہو گی۔"وہ پھر سے کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔مگر کافی دیر بعد بھی

فری باہر نہیں آئی تھی۔ہانی نے موبائل اٹھا کر ٹائم چیک کیا تھا۔رات کے تین بج رہے تھے۔اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ فری نہا رہی ہے۔مگر اس وقت وہ تو سو گئی تھی کوئی گہری نیند سے اٹھ کر کیسے نہا سکتا ہے وہ بھی اتنی رات کو جب کوئی مجبوری بھی ناں ہو۔وہ یہ ہی سب سوچتی رہی۔کافی دیر بعد فری کمرے میں آئی تھی۔

ہانی نے اسے یہ تاثر بلکل نہیں دیا تھا کہ وہ جاگ گئی ہے۔وہ ارد دھر ادھر دیکھتی احتیاط سے اپنے بستر پر واپس لیٹ گئی تھی۔ہانی کافی دیر پریشانی سے سوچتی رہی تھی ہو سکتا ہے اسے عادت ہو پھر وہ خود کو تسلی دیتی دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ہانی کی آنکھ الارم سے کھلی تھی جو اس نے فجر کی نماز کے لیے لگا رکھا تھا۔

وہ تیزی سے اٹھی تھی۔فری اپنے بستر پہ نہیں تھی۔وہ تھوڑی دیر رک کر اسکا انتظار کرنے لگی۔وہ جلدی واش روم سے باہر آگئی تھی۔اسکے گیلے بال اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ وہ ابھی ابھی نہا کہ نکلی ہے۔ام ہانی اس بات سے اور الجھ گئی تھی۔3 بجے کہ بعد اب پانچ بجے پھر سے۔نماز پڑھ کر فری پھر سے سو گئی تھی۔مگر اسکا ذہن بہت الجھ گیا تھا۔وہ بہت کوشش کے بعد بھی سو نہیں پائی تو اٹھ کر باہر آگئی۔

"لگتا ہے مما بھی جاگ رہی ہیں۔"کچن سے کھٹکے کی آواز پر وہ کچن کی طرف چل دی۔

"موصوف اب اپنے ہونے والے سسرال میں خود چائے بنا کر کیا ثابت کرنا چاہ رہے

ہیں۔"ام ہانی نے مسکرا کر چائے بناتے شہریار کو دیکھا۔

"زن مرید ہونے کا ثبوت پیش کرنا چاہ رہا ہوں۔"وہ مسکراتے ہوئے پیچھے مڑا۔

"اچھا جی اس سے کیا ہو گا۔"وہ چلتے ہوئے اس کے قریب آئی۔

"ہو سکتا ہے میری شادی کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔"وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"شادی کی ڈیٹ تب تک نہیں ملے گی جب تک میں ناں چاہوں۔"وہ اٹھلائی۔

"چلیں آپ کو منالیں گے ہم وہ چائے کا پانی۔"چولہے سے اتارتے ہوئے بولا۔

"دیکھتے ہیں۔ویسے اتنی صبح کیوں اٹھ گئے۔خیریت۔"وہ چائے کے لیے مگ نکالنے لگی۔

"بس عادت سے مجبور ہوں چھٹی والے دن بھی دیر تک سو نہیں پاتا۔"وہ پانی مگ میں انڈیلنے لگا۔

"تم پیو گی۔"وہ اسنے ایک دم ہانی کو مخاطب کیا۔

"جب دو کپ رکھے ہیں تو اسکا کیا مطلب ہوا۔"ہانی نے اسے گھورا۔

"اچھا سوری۔"وہ ہنس دیا۔وہ لوگ اپنی چائے لے کر بالکونی میں بیٹھ گئے تھے۔گھر کے باقی فرد سو رہے تھے۔آج کا دن بہت مصروفیت میں گزرنے والا تھا آج سب کو منگنی کی تیاری جو کرنی تھی۔

"کیا بات ہے ہانی تم مجھے پریشان لگ رہی ہو۔"شہریار نے گم سم بیٹھی یانی کو مخاطب کیا۔

"ہاں بس وہ۔" وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ اور پھر کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"کیا بات ہے بولو ہانی تم مجھ پہ اعتبار کر سکتی ہو۔" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے پیار سے بولا۔

"فری کا مسئلہ کوئی چھوٹا موٹا نہیں ہے۔ اسکے ساتھ کوئی بہت بڑا مسئلہ ہے جو نہ تو وہ خود سہہ پا رہی ہے ناں ہی کسی سے کہہ پا رہی ہے۔ وہ اتنی آسانی سے کسی سے کچھ شیئر نہیں کرے گی اور میں اسکی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔" ام ہانی کپ کے کنارے پہ انگلی پھرتے ہوئے پریشانی سے بولی۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا کہ کوئی بہت بڑا مسئلہ ہے۔" شہریار نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آج رات تین بجے وہ نہائی اور جب میں اب صبح اٹھی وہ تب بھی نہا کہ نکل رہی تھی۔۔ شیری کوئی ایک رات میں دو بار کیوں نہائے گا۔ جب اسے کہیں جانا نہیں جب اس کے کپڑے اور جسم میلا نہیں۔" وہ بے حد پریشان تھی۔

"کچھ لوگوں کو بار بار نہانے کی عادت ہوتی ہے۔ تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ یا ہو سکتا ہے کہ کوئی سائیکی پرابلم ہو۔" شہریار نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔

"مسئلہ جو بھی ہے پتہ تو میں لگا کر رہوں گی۔' ہانی نے مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے چائے کا سپ لیا۔

"ان شاء اللہ سب بہتر ہو گا۔" شہریار بھی چائے پینے لگا۔

"یہ نمک والی چائے کا بدلہ لیا ہے ناں آپ نے مجھ سے۔" وہ چائے کا کپ ٹیبل پہ پٹختے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا۔" شہریار نے حیرے سے اسے دیکھا۔

"اتنی کڑوی چائے۔" ہانی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ تم چائے میں چینی نہیں لیتی۔" وہ اب بھی حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں مسٹر شہریار اسے چائے کہنا چائے کی بے عزتی ہے بلکہ توہین ہے۔ پانی میں پتی اور چند قطرے دودھ ڈال کر بنا چینی کے اسے کوئی سیاہ محلول کہا جا سکتا ہے چائے نہیں۔" وہ غصے سے بولی۔

"مگر میں تو ایسی ہی چائے پیتا ہوں۔ "

"جی اچھی طرح جانتی ہوں اس ٹیسٹ میں آپ فیل ہو گئے ہیں اس لیے یہ چائے آپ ہی پیئیں۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کونسا ٹیسٹ۔" شہریار نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"زن مریدی کے۔" وہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

"پاگل لڑکی۔' وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

پورا دن سبھی کا تقریباً مصروفیت میں گزرا تھا۔

ہانی کی نظر فری پر ہی تھی۔پورا دن اس نے کوئی مشکوک حرکت نہیں کی تھی۔ہر کوئی اپنے کام میں مصروف تھا۔آج رات کو شہریار اور ہانی کی انگیجمنٹ سرمنی تھی۔ہانی کی ساری فرینڈز تقریباً آوٹ آف سٹی تھیں۔اور وہ اس شرط پہ منگنی کرنے کے لیے تیار ہوئی تھی کہ کوئی کسی کو نہیں بتائے گا کہ ہانی کی منگنی ہو گئی ہے۔اس بات پہ سب بہت ہنسے تھے مگر سب نے مان بھی لی تھی۔

فریحہ بھی کافی خوش اور مطمئن دیکھائی دے رہی تھی فری اور طوبی،ہانی کو لے کر پارلر گئیں تھیں۔اور شہریار کو اسے وہاں سے پک کرنا تھا۔

"اللہ ہانی آپی قیامت لگ رہی ہو آپ تو۔"فری اسے تیار ہوا دیکھ کر نہال ہو گئی تھی۔وہ شرما کر سر جھکا گئی۔

"شرماؤ مت یہ فری ہے شیری بھائی نہیں۔"طوبی نے اسے چھیڑا۔وہ بس اسے گھور کر رہ گئی اسی اثنا میں شہریار انہیں پک کرنے آ گیا تھا۔وہ چاروں پارلر سے سیدھا حال گئے تھے۔راستے میں شہریار نے ہانی کو دیکھنے کہ بہت جتن کئے تھے مگر طوبی نے اسے چادر میں چھپا رکھا تھا۔

"یار ہونے والی بیوی ہے دیکھا دو ایک بار میں دیکھ کر دل جلا لوں اپنا۔"شہریار نے مر رہانی پہ

سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

"جب دل ہی جلانا ہے تو مت دیکھیں ناں۔" طوبیٰ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں دل اس لیے جلانا ہے کہ ہزراوں روپے کا میک اپ جو کروایا ہے وہ تو دھل جائے گا اس لیے جی بھر کے دیکھ لوں۔" وہ اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"ایک شرط پہ دیکھ سکتے ہیں آپ۔" طوبیٰ نے کچھ سوچتے ہوئے ایک بیچ کی راہ نکالی۔

"اچھا بتاؤ کیا شرط ہے۔" شہریار نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ سیدھے رہیے اور سامنے دیکھئے بس کانوں سے مجھے سنیے۔" طوبیٰ نے اسکا سر پکڑ کر سیدھا کیا۔

"اچھا شرط بتاؤ۔" شہریار نے سامنے دیکھتے ہوئے پھر سے پوچھا۔

"پچاس ہزار دیں اور دلین دیکھ لیں۔" طوبیٰ مسکراتے ہوئے اپنی شرط بتائی۔

"رہنے دو اتنے پیسوں میں تو میں اسے دوبار تیار کروا کے دیکھ لوں گا۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔ وہ تینوں ہنس دیں۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا آپ دونوں شادی کے لیے مان کیسے گئے آپ لوگوں کی تو لڑائی ہی ختم نہیں ہوتی تھی۔" فری دونوں کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے اپنی حیرت کا اظہار کر رہی تھی۔

"فریحہ وہ کیا ہے ناں کہ ام ہانی میری محبت میں تقریباً پاگل ہو چکی تھی۔ تو میں نے بھی ترس کھا کر شادی کے لیے ہاں کر دی۔" شہریار بیک مرر میں ان کو دیکھتے ہوئے معصومیت سے بولا۔

"شرم نہیں آتی ناں جھوٹ بولتے ہوئے تم مجھ پہ ترس کھا رہے ہو۔ میں کب آئی تھی اپنی محبت کا خالی کشکول لے کر تمہارے پاس۔" ام ہانی نے سارے لحاظ بلائے طاق رکھتے ہوئے چہرے سے گھونگھٹ الٹ کر اسے کھری کھری سنائیں تھیں۔ شہریار کا قہقہہ بے ساختہ تھا وہ اپنی چال میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"ام ہانی بلکل پاگل ہو تم طوبیٰ نے اپنا سر پیٹ لیا۔" پورا راستہ ان لوگوں کی نونک جھونک چلتی رہی تھی۔

ہال میں انہیں حسام حماد اور ظہیر نے رسیو کیا تھا۔ حماد طوبیٰ کو دیکھ کر مبہوت ہو گیا تھا۔ بلیک اور گرے کلر کے کنٹراسٹ کا سوٹ اس پہ بہت جچ رہا تھا۔ طوبیٰ ام ہانی کو لے کر سٹیج کر طرف بڑھ گئی۔

"لڑکی کو نظر لگانے کا ارادہ ہے کیا۔" ظہیر اس کے کان کے قریب ہو کر بولا۔ حماد فوراً اپنی اصلی پوزیشن میں واپس آیا۔ فری ان دونوں سے الگ ہو کر نسبت ایک خالی کونے کی طرف چلی گئی۔

"تم یہاں کیوں بیٹھی ہو۔" حسام اس کے پیچھے آیا تھا۔

"مجھے رش سے گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔" فری نے بہانہ بنایا۔

"اتنا رش تو نہیں ہے۔" حسام نے حال پہ ایک نظر ڈالی۔ وہ خاموشی سے بیٹھی رہی۔

"فری تم کسی زمانے میں میری بہت اچھی دوست ہوا کرتی تھیں۔ مگر اب ایسا کیا ہوا ہے کہ تم مجھ سے بات کرنے کی بھی روادار نہیں ہو۔" حسام پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"پہلے ہم چھوٹے تھے اب بڑے ہو گئے ہیں جہاں تک دوستی کی بات ہے تو دشمن ہم اب بھی نہیں ہیں۔" وہ سرد مہری سے کہتی حسام کو کوئی اور ہی فریحہ لگ رہی تھی۔

"آج سے ایک سال پہلے تک تمہیں احساس نہیں تھا کہ ہم بڑے ہو رہے ہیں۔" وہ ناراضگی سے بولا۔

"احساس جب ہو جائے تب ہی اچھا ہوتا ہے۔" فری کے لہجے میں بلکل لچک نہیں تھی۔

"میں بس ایک بات جانتا ہوں کہ تم کسی پرابلم میں ہو اور وہ پرابلم کیا ہے وہ تم مجھ سے شئیر نہیں کر رہی۔" فری کو لگا اسکا دل پھٹ جائے گا۔

"میں ایک بات کہتا ہوں تم مجھ پہ آنکھیں بند کر کے یقین کر سکتی ہو میں کبھی تمہیں دھوکہ نہیں دوں گا۔" وہ اس کے قریب بیٹھا آہستگی سے بولا۔

"میں کسی پرابلم میں نہیں ہوں اور یہ بات میں تم سے ہزار بار کہہ چکی ہوں مجھے میرے حال

پہ چھوڑ دو۔" فری ایک دم چلا کر بولی تھی۔

"اچھے دوست اللہ کی نعمت ہوتے ہیں۔" وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر کبھی بھی کوئی مسئلہ ہو تو یاد رکھنا تمہارا ایک دوست ہے جو کسی حال میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گا بس ایک آواز دے دینا۔" حسام شکست خردہ لہجے میں کہتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ فری کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات ہونے لگی تھی۔ وہ ٹیبل پہ سر ٹکا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

طوبی ہانی کو اسٹیج پہ بٹھا کر خود کسی کام سے نیچے آئی تھی۔ جب چلتے ہوئے وہ حماد سے ٹکرا گئی تھی۔ اسنے اپنے دونوں ہاتھ اسکے سینے پہ رکھ کے اس زوردار تصادم کو ہونے سے روکا تھا۔ حماد نے بھی اسکی کلائی پکڑ کر خود اور اسے گرنے سے بچانے کی کوشش کی تھی۔

"سوری۔" طوبی پیچھے ہٹتے ہوئے شرمندگی سے بولی۔

"ارے نہیں کوئی بات نہیں۔" حماد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں مجھے دیکھ کے چلنا چاہیے تھا اب خیال کروں گی۔" وہ سر جھکائے سی کہتی حماد کو اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی تھی۔

"کوئی بات نہیں ایسا ہو جاتا ہے کوئی بڑی بات نہیں۔" حماد سے اسکا شرمندہ ہونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"تھینک یو۔" وہ مسکرا کر کہتی آگے بڑھ گئی۔ حماد نے مسکراتے ہوئے وہیں دوبارہ ہاتھ رکھا تھا جہاں ابھی طوبیٰ نے اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ اسے وہاں کچھ لٹکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اسنے وہ ہاتھ میں پکڑ کر بغور دیکھا تھا۔ وہ بریسلٹ تھا اور یقینن طوبیٰ کا تھا۔ حماد نے مسکراتے ہوئے اسے اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔

منگنی کی رسم شروع ہو گئی تھی۔ حسام کا موڈ کافی آف تھا۔ حماد کے البتہ دانت نکل رہے تھے۔ ظہیر اسے دیکھ دیکھ کر جل رہا تھا۔ شہریار ایک ایسا بندہ ہے جو اپنے جذبات کسی پہ عیاں نہیں ہونے دیتا بظاہر پرسکون نظر آنے والے شہریار کے دل میں بھی لڈو پھوٹ رہے تھے۔ ام ہانی بس سر جھکائے بیٹھی تھی۔

آؤ بسم اللہ کرو۔ منگنی کی رسم شروع کرتے ہیں۔" صفیہ بیگم نے اللہ کا نام لے کر انگھوٹھیوں والا تھال اٹھایا۔ اور اس میں سے ایک انگھوٹھی نکال کر شہریار کے ہاتھ میں تھمائی۔ جو اس نے مسکراتے ہوئے پکڑ لی۔ فوٹو گرافر اپنی پوری جانفشانی سے تصویریں بنانے میں مصروف تھا۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" شہریار نے ام ہانی کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

"بڑی جلدی خیال آ گیا۔" وہ منہ بنا کر بولی۔ وہ ہنس دیا۔

"میں ایک شرط پہ انگھوٹھی پہناؤں گا۔" شہریار نے انگھوٹھی اسکے سامنے کرتے ہوئے

کہا۔وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی رہی۔

"پوچھو گی نہیں کیا۔"وہ پھر سے گویا ہوا۔

"کیا۔؟"وہ آہستگی سے بولی۔

"تمہیں رنگ پہنائی جانے والی پک میں فیس بک پہ دوں گا اور تمہیں ٹیگ بھی کروں گا۔"وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے بولا۔

"یہ وقت بدلے لینے کا نہیں ہے۔"ہانی دانت پیستے ہوئے بولی۔

"بدلہ کب لے رہا ہوں اپنی خواہش کا اظہار کر رہا ہوں۔"وہ معصومیت سے بولا۔

اگر تم نے یہ سب کیا تو میں یہ منگنی نہیں کروں گی۔""وہ اٹل لہجے میں بولی۔

"کمال ہے تم ٹیگ کرو تو جائز میں خواہش بھی کروں تو دھمکی۔"وہ ناراضگی سے بولا۔

"یہ بدلے پھر کبھی کے لیے اٹھا رکھیں اس وقت آپ بہت نازک موڑ پہ کھڑے ہیں۔"وہ غصے سے بولی

"تم ابھی سے یہ سب کر رہی ہو شادی کے بعد کیا کرو گی۔ایک خواہش کا احترام نہیں کر سکتی تم میری۔"وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔

"آپ کی فیانسی کو دیکھ کر لوگ ہیڈ کمنٹ کریں آپ میری نمائش کرنا چاہتے ہیں۔"ہانی نے اسکی دھکتی رگ پہ ہاتھ رکھا۔

"تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو۔" شہریار دبے دبے غصے سے بولا۔

"اگر نہیں تو چپ چاپ انگھوٹھی پہنائیں ورنہ منگنی کینسل بھی ہو سکتی ہے۔" ام ہانی اپنی مسکراہٹ روکتے ہوئے کہا۔ شہریار نے ایک نظر اس پہ ڈال کر انگوٹھی پہنانے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ ام ہانی نے بھی شرماتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا تھا۔

شہریار کے رنگ پہنانے پر سب نے تالیاں بجائی تھیں اور اس کے بعد ام ہانی نے دوسری رنگ شہریار کو پہنا دی تھی۔ ہر طرف خوشیوں کا سماں تھا۔ سب لوگ انگجمنٹ سرمنی سے فارغ ہو کر گھر واپس آ گئے تھے۔ اگلی صبح شہریار والوں کو مظفر آباد واپس جانا تھا۔

"اللہ ہانی میرا بریسلٹ کھو گیا۔" طوبیٰ اپنی جیولری سنبھالتے ہوئے ایک دم چلائی تھی۔

"آرام سے دیکھو یہیں ہو گا مل جائے گا۔" ہانی اپنا میک ریمو کرتے ہوئے بولی۔

'ایسے کیسے مل جائے گا کہیں نہیں ہے میرا فیورٹ گولڈ کا بریسلیٹ تھا اب امی سے ڈانٹ پڑے گی۔" وہ بے حد فکر مند تھی۔

"ریلکس کرو آرام سے سوچو درود شریف پڑھو مل جائے گا۔" ہانی نے اسے تسلی دی۔

"یار ہال میں میرے ہاتھ میں تھا مجھے یاد ہے۔" وہ اپنی چیزیں الٹ پلٹ کرنے لگی۔

"یار میں بہت تھک گئی ہوں اور اس وقت میرا چائے کا موڈ ہو رہا ہے ایک کپ تم بھی پی لو تا کہ دماغ کام کرنے لگے۔" ہانی اپنا چہرہ صاف کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں چائے بنا کے لاتی ہوں طوبی آپ باہر چیک کریں ہو سکتا ہے گھر کے اندر گرا ہو کہیں۔" فری ان دونوں کی کاروائی کو کب سے خاموش بیٹھی دیکھ رہی تھی۔اب اچانک اپنی خدمات پیش کر دیں۔

"تھینکس فری مجھے تو یہیں لا دینا چائے اور باقی سب سے بھی پوچھ لینا۔" ام ہانی اس سے کہتی بیڈ پہ دراز ہو گئی۔وہ سر ہلاتی باہر چلی گئی تھی۔اور طوبی بھی پریشانی میں اس کے پیچھے نکلی تھی۔

اور پھر طوبی نے گھر کا ہر کونا چھان مارا تھا۔

مگر اسے نہیں ملنا تھا نہ ملا۔

"تم بہت مغرور ہو اور میں بہت بے وقوف۔" فری کچن میں چائے بنا رہی تھی جب حسام اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

"حسام تم جاؤ یہاں سے کوئی آ جائے گا۔" فری پیچھے مڑتے ہوئے بولی۔

"کوئی بھی آئے مجھے پرواہ نہیں۔" وہ اس وقت شدید غصے میں تھا۔

"تمہیں نہیں مگر مجھے ہے اس لیے تم جاؤ یہاں سے۔" فری بھی غصے سے بولی۔

"تم چائے لے کر ٹرس پر آو مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" وہ تحکمانہ لہجے میں بولا۔

"میں تمہاری ملازمہ نہیں ہوں اس لیے اپنی چائے خود لے جانا اور مجھے تمہاری کوئی بات

نہیں سننی۔"فری اپنی ضد پہ قائم تھی۔

"ٹھیک ہے مت آنا میں وہ بات پھر سب کے سامنے کروں گا پھر اگر تمہیں کوئی اعتراض ہوا تو مجھے مت کہنا۔"وہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔وہ عجیب کشمکش کا شکار تھی جاتی تو مسئلہ نہ جاتی تو مسئلہ۔اور پھر اس نے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"طوبی آپی یہ چائے شہریار بھائی کے روم میں دے آئیں میں یہ حسام کو دینے جا رہی ہوں۔"فری گھبراہٹ کا شکار تھی۔

طوبی کیا نوٹس لیتی وہ خود بہت پریشان تھی۔وہ خاموشی سے اس کے ہاتھ سے ٹرے لے کر شہریار کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔دروازہ ظہیر نے کھولا تھا۔

"بھائی یہ چائے۔"وہ چائے کا ٹرے ان کے سامنے رکھ کر واپس پلٹ گئی تھی۔

"طوبی کیا بات ہے تمہارا منہ کیوں اترا ہوا ہے۔"شہریار نے اسکی پریشانی کو فورا نوٹس کیا تھا۔

"بھائی وہ میرا بریسلیٹ کھو گیا ہے مل ہی نہیں رہا سارا گھر چھان لیا لگتا ہے حال میں ہی گر گیا ہے۔"وہ روہانسے لہجے میں بولی۔

"کم آن طوبی اتنی سی بات کے لیے پریشان ہو کوئی بات نہیں میں نیا لے دوں گا پریشان مت۔"شہریار نے اسے پچکارا وہ سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔اور پھر جا کر بالکونی میں بیٹھ گئی۔

"چائے میں چینی کم ہے۔"حماد نے چائے کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو بلکل ٹھیک ہے۔" ظہیر نے حماد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا مجھے کم لگ رہی ہے میں اور ڈال کر آتا ہوں۔" وہ ظہیر کے کچھ بولنے سے پہلے ہی کمرے سے باہر تھا۔

"مجھے پتہ تھا تم آؤ گی۔" حسام فری کو دیکھ کر کھل اٹھا۔

"کیا بات ہے جلدی بولو مجھے جانا ہے۔" فری منہ بنائے سائیڈ پہ کھڑی ہو گئی۔

"میں بہت عرصے سے تم سے تمہاری پرابلم پوچھ رہا ہوں تم نہیں بتا رہی." حسام نے کہنا شروع کیا۔ فری کے چہرے کے عضا تن گئے تھے۔

"ٹھیک ہے مت بتاؤ میں فورس نہیں کروں گا۔ جب تک تمہیں نہ لگے کہ مجھے پتا ہونا چاہیے۔ میں تب تک انتظار کروں گا۔ مگر اب میں اور انتظار نہیں کر سکتا تم مجھے اپنی پرابلم مت بتاؤ پر آج میں تمہیں اپنی پرابلم بتاؤں گا۔" وہ چائے کا کپ سائیڈ پہ رکھتے ہوئے اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ فری حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں حسام عمر اٹھارہ سال اپنے پورے ہوش و حواس میں تم سے کہتا ہوں کہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں آج سے نہیں بچپن سے اور تمہارے بنا زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔" حسام اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ فری کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں

"کم عمری کی محبت بچپنہ ہوتی ہے۔" فری اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

"کم عمری کی محبت ہی تو محبت ہوتی ہے۔" وہ بھی سنجیدگی سے بولا۔

"کچی عمر کی محبت کا رنگ بھی کچا ہوتا ہے۔ چڑھتی جوانی کے ساتھ ہی یہ رنگ ماند پڑ جاتا ہے۔" فری اپنے بہتے آنسوں کو ہاتھ کی ہتھیلی سے رگڑنے لگی۔

"کچی عمر کے عشق کا رنگ ہی پکا ہوتا ہے۔" حسام آج اپنا مقدمہ ہارنا نہیں چاہتا تھا۔

"حسام یہ بے وقوفی ہے یا بچپنہ وقت گزرنے کے ساتھ یاد آئے گا تو ہنس دیا کرو گے کہ۔" وہ ایک دم خاموش ہوئی۔

"تم یہ فیصلہ کرنے والی کون ہوتی ہو کہ میری محبت محبت نہیں بچپنہ ہے دیکھ لو پرکھو مان لو تب فیصلہ کرنا کہ میرے عشق کا رنگ اتنا کچا تھا کہ تمہیں رنگ نہ سکا۔" وہ دم گرجدار آواز میں بولا تھا۔

"حسام مجھ سے دور رہو یہ ہی تمہارے لیے بہتر ہے میں تمہارے قابل نہیں ہوں نہ آج نہ کل نہ کبھی۔" وہ آنسوؤں سے بھیگی آواز میں بولی۔

"تم ہر چیز کا فیصلہ خود کیوں کر لیتی ہو کون کہتا ہے کہ تم میرے قابل نہیں ہو۔ لکھ لو فریحہ زمان میں تم ہی سے شادی کروں گا ورنہ کسی سے نہیں۔" وہ مستحکم لہجے میں بولا۔

"تم ہر وقت پر البلم پر البلم کا راگ الاپتے رہتے ہو ناں ایک بار وہ پر البلم تم جان لو۔ شادی تو

دور کی بات ہے تم میری شکل دیکھنے کے روادار نہیں رہو گے۔" وہ عجیب جنونی انداز میں بول رہی تھی۔

"تم پرابلم بتاؤ تم نہ۔" حسام زچ ہوتے ہوئے بولا۔

وہ سر کو نفی میں ہلاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"پرابلم جو بھی ہو۔ حسام اپنی بات پہ ہمیشہ قائم رہے گا یاد رکھنا میں ثابت کروں گا میری محبت پانی کا بلبلہ نہیں ہے۔" وہ پیچھے سے بلند آواز میں چلایا تھا۔ وہ بھاگتے ہوئے سیڑھیاں پھلانگ گئی تھی۔

"آپ کی بریسلیٹ کا سن کر کافی صدمہ ہوا۔" طوبیٰ بالکونی کی ریلنگ پہ کہنی ٹکائے گم سم کھڑی تھی۔ جب وہ اس کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ وہ چونک فوراً سیدھی ہوئی۔

"بس چیزیں اگر پیاری ہوں تو کھونے کا احساس بہت شدید ہوتا ہے۔ اگر تو وہ ہال میں گری ہے تو ملے گی نہیں اس لیے تھوڑا دکھ ہوا پر اب میں ٹھیک ہوں۔" وہ سیدھے ہوتے ہوئے مسکرائی۔

"اگر ہم اسے پیاری چیز کو کھو کر بھول جائیں اور پھر وہ اچانک کہیں سے مل جائے تو کیسا محسوس ہوتا ہے۔" حماد نے اس کے سامنے سوال رکھا۔

"لگتا ہے کارون کا خزانہ مل گیا۔" وہ اپنی بات کے اختتام پر خود ہی ہنس دی۔ حماد بھی مسکرا

دیا۔

"کیا کرتیں ہیں آپ۔" حماد اس کے پاس کھڑا باتیں کرنے کے موڈ میں لگ رہا تھا۔

"بس کالج کالج سے گھر بی کام کر رہی ہوں۔" وہ اسے جواب دے کر سامنے دیکھنے لگی۔ رات کافی گہری ہو گئی تھی۔

"آپ باتیں بہت گہری کرتیں ہے۔" وہ اس کی تعریف کئے بنا نہیں رہ سکا۔

"کونسی گہری باتیں۔" طوبی نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"بات کہہ جانے والے کو اکثر پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔" حماد اپنے ہاتھ پاکٹس میں ڈالے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آپ پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" طوبی کنفیوژ سی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں جب یہاں آپ کے پیچھے آیا تو میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ سوچا ہی نہیں۔ میں جلدی نہیں کرتا کسی کام میں بھی۔" حماد اسے دیکھتے ہوئے بولا رہا تھا۔ "مگر آپ کی بات نے مجھے ہلا کے رکھ دیا۔"

'کونسی بات۔" طوبی اب حیران کم پریشان زیادہ ہو گئی تھی۔

"آپ نے کہا کہ چیز اگر پیاری ہو تو کھونے کا غم تو ہوتا ہی ہے۔" حماد ریلنگ کے ساتھ ٹیک

لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"ہاں کہا۔" وہ اب حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تو آپ بتائیں اگر وہ کوئی چیز نہیں انسان ہو اور وہ پیارا نہیں اس سے آپکو محبت ہو اور آپکی دیر کی وجہ سے وہ آپ اسے کھو دو کیسا لگے گا۔" حماد نے جواب پھر طوبی پہ چھوڑا۔

"جن سے محبت ہوتی ہے ان کے بغیر زندگی ادھوری ہوتی ہے۔" طوبی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میری زندگی کو پورا کر دو طوبی۔" حماد مخمور سے لہجے میں بولا۔

"کیا۔" طوبی اچھل پڑی۔

"محبت کرنے کے لیے صدیوں کی ضرورت نہیں ہوتی ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے اور جو دل کو چھو جائے اس محبت کے ادراک کے لیے ایک پل ہی کافی ہے۔ میں آپ سے محبت کرتا ہوں شادی کرنا چاہتا ہوں۔" وہ اب سر جھکائے اعتراف جرم کر رہا تھا۔ طوطی حیرت سے گم سم ٹکٹکی باندھے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ شاید یہ سوچ رہیں ہیں کہ میں شاید دنیا کا پہلا لڑکا ہوں جو پہلی ملاقات میں سیدھا پرپوز کر رہا ہوں۔" وہ خود ہی ہنس دیا۔ "مگر کیا کروں آپ وہ پہلی لڑکی ہیں جو میرے دل میں اتر گئی ہے۔ اب کسی اور کے لیے جگہ نہیں ہے اس دل میں اور میں اب دیر نہیں کروں گا اور

بعد میں بیٹھ کر یہ نہیں سوچوں گا کہ کاش میں کہہ دیتا۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔" وہ اپنی بات مکمل کر کے جانے کے لیے پلٹا۔

"اور سوری آپ کی بریسلیٹ میری شیروانی کے ساتھ اٹک گئی تھی جسے میں نے سنبھال لیا تھا۔" وہ پاکٹ سے اسکی بریسلیٹ نکالتے ہوئے بولا۔ "اور میں شاید دنیا کا پہلا بندہ ہوں جو لڑکی کے بریسلیٹ کے ساتھ ہی اسے پرپوز کر رہا ہوں۔" طوبیٰ تو جیسے پتھر کو مجسمہ بن گئی تھی جس میں جان ہی نہیں تھی۔ حماد نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھاما اور بریسلیٹ اس کے ہاتھ میں پہنا دی۔

"اگر یہ بریسلٹ کل صبح بھی آپ کے ہاتھ میں ہوئی تو میں سمجھ جاؤں گا کہ آپ راضی ہیں ۔اس گستاخی کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔ اب انگھوٹھی پہناوں گا ان شاءاللہ۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ طوبیٰ ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح لہرا کر کرسی پہ گری تھی۔ اسکا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا

» « » « » « »

"میں بہت تھک گئی ہوں مجھے نیند آ رہی ہے" فری فورا بہانہ کر کے اپنے بستر میں دبک گئی تھی۔

"طوبی یہ بریسلٹ کہاں سے ملا۔" ہانی کی نظر اس کے ہاتھ پر پڑی۔

"وہ باہر لاؤنج میں ہی گری تھی صوفے کے پاس۔" طوبی کافی بوکھلاہٹ کا شکار تھی۔

"اس میں اتنا گھبرانے کی کیا بات ہے کوئی چوری تھوڑی پکڑی ہے میں نے تمہاری چلو سو جاو کافی رات ہو گئی ہے۔" ام ہانی اسے کہتے ہوئے سونے لیٹ گئی۔ فری اور طوبی دونوں کی رات آنکھوں میں کٹی تھی۔

طوبی نے کئی بار سوچا کہ وہ انکار کر دے بریسلیٹ کو ہاتھ سے اتار دے مگر وہ چاہ کہ بھی یہ سب نہیں کر پائی۔

فری کی زندگی جن بھی مشکلات کا شکار تھی۔ وہ چاہے کتنا ہی دل کو سمجھالے مگر دل کب کسی کی سمجھتا ہے۔ کب کسی کی مانتا ہے وہ تو بس ایک بار کسی کو اپنا مان لے تو آخری دم تک اسے اپنائے رکھتا ہے۔ فری کو کب معلوم تھا کہ وہ بھی اپنے دل کے سامنے گھٹنے ٹیک دے گی۔ سچی محبت تو چٹان کو بھی ہلا دیتی ہے وہ تو پھر ایک معصوم لڑکی کا دل تھا جس میں اس شخص کے لیے بے انتہا محبت موجود تھی۔

کسی ایسے شخص کو انکار کرنا جس سے آپ بے پناہ محبت کرتے ہوں خود کو سولی سے لٹکانے

سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

اگلی صبح ہر کوئی اداس تھا سب واپس جا رہے تھے۔ حماد اور ظہیر کو الگ سے جانا تھا مگر سب لوگ ایک ساتھ نکلنے والے تھے۔ شہریار کو چاہ کر بھی ہانی سے ملاقت کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ حماد نے طوبی کے ہاتھ میں وہ بریسلیٹ دیکھ لیا تھا۔ وہ بہت خوش تھا اب بس طوبی کے زبانی اقرار کا ویٹ تھا اسے۔

ان سب کے جانے کے بعد فری بھی اپنا بیگ لے کر آ گئی تھی۔

"ارے تم بھی جا رہی ہو آج کا دن رک جاؤ۔ سبھی چلے گئے تو گھر بلکل سونا ہو جائے گا۔" ہانی نے محبت سے اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"تین دن سے یہاں ہوں اب ہمیشہ کے لیے تو نہیں رہ سکتی نا۔" وہ عجیب اداسی کا شکار تھی۔

"اگر چاہو تو ہمیشہ کے لیے رہ سکتی ہو ہمارا دل بہت بڑا ہے چاہے آزما لو۔" حسام اسے کے پیچھے سے بر آمد ہوا۔ ہانی بس خاموشی سے دونوں کو دیکھے گئی۔ ان دونوں کی باتوں اور نظروں میں کچھ غیر معمولی ضرور تھا۔

"اچھا میں چلتی ہوں۔" فری کہتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھی۔

"حسام فری کو چھوڑ آؤ۔" ہانی حسام کو کہا۔

"نہیں آپی میں چلی جاؤں گی۔" فری نے فوراً انکار کیا۔ ہانی بس خاموشی سے اسے دیکھتی

رہی۔ حسام واپس اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

فری کے کیس نے ہانی کو اور بھی الجھا کے رکھ دیا تھا۔

سب لوگ جا چکے تھے۔ وہ اب فری کے بارے میں کچھ سوچنا چاہتی تھی کہ ایسا کیا کرے کہ حقیقت سامنے آجائے۔ وہ شام کی چائے لے کر حسام کے کمرے میں گئی تھی۔ وہ سٹڈی ٹیبل پہ کہنی ٹکائے گم سم بیٹھا تھا۔ وہ تو کبھی پریشانی میں بھی پریشان ہونے والا بندہ نہیں تھا۔

"کن سوچوں میں گم ہو۔" ہانی نے ٹیبل پہ چائے رکھتے ہوئے کہا۔

"کہیں بھی نہیں۔" وہ فوراً سیدھا ہو بیٹھا۔

"میں تمہاری بڑی بہن ہوں دوست بھی عمر تم سے زیادہ ہے اور تجربہ بھی اس لیے جو بھی بات ہے بتاؤ۔" وہ اس کے بیڈ پہ نیم دراز ہوئی۔

"آپ لڑکی ہوناں تو میرے سوال کا جواب دو۔" حسام کی ہانی طرف پشت تھی۔

"ہاں پوچھو انارکلی۔" وہ لیٹے لیٹے شاہانہ انداز میں بولی۔

"جب ہنسنے کھیلنے والی زندہ دل لڑکیاں اداسی کی چادر اوڑھ کر زندگی سے منہ پھیر لیتی ہیں۔ تو ان کی لائف میں ایسا کونسا بڑا حادثہ ہوتا ہے جو انکی ہستی کو تہہ و بالا کر دیتا ہے۔"

"کیا بات ہے حسام کھل کر بات کرو۔" ام ہانی کو حسام سے اس طرح کے سوال کی توقع نہیں تھی۔

"آپ بس جواب دو ورنہ میرا دماغ سوچ سوچ کے پھٹ جائے گا۔" وہ اپنا سر ہاتھوں میں گرائے شکست خردہ سے لہجے میں بولا۔

"ہر کسی کی افسردگی کی وجہ الگ ہوتی ہے میں کیسے بتا سکتی ہوں۔ مگر تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو کس لڑکی کی بات کر رہے ہو تم۔" ام ہانی سیدھی ہو بیٹھی۔

"آپ جواب نہیں دے سکتیں مت دیں کوئی لڑکی نہیں ہے۔" اسکے لہجے سے بے زاریت عیاں تھی۔

"تم فریحہ کی بات کر رہے ہو۔" کافی دیر کی خاموشی کے بعد ام ہانی نے کہا۔ حسام نے ایک دم پیچھے مڑ کر ہانی کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"حسام مجھے بھی تم سے فری کے بارے میں بات کرنی ہے۔" ام ہانی مدعے پہ آئی۔

"مجھے بھی فری کے بارے میں تمہیں کچھ بتانا تھا۔" حسام اٹھ کر ہانی کے سامنے جا بیٹھا۔

"ہاں کہو کیا بات ہے۔" ام ہانی نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"کچھ عرصے سے فری بلکل بدل گئی ہے۔ کسی سے بات نہیں کرتی کالج میں بھی خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھی رہتی ہے۔ بات کرو تو اتنا روڈلی ہیو کرتی ہے کہ انسان خود ہی شرمندہ ہو جاتا ہے۔" وہ پریشانی سے اسے بتا رہا تھا۔

"ہاں یہ سب تو میں نے بھی نوٹس کیا ہے۔ مگر تم اتنے پریشان کیوں ہو۔" ہانی نے اسے

مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"دوست ہے میری کچھ شئیر نہیں کرے گی تو پریشان ہونا فطری عمل ہے۔" وہ نظریں چراتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔

اچھا ٹھیک ہے اب اس مسلئے کا حل تمہیں اور مجھے ہی نکالنا ہو گا۔" ہانی کچھ سوچتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئی۔

"وہ کیسے ؟" حسام نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تم کالج میں اس پر مکمل نظر رکھو گے ڈے بائے ڈے مجھے رپورٹ کرو گے۔ اور میں فری کو گھر پہ ملتی رہوں گی اور اسے اعتماد میں لے کر سب اگلوا لوں گی تم فکر مت کرو۔" ام ہانی اپنی بات کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی حسام نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

» « » « » « »

کو فری کو تنگ کرتے دیکھا تھا۔

وہ کچن میں کھڑی فری کا کبھی دوپٹہ پکڑتا، کبھی ہاتھ وہ ہاتھ چھڑاتی تو بالوں کی لٹ چھیڑنے لگتا وہ بے حد گھبراہٹ کا شکار تھی۔ وہ باہر جانا چاہتی تھی مگر وہ اسکا راستہ روکے کھڑی تھی۔

روشن آرا اور زمان صاحب عجیب بے حسی کی چادر اوڑھے باہر بیٹھے اپنی ہی باتوں میں مصروف تھے۔ وہ خاموشی سے واپس پلٹ گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ بات ہاتھ سے نکل جائے اسے کچھ کرنا تھا۔ وہ اپنا ارادہ باندھ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ اب جو کرنا تھا جلدی کرنا تھا۔

اور پھر اگلی صبح ایک عجیب خبر ام ہانی کی منتظر تھی۔ حسام نے کالج میں کسی لڑکے کی خواب پٹائی کی تھی۔ پرنسپل نے اسے وانگ دے کر چھوڑ دیا تھا۔ حسام کافی زخمی تھا۔ بات گھر تک نہیں آئی تھی۔ مگر جب حسام گھر آیا تو مما اور ام ہانی حول گئیں تھیں پاپا کسی کام سے کراچی گئے تھے۔

"تم کچھ کرنے سے پہلے سوچتے بھی ہو اگر زیادہ چوٹ لگ جاتی تمہیں تو میرا کون ہے تم لوگوں سوا۔" مما دوپٹے کا پلو منہ پہ رکھ کر رو دیں۔

"سوری ممانیکسٹ کیئر کروں گا۔" حسام نے انہیں تسلی دی۔ مما اسکی ٹھیک ٹھاک کلاس لے کر چلی گئیں تھیں۔

"کیوں مارا تم نے اس لڑکے کو۔" مما کے جاتے ہی ہانی اس کے سر ہوئی۔

"تم کیوں تفتیش کر رہی ہو۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔

"مجھے سیدھی طرح سے سب کچھ بتاؤ ورنہ پاپا کو فون کر کے ایک کی چار لگا کر اطلاع دوں گی۔ ہانی نے اسے دھمکی دی۔

"بہن ہو کہ دشمن۔" وہ منہ بناتے ہوئے سیدھا ہو بیٹھا۔

"بات بتاؤ۔" وہ بھی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"وہ اس لڑکے نے فری کا ہاتھ پکڑا اس سے بدتمیزی کی تو مجھے بھی غصہ آ گیا پھر ٹھیک سے دھلائی کی میں نے اسکی۔" وہ سر جھکائے بولا۔

"اسنے فری کا ہاتھ پکڑا تھا تم پرنسپل یا کسی ٹیچر کو بتاتے یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" ام ہانی غصے سے بولی۔

"فری کی طرف کوئی میلی نگاہ سے بھی دیکھے میں خون پی جاؤں اسکا اسنے تو پھر ہاتھ پکڑا تھا۔" حسام جذباتیت سے بولا۔ ام ہانی اس کے جوش اور غصے سے ٹھٹھک گئی تھی مگر بولی کچھ نہیں۔

"فری کا کیا ردعمل تھا۔" اسنے حسام کو جانچتی نظروں سے دیکھا۔

"وہ بہت عجیب حرکتیں کرتی ہے۔ اس سارے واقع کے بعد اسنے کالج کے واش روم میں

خود کو کپڑوں سمیت بھگو لیا۔ "وہ حیرت سے اپنی نگاہیں ہانی پہ جمائے بولا۔

"تم مجھے سچ سچ بتاو تم فری کے لیے کیوں لڑے۔" ام ہانی نے حسام کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پہ رکھا۔ وہ عجب کشمکش میں گھرا اسے دیکھتا رہا۔

"دیکھو مت سب سچ سچ بتاؤ۔" وہ اسی طرح اسکا ہاتھ تھامے بولی۔

"وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔" وہ ٹھنڈا سانس بھر کے بولا۔

"بس اچھی لگتی ہے۔" ہانی نے اسکا ہاتھ چھوڑا۔

"نہیں محبت کرتا ہوں شادی کروں گا۔" وہ سر جھکائے معصومیت سے بولا۔

"اپنی عمر دیکھو اپنی حرکتیں دیکھو۔" ہانی اسے ڈپٹ کر بولی۔

محبت میں عمروں کی قید نہیں ہوتی محبت میں بس عمر قید ہوتی ہے۔" حسام منہ لٹکائے بولا۔

"بہت بڑی بڑی باتیں کرنے لگے ہو۔" ہانی نے اسے ستائشی نظروں سے دیکھا۔

"جن کو یہ روگ لگ جاتا ہے ناں وہ اپنی عمر سے بہت بڑے ہو جاتے ہیں۔" اسنے کہتے ہوئے ام ہانی کو دیکھا۔

"ایسا کیوں کہہ رہے ہو تمہاری محبت یکطرفہ نہیں۔" ام ہانی نے اسے تسلی دی۔

"میری محبت یکطرفہ ہی ہے وہ تو مجھے دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔" وہ افسردگی سے بولا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے بھلا۔" ام ہانی نے حیرت سے کہا۔

"کوئی بات نہیں آپ کو بھی پتہ چل جائے گا کہ ایسا ہی ہوا ہے خیر۔ محبت کرنے والے صرف دینا جانتے ہیں۔ واپسی کی خواہش کئے بغیر اس لیے فری کو کبھی بھی کسی مدد کی ضرورت ہوئی میں حاضر ہو۔" وہ کہتے ہوئے بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔ ہانی اسے ایک نظر دیکھ کر وہاں سے چلی گئی۔

» « » « » « »

"نہیں آپی کوئی پرابلم نہیں ہے۔" وہ نظریں جھکائے بولی۔

"فری میں نے اپنی آنکھوں سے رمیز کو تمہیں تنگ کرتے دیکھا ہے۔مارتے دیکھا ہے اور تم اسے دیکھ کر گھبرا جاتی ہو کیوں۔" ہانی نے آج سب کہہ دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔

"مجھے بچالو ہانی آپی مجھے بچالو وہ مجھے مار دیگا۔" وہ ایک دم ہانی کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"کون مار دے گا تم مجھے بتاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" ہانی کا پلان کام کر گیا تھا وہ اسے سب بتانے والی تھی۔

"وہ رمیز وہ بہت برا ہے اسنے اور اسکی ماں نے میری زندگی برباد کر دی میرے کردار پہ کالک مل دی۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"فری کیا بول رہی ہو تفصیل سے بتاؤ اس رات وہ تمہیں کیوں مار رہا تھا۔" ہانی اسکا ہاتھ پکڑے اسے ہمت دے رہی تھی۔

"کیوں کے میں نے اسکی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔" وہ ایک دم جنونی انداز میں بولی

"کون سی بات۔" ہانی نے پھر سے سوال کیا۔وہ چہرہ ہاتھوں میں چھائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"رونا بند کرو فری سب بتاؤ ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا۔"

"اس غلیظ انسان نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ میرے خواب میری خواہشیں سب ختم کر دیں۔ وہ جب جب اپنی چھٹی پہ آتا ہے کسی جانور کی طرح میرے جسم کو روندھتا ہے۔ میں روتی ہوں چیختی ہوں میری آواز کوئی نہیں سنتا۔ کوئی نہیں ہے میرا کوئی بھی نہیں۔" وہ اپنے سر کے بال نوچنے لگی تھی۔ ام ہانی اس انکشاف پہ پتھر کی ہو گئی تھی۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ اس سے کوئی اور سوال کرتی۔

"آپ سب لوگ مجھ سے پوچھتے تھے نہ کہ کیا ہوا۔ تو اب سنو سب فریحہ زمان کی عزت اس کے اپنے ہی گھر میں محفوظ نہیں رہی۔ وہ اپنی عزت اس رذندہ صفت انسان سے نہیں بچا سکی۔ پتہ ہے کب سے ہو رہا ہے یہ سب پتہ ہے۔" وہ ام ہستی کو جھنجوڑ کر بولی۔ ام ہانی بس ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ایک سال سے ہو رہا ہے یہ سب۔" اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

"بتائیں ہے کوئی حل پرابلمز بتانے سے سیلوشن ملتے ہیں۔" وہ ایک دم خود پہ ہنس دی۔ "اس طرح کی پرابلمز بتانے سے صرف نفرت ملتی ہے۔" وہ آج لگتا ہے سب کہہ دینا چاہتی تھی۔ "آپکو بھی مجھ سے نفرت محسوس ہو رہی ہے نہ سب کو ہو گی۔" وہ آنسوؤں سے بھری آنکھیں اس پہ ٹکائے بولتی جا رہی تھی۔ ام ہانی کو وہ رات یاد آئی تھی۔ اسکا پورا وجود سن ہو گیا تھا محض چند گھنٹے کی وہ قید مگر اپنی عزت کی سلامتی کے ساتھ واپس آنے کے بعد بھی

اسے وہ رات نہیں بھولتی تھی۔ یہ معصوم لڑکی ایک سال سے وہ سب برداشت کر رہی تھی۔

"اپنے باپ کو کیا بتاؤں ان کے سامنے تو میں ہی بری بنوں گی ہو سکتا ہے گھر سے بھی نکال دیں۔" ام ہانے نے ایک دم فری کو اپنے سینے سے لگایا تھا اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ دونوں ایک دوسرے گلے لگی رو رہیں تھیں۔

حسام کو ہانی کے پلان کی بھنک لگ گئی تھی اس لیے وہ اپنا ٹوٹا پھوٹا جسم لے کر اس کے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا تھا۔ اور فری کی ساری سچائی نے اسکی ہستی کو بھی تہہ و بالا کر دیا تھا۔ وہ اپنا سر تھام کر وہیں زمین پہ بیٹھ گیا۔ اور پھر گھٹنوں پہ سر رکھ کر رونے لگا۔

یہ کیسا امتحان تھا اسکا یا محبت کا۔ اس رات وہ دونوں بہن بھائی نہیں سوئے تھے۔ فری اپنے گھر چلی گئی تھی بہر حال اسے جانا تھا۔ ام ہانی کی دانست میں حسام ابھی تک لا علم تھا۔

اگلی صبح اٹھتے ہی ہانی کو ایک نیا سرپرائز ملا تھا۔

وہ رات بھر سو نہیں پائی تھی فجر کے بعد سوئی تو آنکھ کچھ دیر سے کھلی۔ وہ فریش ہو کر ناشتے کی غرض سے باہر آئی تو۔

"ارے آپ کب آئے۔" ٹی وی دیکھتے شہریار پہ نظر پڑتے ہی وہ خوشی سے بھرپور آواز میں بولی۔

"میں کافی دیر سے آیا ہوں اور آپ کے اٹھنے کا منتظر تھا۔" وہ ٹی کی آواز بند کرتے ہوئے

اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"مجھے جگالیا ہوتا۔" وہ مسکرا کر کہتی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"بس سوچا کہ تم اپنی نیند پوری کر لو۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"رات کو ہماری بات ہوئی تھی آپ نے تو آنے کا ذکر نہیں کیا۔" وہ اسکے سامنے رکھے صوفے پہ براجمان ہوئی۔

"آج آنے کا ارادہ نہیں تھا۔ مگر پھر سوچا چلی جاتا ہوں۔ وہ ریمورٹ ایک سائیڈ پہ رکھتے ہو بولا۔

"اچانک ارداہ کیوں بنا۔" وہ مشکوک ہوئی۔

"ممانی جان نے کسی کام سے بلایا تھا۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔ وہ کسی اور ہی جہان میں تھی۔

"امہانی تم کچھ پریشان لگ رہی ہو سب ٹھیک ہے ناں۔" وہ اسکی چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں نے کہا تھا ناں کہ فری کا کیس اتنا سمپل نہیں ہے جتنا ہم سمجھ رہے ہیں۔" وہ ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے سیدھی ہوئی۔

"کیوں کیا ہوا سب خیر ہے ناں۔" شہریار نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔

کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" شہریار ام ہانی نے اسے پورا ماجرہ کہہ سنایا۔ شہریار کو ہانی کی بات نے شاک کر دیا تھا۔ وہ بس حیرت سے یہ سب سن رہا تھا شومئی قسمت یہ سارا ماجرہ کچن سے چائے لاتی مما نے بھی سنا تھا۔

"ہائے میری بچی اللہ کیڑے پڑیں اس مردود کو۔" وہ ٹرے میز پہ رکھ کر صوفے پہ ڈھے گئیں۔

"ممانی جان آپ حوصلہ رکھیں پریشان مت ہوں۔" شہریار فوراً ان کی طرف لپکا۔

"ہائے بچیوں کی عزت اپنے گھر میں ہی محفوظ نہیں ہے۔ ہائے بے چاری روقیہ کی بیٹی کی زندگی برباد ہو گئی۔" وہ دہائی دینے لگیں۔

"آپ فکر مت کریں مما میں بہت جلد اسے وہاں سے نکال لوں گی۔" ام ہانی بھی انہیں تسلی دینے لگی۔ فری کا بچپن انہی کے گھر میں تو گزرا تھا

"اب کیا فائدہ ہانی اب کیا بچا ہے۔" وہ روتے ہوئے بولیں۔

"اب بھی بہت کچھ باقی ہے ابھی وہ محض اٹھارہ کی ہے پوری زندگی پڑی ہے اسکے آگے۔" ہانی نے ایک دم جوش سے کہا

کس حق سے نکالو گی اسے تم وہاں سے قانون ثبوت مانگتا ہے۔ انسانیت کے رشتے سے اور ثبوت تو میں ڈھونڈھ لوں گی اسکی فکر آپ مت کریں۔" ام ہانی وہاں سے اٹھ کر حسام کے

کمرے کی طرف چل دی۔شہریار نے کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔ام۔ہانی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ حسام کو کچھ بتاتی وہ اسکے جذبوں کی سچائی سے واقف تھی۔وہ خاموشی سے وہاں سے پلٹ آئی تھی۔

» « » « » « »

بھی سمیٹنا ہے۔"وہ اٹل لہجے میں بولا۔

"واہ حسام تم تو بہت سمجھدار نکلے۔"ہانی داد دیئے بنا نہ رہ سکی۔

"کوئی مجھے بتائے گا کہ مجھے سسپنس میں کیوں رکھا جارہا ہے۔اور یہ محبت کا کیا چکر ہے۔"شہریار نے باری باری دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"حسام فری سے محبت کرتا ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"ہانی حسام کو دیکھتے ہوئے اسکی محبت کی روداد سنانے لگی۔

"یہ کب سے چل رہا ہے۔"شہریار نے حیرت سے کہا۔

"مجھے تو خود اب پتہ چلا ہے۔"ام ہانی نے کندھے اچکائے۔

ابے محبت کے کچھ لگتے زمین سے تو نکل آؤ پہلے۔"شہریار حققت یہ سن خاشاک ہو گیا ہے۔

"آپ لوگ میری عمر پر مت جائیں میں اپنی محبت ثابت کر کے دیکھاؤں گا۔"حسام کا لہجہ مضبوط تھا۔

"تو سمجھ لو میرے بھائی تمہاری محبت کی آزمائش کا وقت آن پہنچا ہے۔"ہانی نے اپنا پلان انہیں بتانا شروع کیا۔

"اب بتاؤ کیا کہتے ہو تم لوگ۔"ہانی اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہوئی۔

"بے حد فضول پلان ہے۔"شہریار نے پلان فوراً ریجکٹ کیا۔

"تمہارے پاس کوئی اچھا پلان ہے تو وہ بتا دو۔" وہ ایک دم غصے سے بولی

"مجھے منظور ہے۔' حسام نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"واہ میرے بھائی دل خوش کر یا۔" ہانی نے شہریار کو منہ چڑایا۔

"تم دونوں بہن بھائی بے حد بے وقوف اور جذباتی ہو۔ ممانی سے بھی کوئی پوچھے گا کہ نہیں۔" شہریار نے دونوں کی عزت میں اضافہ کیا۔

"مما سے میں بات کر لوں گی۔" ہانی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ اتنی آسانی سے نہیں مانیں گئیں اور ہم قانون کا سہارہ بھی لے سکتے ہیں۔" شہریار پریشانی سے بولا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہانی کا پلان سب کچھ ہلا کے رکھ دینے والا تھا۔

"قانون کچھ نہیں کر سکتا اسکی بڑی پہنچ ہے پولیس تک اور ہمارے پاس یہ ہی آپشن ہے۔' ہانی اس سے کہتی باہر چلی گئی۔ "بات تو سنو ہانی۔" وہ اس کے پیچھے لپکا۔

"میں کہہ رہا ہوں ام ہانی یہ صرف خطرہ ہے تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے روب سے بولا۔

خطروں سے میں نہیں ڈرتی ان ان سے کھیلنا میری پرانی عادت ہے۔ یہ سب میں ہینڈل کر لوں گی تم پریشان مت ہو۔" وہ لاپروہی سے بولی۔

"یہ شیر کی کچھار میں ہاتھ دینے کے برابر ہے۔ یہ سب تمہیں جتنا آسان۔ لگ رہا ہے نہ اتنا

ہے نہیں دونوں بچے ہیں ابھی اتنا بڑا فیصلہ دونوں کی زندگی برباد کر سکتا ہے۔" وہ اسے سمجھانے کی کوشش میں ہلکان ہوا جا رہا تھا۔

"تو میں اتنی سے بات سے ڈر جاؤں یہ کسی کی زندگی کا سوال ہے۔"

"اور پہلے کونسا بڑی آباد ہو رہی ہے ان کی زندگی۔" وہ پہلے کب اسکی سنتی تھی جو اب سن لیتی۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے۔ لگتا ہے تم سنی والا قصہ بھول گئی ہو یہ تمہارے لیے کافی نقصان دہ ہو سکتا ہے وہ بندہ ٹھیک نہیں ہے جس سے تم پنگا لینے جا رہی ہو۔" شہریار کے لہجے میں اب کے غصہ در آیا تھا۔

"اس واقع نے مجھے بہت مضبوط کر دیا ہے میں ڈر گئی تھی۔ وقتی طور پر مجھے بچانے کے لیے تم سب موجود تھے اسے بچانے کے لیے کون ہے اور سچ کہوں تو اسی ایک واقع نے مجھے فری کی تکلیف سمجھائی ہے۔" وہ افسردگی سے بولی۔

میں پھر بھی کہوں گا یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔ یاد رکھو مگر تمہیں ہر کام میں لازمی ٹانگ اڑانی ہوتی ہے۔" شہریار اسے روکنے کے لیے بضد تھا۔

یہ ہم سب کا مسئلہ ہے مگر ہماری قوم کا المیہ ہے کہ ہم اپنے فرض سے بھی بڑی آسانی سے نظریں چرا لیتے ہیں کہ یہ کوئی اور کر لے گا ہم کیوں انٹر فیر کریں۔ کم آن شہریار مجھے تم سے

اس بزدلی کی امید ہر گز نہیں تھی تم جیسے لوگوں کو مثال بننا چاہیے مگر تم۔۔۔۔۔
جب میں مشکل میں تھی تم نے پورا مظفر آباد ہلا ڈالا تھا۔ وہ بہت مشکل تھا یہ اتنا مشکل نہیں ہے اور میں یہ تمہیں کر کے دیکھاؤں گی۔ مجھے اپنے فرض سے منہ نہیں پھیرنا اگر میرا ساتھ دینا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میرے کام میں انٹرفیئر مت کرو میں اپنی ذمے داری نبھانا جانتی ہوں۔" وہ کہہ کر رکی نہیں تھی وہاں سے چلی گئی تھی۔ شہریار اسے جذبے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

مما مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" وہ شہریار کو کھری کھری سنا کر مما کے سر پہ پہنچ گئی تھی۔

"ہاں بولو۔" وہ ٹی وی کا والیوم کم کرتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"فری کو وہاں سے نکالنے کا ایک ہی حل ہے اور اس میں آپکو میرا ساتھ دینا ہو گا۔" وہ ان کے سر پہ کھڑی انسے دوٹوک بات کرنے آئی تھی۔

"ہاں کہو جو میں کر سکی ضرور کروں گی۔" انہوں نے اپنی خدمات پیش کیئں۔

"فری کو اس کے گھر سے نکالنے کے لیے ہمیں کوئی سولڈ ریزن چاہیے رمیز کے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس لیے اس سے پہلا کام ہمیں اسے وہاں سے نکالنا ہو گا اور پھر رمیز کے خلاف قانونی کروائی ہو گی۔" وہ ان کے سامنے بیٹھی انہیں تفصیل سمجھا رہی

تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے آگے بولو۔" وہ بے چینی سے بولیں۔

"بس آپ کو کچھ دیر کے لیے اپنے دل پہ پتھر رکھنا پڑے گا۔" وہ کچھ جھجکتے ہوئے بولی۔

"کیا بول رہی ہو ہانی میرا دل ہول رہا ہے۔" وہ پریشانی سے گویا ہوئیں۔

میں نے سوچا ہے کہ حسام اور فری کا نکاح کر دیں تو اسے وہاں سے نکالا جا سکتا ہے۔" ہانی نے ایک ہی سانس میں اپنی بات مکمل کی۔

"کیا؟" وہ اچھل ہی پڑیں۔ "تمہارا دماغ ٹھیک ہے وہی رہ گئی ہے میرے حسام کے لیے عمر ہی کیا ہے ابھی دونوں کی۔" مما کا غصہ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔

"کم آن مما یہ ایک پیپر میرج ہو گی اتنے بھی ننھے بچے نہیں ہیں دونوں بالغ ہیں کورٹ اس نکاح کو قبول کرے گا اس لیے آپ کا ساتھ چاہیے بس۔" وہ انہیں قائل کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"نکاح نکاح ہوتا ہے کوئی پیپر میرج نہیں ہوتی سمجھی۔ تم مجھے نہیں پتہ جو بھی کرو مگر میں اپنے بیٹے کی شادی اس سے نہیں کروں گی۔ وہ شدید غصے کا شکار تھیں۔

"اگر اسکی جگہ آپکی بیٹی ہوتی تب۔" ہانی نے انہیں ایموشنل کرنا چاہا۔

"وہاں میری بیٹی نہیں ہے۔" وہ اسی انداز میں بولیں۔

"ٹھیک ہے اگر حسام اس سے نکاح نہیں کرے گا تو پھر شہریار کرے گا۔" ام ہانی نے کمرے میں داخل ہوتے شہریار کو دیکھا۔

"تم پاگل ہو گئی ہو ہانی۔" شہریار نے اس جذباتی لڑکی کو حیرت سے دیکھا۔

"آج تمہاری محبت کا امتحان ہے یا تو حسام شادی کرے گا فری سے یا تم اور اگر انکار کیا تو مجھ سے شادی کرنے کی خواہش کو دل سے نکال دینا۔" وہ اپنا فیصلہ سنا کر چلی گئی تھی۔

"مما ہانی کے فیصلے میں میں بھی شامل ہوں۔" حسام کی آواز پر ان دونوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

مما میں فری سے محبت کرتا ہوں۔ اسے اپنانا چاہتا ہوں آج اگر آپنے میرا اور ہانی کا ساتھ نہ دیا تو کل اللہ کو کیا منہ دیکھائیں گئیں کہ صرف لوگوں کے ڈر سے ایک بے سہارہ لڑکی کا سہارہ بننے سے انکار کر دیا۔" وہ چلتے ہوئے ان کے سامنے آکر رک گیا۔

"ابھی آپ نے کہا کہ وہ آپکی بیٹی نہیں ہے آپ اتنی پتھر دل کب سے ہو گئیں۔ ہم کیوں صرف اپنی بیٹی کو ہی اپنی بیٹی سمجھتے ہیں اپنی عزت کو ہی پیارا جانتے ہیں کیوں۔" وہ ان کے سامنے سوال لیے کھڑا تھا۔ اور وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"مما میں جانتا ہوں آپ ضدی ہیں اور ہانی آپ پہ گئی ہے۔ اگر آپ نے میرا اور فری کا نکاح نہ ہونے دیا میرا دل تو ٹوٹے گا مگر آپکی بیٹی کا گھر ضرور اجڑ جائے گا کیونکہ شہریار بھائی اسکی

کوئی بات ٹال نہیں سکتے وہ اپنی محبت کی آزمائش پہ پورا اتریں گے۔"وہ بھی اپنی کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

دیکھ لو میری اولاد مجھے کتنا کٹھور اور برا سمجھتی ہے۔میں پوچھتی ہوں ایسی بات پہلی بار سن کے دھچکا تو لگتا ہی ہے اب بندہ سامنے والے کو سنبھلنے کا موقع تو دے دونوں اپنی کہہ کر چلتے بنے ماں ہی بری ہے۔"وہ شہریار کے کندھے پہ سر ٹکھ کے رو دیں۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔"رات کو ڈنر پہ ممانے اچانک خاموشی کو توڑا۔

"میری ایک شرط ہے۔"سب لوگ انہی کی طرف متوجہ تھے۔"میں اتنی بری نہیں ہوں جتنا تم مجھے سمجھتے ہو"وہ ہانی اور حسام کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھ رہیں تھیں۔

"ماں ہوں تمہاری دوسروں کی مدد کروں یہ میں نے ہی سکھایا ہے تمہیں۔"وہ دونوں شرمندگی سے سر جھکا گئے۔

"نکاح گھر پر ہو گا اور یہ نکاح کوئی پیپر میرج نہیں ہو گی اصلی والا نکاح ہو گا اور کوئی بعد میں کسی کو نہیں چھوڑے گا۔مجھے روز روز کا تماشہ نہیں چاہیے۔"وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں ۔حسام کی باچھیں کھل گئیں تھیں۔اور ام ہانی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

"اور شہریار صبح یاد سے وہ کام کر دینا جس کے لیے تمہیں بلایا ہے تمہارے ماموں ایک دو دن میں آجائیں گے۔"وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئیں۔

شہریار کا موڈ کچھ آف تھا مگر دونوں نے اپنی خوشی میں یہ بات نوٹس ہی نہیں کی۔

"شہریار چائے۔" کھانے کے بعد وہ شہریار کو اس کے کمرے میں چائے دینے گئی تھی وہ لیپ ٹاپ پہ کسی کام میں مصروف تھا۔

"ہاں رکھ دو۔" وہ بنا اسکی طرف متوجہ ہوئے اپنے کام میں کھویا رہا۔

"کیا بات ہے بڑے اکھڑے اکھڑے سے نظر آرہے ہیں سرکار۔" وہ اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے ایک ادا سے بولی۔

"میں کام کر رہا ہوں پلیز مجھے ڈسٹرب مت کرو جاؤ یہاں سے۔" وہ اکھڑے لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہے شہریار کیوں ناراض ہو۔" وہ حقیقی معنوں میں پریشان ہوئی تھی۔

"میں بلکل ناراض نہیں ہوں میں کون ہوتا ہوں تم سے ناراض ہونے والا ہوں کون میں حق کیا ہے مجھے تم پر۔" وہ ایک دم شدید غصے میں چلایا۔ ہانی ایک دم سہم سی گئی۔

"شہریار کیوں چلا رہے ہو کیا کیا ہے میں نے کچھ بتاؤ گے۔" وہ خود کو نارمل کرتے ہوئے بولی۔

"تم کچھ بولنے سے پہلے سوچتی ہو کبھی کسی کی فیلنگس کے بارے میں سوچا ہے بس تمہیں جو کرنا ہوتا ہے کر گزرتی ہو۔" وہ ہنوز غصے میں تھا۔

"دیکھو شہریار میں صاف دل کی سادہ سی لڑکی ہوں دل بات دل میں نہیں رکھتی مگر مجھے نہیں

یاد آرہا کہ میں نے ریسنٹ ایسا کیا کیا ہے جس کا تم نے اتنا ایشو کریٹ کر لیا ہے۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے دکھ سے بولی۔

"تمہیں مجھ پر میری محبت پر یقین نہیں ہے۔ تمہیں مجھ سے محبت ماثبوت چاہیے اور وہ بھی اپنا من پسند اگر انکار کروں تو کوئی رشتہ بھی تمہارے لیے اہمیت نہیں رکھتا تم اسے پل میں توڑ دو گی۔" شہریار کے لہجے میں ٹوٹے کانچ جیسی چبھن تھی۔

"یا اللہ شہریار تم۔" وہ اپنا سر پیٹ کر رہ گئی۔

"اگر میرے نزدیک اس رشتے کی اہمیت نہ ہوتی تو میں یہ انگوٹھی ہمہ وقت پہن کہ نہ رکھتی۔" ہانی نے اپنا ہاتھ اسے کے سامنے لہرایا۔ "اور رہی بات محبت کی تو اسے پرکھنے کی ضرورت نہیں وہ میں نے اس رات دیکھ لی تھی۔ اور جس بات کا تم غصہ کر رہے ہو وہ محض میں نے مما کو بلیک میل کرنے کے لیے کہی تھی۔" وہ اس کے سامنے کھڑی سچائے سے پردے ہٹا رہی تھی۔

"اگر کل کو پھر تم نے ایسی کوئی فرمائش کر دی بتا دوں جان دے دوں گا کسی اور سے شادی نہیں کروں گا۔" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے خفگی سے بولا۔

میں بھی بتا دوں جان لے لوں گی کسی اور کو تمہاری دلہن نہیں بننے دوں گی۔" وہ اسے منہ چڑا کر بولی۔

"ہانی اسی شرط اب کبھی مذاق میں بھی نہ رکھنا اگر ممانی نہ مانتی تو۔"وہ جھرجھری لے کر بولا۔

تو کیا میں وہی کرتی جو کہا تھا اب زبان سے تھوڑی پھر سکتی تھی۔"وہ سر جھکائے بولی۔

'اور اگر میں نہ مانتا تو۔"وہ اس پہ نظریں جمائے بولا۔

"ہو ہی نہیں سکتا کہ شہریار مشتاق ام ہانی کی کسی بات سے انکار کرے۔"وہ مان بھرے لہجے میں بولی۔

"اتنا مان ہے مجھ پر۔"وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اتنی محبت ہے تم سے۔"وہ ہنس کر کہتی وہاں سے چلی گئی۔

"پاگل کہیں کی کچھ بھی کرتی ہے۔"وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

» « » « » « »

اس پلان کو سب سے پہلے فری سے ہی ڈسکس کیا تھا۔ اسے اپنے ساتھ اور حسام کی محبت کا یقین دلایا تھا۔ وہ مان گئی تھی۔

آج رمیز اپنی ڈیوٹی سے واپس آنے والا تھا۔ فری کو ڈر تھا کہیں اسے وقت سے پہلے پتہ نہ چل جائے۔ ہر طرف سے سو سو سوال اٹھے تھے۔ مگر فلحال کوئی ان سوالات کے جواب دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ ہانی حماد اور ظہیر کی فیملی کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی وہ لوگ شہریار کی منگنی پر نہیں آسکے کیوں کے عید تھی اور عید تو سب گھر پہ ہی کرتے ہیں۔

حسام اور فریحہ کا نکاح باخیر و آفیت انجام پا گیا تھا۔ شہریار نے اور ہانی نے حماد کے ساتھ مل کر پلان ٹو پہ کام شروع کر دیا تھا آج آر یا پار کچھ تو ہونے والا تھا۔

ہانی فری کو نکاح کے بعد اسکے گھر چھوڑ آئی تھی۔ پاپا فون پر رابطے میں تھے۔ اور کل شام کو واپس آرہے تھے۔ حماد نے یہاں کے انسپکٹر سے بات کر لی تھی بس اب مجرم کو رنگے ہاتھوں پکڑنا تھا۔ ہانی اب بے صبری سے فری کی کال کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ اس کال کے بعد ہی وہ لوگ کچھ کر پاتے۔

"آپی میں نے مین ڈور ان لاک لر دیا ہے اور اپنے کمرے کا لوک بھی جان بوجھ کر توڑ دیا ہے اب آپ لوگوں کا انتظار کریں۔ وہ ایک بجے کے بعد یہاں آئے گا۔" بارہ بجے سب لوگ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

"ارے بہن اتنی خاموشی سے لڑکی کے گھر والوں سے چوری نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" حماد کی امی کی طرف آنے والے اس سوال پہ مما اور ہانی دونوں ہی گھبرا گئے تھے۔ بس بن ماں کی بچی ہے باپ خیال نہیں رکھتا سوتیلی ماں بھی ظلم کرتی ہے میری اور روقیہ کی ان کے بچپن میں بات ہوئی تھی کہ ہم اپنے بچوں کی شادی کریں گے مگر اللہ جنت نصیب کرے وہ تو نہیں رہی مگر میں نے سوچا اسکی خواہش کو پورا کر دوں۔ انہوں نے بات کو سنبھال لیا تھا۔ ہانی نے سکھ کا سانس لیا۔

فری کا میسج پڑھ کے وہ فوراً شہریار لوگوں کے پاس گئی تھی۔ وہ سب لوگ اپنی ہی باتوں میں گم تھے۔

"فیلنگ جیلس و دحسام۔" ظہیر نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"کم آن ظہیر اس لڑکی کی مجبوری تھی ورنہ اسکا باپ اسکی شادی کہیں اور کر دیتا۔" شہریار نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کاش میرے گھر والے بھی میرا ایسے ہی ساتھ دیں۔" ظہیر نے آہ بھری۔ سب کا قہقہہ پڑا تھا۔ حماد کی نظریں تو بس طوبی کے چہرے کا طواف کر رہیں تھیں جو ایک کونے میں بیٹھی موبائل پہ مصروف دیکھائی دے رہی تھی۔

"کوئی میری بھی سن لو۔" ہانی کب سے ان کے سر پہ کھڑی تھی جب کسی نے اسکی موجودگی

کو نوٹس نہیں کیا تو بول اٹھی۔

"ہم آپ کی ہی سنتے ہیں ہماری کون سنتا ہے۔" شہریار نے آہ بھری۔

"مذاق کا وقت نہیں ہے شہریار فری کا میسج آگیا ہے۔" وہ ان کے قریب بیٹھتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

"آپ سب لوگ میری بات دھیان سے سنو۔" حسام اور ظہیر بھی اسکی طرف متوجہ تھے۔

"اس بات کو راز رکھا جائے گا فری کے گھر جو بھی ہو گا وہ وہیں دفن ہو جائے گا اس گھر تک نہیں آئے گا۔" وہ انہیں پورا پلان سمجھانے لگی۔

سب لوگ سر ہلا رہے تھے طوبیٰ کا خون کھول رہا تھا اسے پلان میں تو کیا شامل کرنا کسی نے کچھ بتانا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا جب سے وہ آئی تھی ام ہانی کہیں اور ہی مصروف تھی۔ اس لیے وہ منہ پھلائے ایک کونے میں بیٹھ گئی۔

"حماد بھائی پلیز یہ راز راز رہنا چاہیے۔" نا جانے کیوں ہانی بار بار سب کو تلقین کر رہی تھی۔

"کم آن ہانی آپ کی عزت میری بھی عزت ہے یہ کہہ کر مجھے پرایا ہونے کا احساس تو مت دلائیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ پرائے نہیں ہیں آپ نے ہمیشہ ہمارے لیے وہ کیا ہے جو شاید کوئی اپنا بھی نہیں کرتا ۔" وہ تہیہ دل سے حماد کی مشکور تھی۔

"اوکے ٹائم کم ہے آپ سب لوگ اپنی پوزیشن میں آؤ میں اپنے کام سے جا رہی ہوں۔" وہ سب کو کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور سب باری باری کسی کی نظروں میں آئے بغیر اپنے کام سے نکل گئے۔ اس خفیہ مشن نے طوبیٰ کا خون جلا کے رکھ دیا تھا۔ وہ شدید غصے کے عالم میں کمرے میں چلی گئی تھی۔ اور پھر ہر شخص نے مکمل تن دہی سے اپنا فرض نبھایا تھا۔

تقریباً ایک بجے ہانی اپنا کیمرہ لے کر فری کے گھر پہنچ گئی تھی۔ فری نے کال آن کر کے موبائل سائیڈ پہ ڈال دیا تھا ام ہانی ان دونوں کی آواز سن سکتی تھی اور یہ کال ریکارڈ ہو رہی تھی۔

ام ہانی فری کی بتائی ہوئی جگہ پہ کیمرہ چھپا دیا تھا۔ اور خود سائیڈ پہ ہو گئی کیونکہ وہ یہ سب نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اب سے ٹھیک پندرہ منٹ بعد پولیس ریڈ ہونے والی تھی اور حماد ان کے ساتھ آنے والا تھا۔

"تم کیا کر رہے ہو میرے کمرے میں۔" فری بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ اور ہانی سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ شہریار ام ہانی کے ساتھ کال پر تھا وہ بھی یہ سب سن رہا تھا۔ حسام اور ظہیر کو پولیس ریڈ کے کچھ دیر بعد نکاح نامہ لے کر آنا تھا۔ البتہ شہریار باہر رہنے والا تھا کہ اگر کوئی مسئلہ ہو تو وہ سنبھال سکے کیوں کے ہانی کو وہ کیمرہ لے کر پیچھے سے نکلنا تھا اور شہریار اسی کے لیے پیچھے رہنے والا تھا۔ انہیں رمیز کو سزا دلوانے کے لیے ثبوت چاہیے تھا۔

"وہی جو میں ہر بار کرتا ہوں۔'وہ خباثت سے ہنسا۔

"شہریار مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا حماد کہاں رہ گیا ہے۔"وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"کول ڈاون وہ آتا ہی ہو گا کچھ نہیں ہو گا۔"شہریار نے اسے تسلی دی۔ہانی فری کے کمرے کی بالکونی میں چھپی بیٹھی تھی۔

"دیکھو یہ سب تمہیں بہت مہنگا پڑنے والا ہے تم جو کچھ کر چکے ہو نہ میرے ساتھ اس سب کا تمہیں حساب دینا پڑے گا۔"فری ایک دم چلائی۔

"اچھا اتنی ہمت آگئی ہے تم میں کہ اب تم میرے سامنے بولنے لگی ہو۔"وہ گھورتے ہوئے بولا۔

"مجھ میں بہت ہمت ہے آج میں اس قابل ہوں کہ تمہارا مقابلہ کر سکتی ہوں خود کو بچا سکتی ہوں۔"فری کا لہجہ مضبوط تھا

"یہ زبان کہاں سے آئی تمہارے منہ میں۔"اسنے اپنے ہاتھ سے فری کا منہ پکڑا۔

"زبان تھی مگر میں نے اپنی بزدلی کے ہاتھوں اپنا سب کچھ گنوا دیا کاش پہلے دن ہی ہمت کی ہوتی تو یہ سب نہ ہوتا۔"وہ تکلیف کی شدت کو پس پشت ڈالے چلائی۔

"تمہاری اتنی جرآت بھول گئی ہو کہ اس سب سے تمہارے باپ کی جان بھی جا سکتی ہے۔"رمیز نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا۔

"کاش میں نے جان کے بدلے عزت کا سودا نہ کیا ہوتا۔ کاش میں نے خود کو بچا لیا ہوتا میں کس باپ کی زندگی کے لیے خود کو بربادی کے منہ میں دھکیلتی رہی وہ جسے میرے ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا اب اور نہیں تم جیسے گھٹیا انسان کے ہاتھوں اور نہیں۔" وہ اپنے بہتے آنسوں کی پرواہ کئے بغیر بولتی جا رہی تھی۔

"یو بچ۔۔۔" رمیز نے ایک زور دار تھپڑ اسکے منہ پہ مارا تھا۔ فری لہرا کر بیڈ کے قریب گری تھی بیڈ کا کونا اسکے سر میں لگا تھا اور پھر خون کا فوارا پھوٹ نکلا تھا۔

"تم اس مار دھاڑ سے اب مجھے نہیں ڈرا سکتے مجھے۔" وہ زخم کی پرواہ کئے بنا چلائی۔

"شہریار وہ اسے مار رہا ہے۔" ام ہانی نے پھر سے دہائی دی۔

"ہانی پلیز بس پولیس پہنچتی ہو گی۔" شہریار نے اسے حوصلہ دیا۔

"میرے سامنے زبان چلاتی ہو تمہاری یہ جرآت۔ جب تم میرے کام کی نہیں تو تم زندہ رہ کر کیا کرو گی۔" وہ وحشیانہ انداز میں اس پہ جھپٹا اور اسکا گلا دبانے لگا۔ ام ہانی نے اچانک کھڑکی سے اندر جھانکا وہ اس پہ جھپٹا اسکا گلا دبا رہا تھا۔ اور وہ تڑپتے ہوئے اسکا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"شہریار وہ اسے مار دے گا۔" ہانی حواس باختہ تھی۔ "پولیس کہاں ہے بیس منٹ سے اوپر ہو گئے۔" ہانی نے پریشانی سے کہا۔

"بس تم پریشان مت ہو پولیس آتی ہو گی کچھ نہیں ہو گا فری کو۔"شہریار نے اسے تسلی دی۔ فری کی مزاحمت دم توڑ گئی تھی رمیز کے سر پر خون سوار تھا۔

"شہریار بھاڑ میں گئی تمہاری پولیس میں اندر جا رہی ہوں۔"وہ کہتے ہوئے کھڑکی پھلانگ گئی ۔

"ہانی رکو اندر مت جاؤ پلیز۔"شہریار چلاتا رہ گیا اور ام ہانی بنا اس کے پرواہ کئے اندر تھی۔ کسی کے کودنے کی آواز پر رمیز نے فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"اوہ تو تم ہو اس سب کے پیچھے۔"اسکے ہاتھوں کی گرفت فوراً ڈھیلی پڑی۔ فری موقع غنیمت جان کر فوراً کھانستے ہوئے پیچھے ہٹی۔

"ہاں میں ہی ہوں اس سب کے پیچھے اسر تمہیں تو میں اب چھوڑوں گی نہیں۔"ہانی نے غصے سے کہا۔

"آدھی رات دو حسینائیں میری تو چاندی ہو گئی۔"وہ خباثت سے ہنسا۔

"تم مجھے کمزور سمجھنے کی غلطی بلکل مت کرنا۔"ہانی نے اسے وارننگ دی۔

"اچھا کیا کر لو گی تم کر بھی کیا سکتی ہو بولو۔"وہ اسکے قریب ہوا۔

"وہ تو ابھی پتہ چل جائے گا کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔"وہ پر اسرار طریقے سے کہتی مسکرائی۔

"آف یہ لڑکی بھی ناں خطرے کو خود دعوت دیتی ہے۔"شہریار پریشانی سے ٹیرس کی

طرف لپکا۔اور بڑی مشکل سے دیوار سے فری کی بالکونی میں کودا۔"یہ پولیس کے آنے سے پہلے ہی اسے فرار کروادے گی۔"وہ کھڑکی کے باہر کھڑا ہو کر اندر جھانکنے لگا۔

"اچھا تو تمہارے اور ساتھی بھی ہیں اسکی نظر ہانی کے دوپٹے سے نظر آتی کان میں لگی بلو ٹوتھ ڈیوائس پہ پڑ گئی تھی۔اسنے ایک دم اسکا دوپٹہ کھینچا۔ہانی نے اسی قوت سے تھپڑ اسکے منہ پہ دے مارا۔بلوٹوتھ اتر کو نیچے گر گئی تھی۔

"تم مجھ پہ ہاتھ اٹھاؤ گی۔"وہ ایک دم اس پہ جھپٹا تھا۔شہریار نے لپک کر اسکا ہاتھ پکڑا۔

"فریحہ کو پہلے کوئی بچانے والا نہیں تھا مگر اب ہم سب موجود ہیں۔"شہریار نے اسے اپنے قابو میں کرتے ہوئے کہا۔"اور ام ہانی کی طرف تم آنکھ اٹھا کر بھی مت دیکھنا اس کو بچانے کے لیے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔"شہریار نے ایک زوردار مکا اسکے منہ پہ رسید کیا۔وہ بلبلا کر رہ گیا۔

حماد اسی وقت پولیس کو لے کر پہنچ گیا تھا۔پولیس نے بنا کوئی سوال کئے رمیز کو ارسٹ کر لیا تھا۔اسی شور میں زمان صاحب اور روشن آرار بھی بیدار ہو گئے تھے پولیس کو دیکھ کر روشن آرا کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔"زمان صاحب حیرانگی سے بولے۔

"میں بتاتا ہوں۔"شہریار انہیں ایک کونے میں لے گیا۔

"چھوڑو میرے بیٹے کو کیوں پکڑا ہے اسے۔" روشن آرا پولیس والوں سے الجھ رہیں تھیں۔

"بی بی خاموش رہو ورنہ تمہیں بھی تھانے کی سیر کروائیں گے تم بھی اس کے ساتھ برابر کی شریک ہو۔" ایک سپاہی گرج کر بولا۔ زمان صاحب ساری سچائی سن کر سن ہو گئے تھے۔ وہ اپنا دل تھام کر صوفے پہ ڈھے گئے۔

"دیکھیں زمان فری جھوٹ بول رہی ہے رمیز نے کچھ نہیں کیا۔" روشن آرا اب زمان صاحب کے پاس اپنی فریاد لے کر آئیں تھیں۔

"تم نے میری بیٹی کی زندگی برباد کر دی اور میں اتنا بے خبر۔" زمان صاحب کی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

"دیکھیں زمان یہ سب الزام ہے فری کی سازش ہے۔" وہ کسی بھی حال میں زمان صاحب کو اپنا یقین دلانا چاہتیں تھیں۔ "میری بیٹی جھوٹ نہیں بولتی" وہ ایک دم زور سے چلائے۔

"یہ رمیز سے محبت کرتی ہے رمیز نے انکار کیا تو اس نے یہ سب ڈرامہ رچایا پلیز زمان آپ مان جائیں ہم ان کی شادی کر دیں گے معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ گھر کی بات گھر میں رہ جائے گی۔" روشن آرا نے اپنی اگلی چال چلین

"ہمیں اندازہ تھا آپ کی اس چال کا اسی لیے اس چال کا توڑ ساتھ لے کر آئے ہیں۔" حسام نے اپنے ہاتھ میں پکڑا کاغذ ہوا میں لہرایا۔

"کیا ہے یہ۔"روشن آرا اس کے قریب گئیں۔

"میرا اور فریحہ کا نکاح نامہ۔"وہ مسکرایا۔

"دیکھا زمان آپنی بیٹی کے لچھن نجانے کب سے عاشقی چل رہی تھی دیکھو نکاح کر کے آگئی۔ ناکیا ثبوت ہے تم لوگوں کے پاس کہ میرا بیٹا کہنگار ہے۔"روشن آرا آپے سے باہر ہو گئیں تھیں۔

"یہ رہا ثبوت۔"ہانی نے وہ ویڈیو سب کو دیکھانا شروع کی تھی۔اور یہ تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا تھا۔

روشن آرا میں زمان تمہیں اپنے پورے ہوش وحواس اور ان سب گواہان کی موجودگی میں اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں۔تم آج سے میرے ہر رشتے سے آزاد ہو جاؤ میں نے تمہیں طلاق دی۔وہ شدید غصے کے عالم میں تھے۔

"انکل یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔"شہریار نے انہیں روکنا چاہا۔

"یہ اس سب میں شامل تھی اگر نہ ہوتی تو یہ بات بہت پہلے کھل جاتی۔"وہ شدید صدمے کے زیر اثر تھے۔"لحاظہ میری طرف سے تم آزاد ہو۔"وہ تین بار طلاق کے الفاظ دہرا کر ڈھے سے گئے تھے۔ہر طرف ہولناک سناٹا تھا

پولیس رمیز کو لے کر جا چکی تھی اور روشن آرا کمرے میں چلی گئیں تھیں اپنی اجڑی زندگی کا

ماتم منانے۔ہانی شہریار حماد فری حسام ظہیر سب وہیں سر جھکائے کھڑے تھے۔

"میری بچی مجھے معاف کر دے میں تمہارا باپ کہلائے جانے کے قابل بھی نہیں ہوں۔اپنی زندگی میں ااقدر مگن رہا کہ بھول ہی گیا کہ تم روشن آرا کی نہیں میری بیٹی ہو۔آستین کی سانپ کو گھر میں رکھ کر پالتا رہا جان ہی پایا کہ وہ مجھے ہی ڈس لے گا۔"انہوں نے روتے ہوئے فری کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

"پاپا پلیز اس میں آپکا کیا قصور قسمت تو میری خراب تھی۔"وہ انکے کندھے پہ سر رکھ کر رو دی۔

"آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ آپ نے ہمیں بہت بڑی مصیبت سے باہر نکالا ہے۔"وہ اب ان سب کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔

"انکل معذرت کے ساتھ ہم نے فری اور حسام کا نکاح صرف اسے یہاں سے نکالنے کے لیے نہیں کروایا تھا ہم سچ مچ فری کو اپنا چکے ہیں فری میری بھابھی ہے اور رہے گی۔"ہانی نے انہیں یقین دلایا۔

"آپ جیسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں اس دنیا میں

۔"وہ ان کے بہت مشکور تھے۔

"انکل صاف اور سیدھی بات ہے اپنے ارد گرد کچھ ہوتا دیکھیں تو اسے روکنے کی کوشش

کریں کوئی مظلوم ہے کمزور ہے تو اسکی مدد کریں۔ ہر کام حکومت تو نہیں کرے گی کچھ ہمیں بھی کرنا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"جیتی رہو سدا خوش رہو۔" وہ اسے دعا دینے لگے۔

"انکل فری کی ڈولی اسی گھر سے اٹھے کی ان شاء اللہ مگر فلحال کیا میں اسے اپنے ساتھ لے جا سکتی ہوں"۔ وہ ان سے اجازت طلب کر رہی تھی۔

"اب تو فری سے ملنے کے لیے تم لوگوں سے پوچھنا پڑے گا تم مجھ سے اجازت لے رہی ہو۔" وہ مسکرائے۔

"حسام میری بیٹی کا بہت خیال رکھنا جب تک فری کی پڑھائی ختم نہیں ہو جاتی وہ ہوسٹل میں رہے گی۔ فری کا اس گھر میں رہنا ٹھیک نہیں۔ اس لیے جب شادی کروں گا تو اسی گھر سے رخصت کروں گا۔" وہ حسام کو محبت سے گلے لگاتے ہوئے بولے۔ وہ سب لوگ مسکراتے ہوئے فری کو ساتھ لے کر گھر واپس آ گئے تھے۔ رات کے تقریباً تین بج رہے تھے۔

طوبیٰ جلے پیر کی بلی بنی یہاں سے وہاں چکر لگا رہی تھی۔ جب یہ لوگ واپس آئے وہ فری کو ان کے ساتھ دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔ مگر بولی کچھ نہیں۔

"یار بہت تھک گئے اب سوتے ہیں۔" ظہیر سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا شہریار اس کے پیچھے تھا۔

"میں زرا طوبی کو دیکھ لوں وہ پریشان ہو رہی ہو گی۔" ہانی کہتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"اچھا پھر میں بھی چلتا ہوں۔" حماد بھی وہاں سے چلا گیا۔

"ایک منٹ میں آیا۔" حسام فری کو بیٹھنے کا کہتا کچن کی طرف چل دیا۔

"ارے مائے ڈیئر طوبی کیا حال ہے۔" ہانی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی بلند آواز میں کہا

"تم سے مطلب۔" وہ منہ پھلائے بولی۔

"اوئے میرا سونا بے بی ناراض ہے مجھ سے۔" وہ اپنی مسکراہٹ چھپاتی اس کے قریب بیٹھی۔

"تمہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ ناراضگی سے بولی۔

"بہت فرق پڑتا ہے اکلوتی کزن ہو تم میری۔" وہ مزے سے بولی۔

"کم آن ہانی آج پتہ چل گیا ہے مجھے کہ میں کیا ہوں کیا نہیں یہاں جو سب بھی ہو رہا ہے سب جانتے ہیں سوائے میرے میں ہی بے وقوف لگتی ہوں تمہیں۔" وہ شدید غصے میں تھی۔

"کیا بات ہے طوبی اتنا غصہ کیوں یار بس وقت نہیں مل سکا ورنہ میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاتی تم جانتی ہو۔ وہ اب کے سنجیدگی سے بولی۔

"وقت کی بات مت کرو تم ہم 1908 میں نہیں ہیں کہ خط بھیج کہ یا مل کے ہی بات ہو سکتی

ہے موبائل کس مرض کی دوا ہے۔"وہ شدید غصے میں تھی۔

"ہاں یہاں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔"ہانی نے سر اوپر نیچے ہلایا۔

"شہریار بھائی کو تم نے فوراً بلا لیا اور مجھے بتایا بھی نہیں۔"وہ اب رونے لگی۔

"میں نے شہریار کو نہیں بلایا۔"ہانی تڑپ اٹھی۔

"بس رہنے دو ہانی سب پتہ ہے مجھے۔"طوبی کی بدگمانی عروج پہ تھی۔

"یار ممانے انہیں کسی کام سے بلایا تھا یہ سب تو اچانک ہوا ہے۔"ہانی نے اپنی صفائی پیش کی۔طوبی منہ پھلائے بیٹھی رہی۔

"اچھا غصہ کم کرو میں بتاتی ہوں سب۔"ہانی نے اسے الف سے لے کر یے تک ساری کہانی کہہ سنائی۔طوبی کا غصہ اب صدمے میں بدل گیا تھا اس لیے وہ کافی پر سکون ہو گئی تھی۔

» « » « » « »

"کیوں کے میں تم سے بے آنتہا محبت کرتا ہوں اور محبت پانے کا کوئی موقع چھوڑتا ہے کیا۔" وہ مسکرایا۔

"تم کبھی بدل تو نہیں جاؤ گے۔" وہ اپنی آنکھیں اس کہ چہرے پہ جمائے بولی۔

"کبھی بھی نہیں میں ہمیشہ ایسا ہی رہوں گا۔" وہ اپنے ہاتھ کی پوروں سے اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔

"حسام تم نے مجھے زندگی جینے کی نئ آس دی ہے مجھے کبھی چھوڑ کر مت جانا۔ میں جانتی ہوں مجھے اپنانا تمہارے لیے مشکل تھا مگر اب چھوڑنے کی غلطی کت کرنا ورنہ میں زندہ نہیں رہوں گی۔" وہ سر جھکائے بول رہی تھی۔ "میں نے تم سے بہت بدتمیزی کی تمہارا دل دکھایا مجھے معاف کر دینا۔"

میں جانتا ہوں تم مجبور تھی جو ہوا اسے بھول کر زندگی کو نئے سرے سے شروع کرنے کی کوشش کرو۔" وہ اسکا چہرہ اپنے ہاتھ میں لیتا محبت سے بولا۔

"کیا تمہیں سچ میں فرق نہیں پڑتا کہ میں۔" وہ حیرانگی سے بولی۔

"سچے عاشقوں کو ان سب باتوں سے فرق نہیں پڑتا۔" وہ مزے سے بولا۔

"مسٹر سچے عاشق اگر آپ اس نکاح کو منگنی سمجھیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔" ام ہانی نے اسکا کان مروڑا۔

"ہائے ظالم سماج پورے رومانس کا ستیاناس کر دیا۔" وہ بلبلا کر رہ گیا۔

"تم کیا کر رہے تھے یہ سب۔" ام ہانی نے اسے گھورا۔ "دیکھائی نہیں دے رہا اپنی زوجہ محترمہ کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔"

"آپ کی زوجہ کو ہم سنبھال لیں گے آپ پہلے اپنی پینٹ سنبھالنا سیکھ لیں۔" انی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ فری منہ نیچے کئے ہنس رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے میں اسکی بینڈیج کر رہا تھا وہ تو کرنے دو۔" وہ لجاجت سے بولا۔

"بینڈیج میں کرتی ہوں تم ایک کام کرو۔" ہانی اس کے ہاتھ سے دوا لے کر فری کے پاس بیٹھی حسام ہمہ تن گوش تھا۔

"وہ کچن میں تمہارا فیڈر رکھا ہے وہ لیتے جانا اپنے کمرے میں۔" وہ انتہائی سنجیدگی سے بولی۔ فری کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ حسام جل کے رہ گیا۔

"کوئی بات نہیں اڑالو میرا مذاق مجھ پہ بھی وقت آئے گا دیکھ لینا۔" وہ دہائی دینے لگا۔ فری اور ہانی بس ہنستی جا رہیں تھیں۔

"اور یہ بیوی ہے میری دنیا کا کوئی قانون مجھے اس سے ملنے سے نہیں روک سکتا۔" وہ جوش سے بولا۔

"سارے قانوں پر ایک قانون بھاری ہے وہ ہی امی کی چپل اس لیے ممانے کہا کہ اگر تم

انہیں فری کے آس پاس بھی دیکھائی دیئے تو وہ تمہاری ٹانگیں توڑ دیں گئیں۔"ہانی نے مزے سے کہا۔

"ساری لوسٹوریز میں شادی سے پہلے پنگے پڑتے ہیں۔میری واحد لوسٹوری ہے جس میں شادی سے پہلے سب ٹھیک تھا اب سب لوگ ہٹلر اور چنگیز خان بن گئے ہیں۔"وہ غصے سے کہتا وہاں سے واک آوٹ کر گیا۔ہانی اور فری دونوں ہنس دی تھیں۔ہانی فری کی بینڈیج کر کے اسے اپنے کمرے میں لے گئی تھی۔

» « » « » « »

بے چاری بے خبری میں ہی ماری جاتی۔"ام ہانی کا صدمہ کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

"یار سوری بول تو رہی ہوں اور اب بتا تو دیا ہے ناں۔"طوبیٰ زچ ہو گئی۔

"ارے واہ بہت بڑا احسان کیا ہے مجھ پر اب بھی نہ بتاتی سیدھا منگنی کا کارڈ بھیجتی۔"ام ہانی غصے سے بولی۔

"یار میں یہ بات آوٹ نہیں کرنا چاہتی تھی جب تک میں پورے دل سے رضامند نہیں ہو جاتی۔"وہ اپنی صفائی پیش کر رہی تھی۔

"اچھا تو اب تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں ہے تمہیں لگتا ہے میں تمہاری باتیں لیک آوٹ کرتی ہوں۔میں کوئی نیوز چینل ہوں۔"ام ہانی تو اس الزام پر تڑپ اٹھی۔

"یار تم بات کا غلط مطلب کیوں لے رہی ہو میں نے ایسا کب کہا بس تم کہیں بھائی سے نہ کہہ دو۔"وہ منہ لٹکائے بولی۔

"دیکھا دیکھا تم نے بھی روایتی نند بھاوج والی دیوار ہم میں کھڑی کر دی ناں۔"ہانی نے فورا طعنہ دیا۔

"یار ہانی اتنی بڑی بات تو نہیں جتنا تم ایشو بنا رہی ہو۔"طوبیٰ ناراضگی سے بولی۔

"اچھا میں ایشو بنا رہی ہوں ٹھیک ہے جو مرضی کرو مجھے کیا میں کون ہوتی ہوں کچھ کہنے والی۔"وہ ناراضگی سے کہتے کمرے سے باہر آ گئی۔سب لوگ بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو

رہے تھے ہر کوئی اپنے قصے سنانے میں مصروف تھا۔

"ہانی بات تو سنو" طوبی اس کے پیچھے لپکی۔

"شہریار کہاں ہے۔" ہانی سنی ان سنی کرتی حسام کے سر پہنچی۔

"وہ آپ کے لیے عید کا تحفہ لینے گئے ہیں۔" حسام نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کب واپس آئے گا۔" وہ اس کی بات کا نوٹس لیے بنا بولا۔

"کچھ دیر میں آجائے گا کال کر لو۔" حسام لاپرواہی سے بولا۔ وہ سر ہلاتی وہیں ان کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے اپنی گہنگار آنکھوں سے طوبی کو بالکونی اور اس کے پیچھے حماد کو جاتے دیکھا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لب مسکرا اٹھے تھے۔ وہ اس بات پہ ناراض تھی کہ اس سے یہ سب کیوں چھپایا گیا۔ تقریباً پانچ سے سات منٹ کے وقفے کے بعد وہ انکے پیچھے گئی تھی۔

"تھینک یو طوبی آپ نے مجھے ریجیکٹ نہیں کیا۔ آپ بھروسہ رکھیں میں آپ کو کبھی شکایت موقع نہیں دوں گا۔" وہ دونوں ریلنگ کے کھڑے دونیا و مافیا سے بے خبر اپنی ہی باتوں میں گم تھے۔

"مجھے آپ پر بھروسہ ہے اسی لیے تو آپ کا انتخاب کیا ہے۔" وہ شرماتے ہوئے مسکرائی۔

"ان شاءاللہ آپ میرے کردار اور محبت میں کبھی جھول نہیں نہیں پائیں گئیں۔" وہ اپنی محبت کا یقین دلا رہ تھا۔

"میں جانتی ہوں آپ اپنے رشتوں اور اپنے ملک کے ساتھ بہت سنسیر ہیں۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔

"آپ کی چوٹ اب کیسی ہے۔" وہ اب اس سے اس کے زخم کے بارے میں پوچھ رہی تھی جو پچھلی دنوں ایک ریڈ کے دوران گولی لگنے سے ہوا تھا۔

"آپ کو اب اس سب کے لیے تیار رہنا پڑے گا ہم ہمہ وقت موت کے منہ میں ہوتے ہیں کب کہاں کیا ہو جائے کچھ کہا نہیں جا سکتا ویسے اب میں بہتر ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"اللہ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے میں اپکے لیے بہت دعا کرتی ہوں۔" وہ پریشان دیکھائی دینے لگی تھی۔

"پھر اپنی دعاؤں پہ بھروسہ رکھیں۔" وہ مزے سے بولا۔ طوبی بھی ہنس دی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔" اسی وقت ہانی نے انٹری دی تھی۔ دونوں نے ایک ساتھ پیچھے مڑ کے دیکھا تھا۔

"ملاقات"

حماد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے حد ہوتی ہے ڈھٹائی کی وہ مصنوعی غصے سے بولی جی بلکل اب جو ہونا تھا ہو گیا آپ طوبی کو معاف کر دیں۔" وہ اسکی سفارش لیے اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"اچھا جی اب آپ بھی سفارشیں کریں گے۔"ہانی نے اسے گھورا۔

"اب مجبوری ہے اور مجبوری تو کچھ بھی کراتی ہے"حماد سر کھجاتے ہوئے بولا۔ام ہانی کا قہقہہ بلند ہوا

"مرد چاہے کسی بھی فیلڈ سے ہو ڈرتا بیوی سے ہی ہے"ہانی ہنستی جا رہی تھی۔

"یہ تو درست فرمایا۔"وہ بھی ہنسنے لگا۔

"میں اتنی بری بھی نہیں ہوں"طوبی برا مان گئی۔

"میں تمہاری نہیں سب ھی کی بات کر رہی ہوں"ام ہانی نے اپنی بات کی تصیح کی۔

"اب ناراض تو نہیں ہو نہ۔"طوبی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"دل تو چاہ رہا تھا کبھی بات نہ کروں ٹھیک ٹھاک سبق یاد کرواؤں"ہانی کا دکھ پھر سے تازہ ہو گیا۔"پھر سوچا کیا فائدہ یہاں کونسا اثر ہونا ہے"وہ آہ بھر کر بولی۔حماد ہنس دیا۔

"اس میں ہنسنے والی کونسی بات ہے۔"طوبی حماد کے سر ہوئی۔

"چلیں بہت بہت مبارک ہو آپ کو یہ نیا رشتہ"وہ ایک آنکھ دبا کر بولی۔

"جی بہت شکریہ"حماد نے سر تسلیم خم کیا۔

"ہیں یہ شہریار کہاں سے آ رہا ہے اور کیا لے کر رہا ہے"بات کرتے ہوئے ہانی کی نظر مین ڈور پر پڑی تھی۔

"یہ تو اس سے بات کر کے ہی پتہ چلے گا" حماد بھی اسی طرف دیکھنے لگا۔

"رکو میں دیکھتی ہوں اسے" وہ کہتے ہوئے باہر کی جانب چل دی۔ اب یقیناً دونوں میں لڑائی ہی ہو گی۔ طوبیٰ شہریار کی طرف دیکھتے ہوئی بولی۔

"اسے لڑائی نہیں پیار بھری نونک جھونک کہتے ہیں۔" حماد نے تصیح کرنا ضروری سمجھا

"جناب کو بڑا پتہ ہے پیار کا۔" طوبیٰ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر بولی۔

"بس جب سے تمہیں دیکھا ہے اب اس لفظ کو میں بھی سمجھنے لگا ہوں۔" وہ اسکے قریب ہو کر آہستگی سے بولا۔ وہ شرما کر نظریں جھکا گئی۔

» « » « » « »

"اس بار ممانی نے مجھے بلایا تھا" وہ منہ بنا کر بولا۔

"ممانے تمہیں بکرا خرید کر دینے کے لیے بلایا تھا۔" ہانی قہقہہ لگا کر ہنسی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔" شہریار نے اسے گھورا۔

"کیونکہ یہ کام تمہاری پرسنیلٹی پہ سوٹ نہیں کرتے۔" وہ مسکرائی۔ شہریار کچھ نرم پڑا۔

"یہ براؤن کیوں ہے۔" ام ہانی نے بغور بکرے کا جائزہ لیا۔

"کیونکہ یہ کوئی ڈریس نہیں ہے جو اس میں اور بھی رنگ دستیاب ہونگے۔" وہ پھر سے چڑ گیا۔

"مگر مجھے بلیک اینڈ وائٹ بکرا چاہیے۔ تم پوچھ تو لیتے جانے سے پہلے۔" وہ منہ پھلائے بولی۔

"یہ تمہارے عید کے کپڑوں کی شاپنگ نہیں ہو رہی تھی جس میں براؤن نہیں بلیک کلر چاہیے۔ یہ قربانی کا بکرا ہے۔ کیا پوچھ کے جاتا میں تم سے، ویسے بھی کھال کا تم نے کیا کرنا ہے وہ تو کسی کو دے دینی ہے" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے مجھے کھال نہیں چاہیے مگر قربانی کے بکرے کو بھی تو میری آنکھوں کے سامنے رہنا ہے نہ تو مجھے یہ رنگ پسند نہیں چینج کر کے لاؤ۔" وہ ادائے بے نیازی سے بولی

"یہ آئس کریم کا فیلور نہیں جو میں چینج کر کے لاؤں گا۔" وہ جل کر بولا۔

"چینج تو تمہیں کرنا ہی پڑے گا۔" ہانی بھی اپنی ضد کی پکی تھی۔

"جی نہیں میں بلکل چینج نہیں کرونگا۔پہلے ہی اتنا رش تھا،اتنی مشکل سے ملا ہے یہ بھی اور کوئی کالا بکرا تھا ہی نہیں وہاں۔"شہریار نے ہری جھنڈی دیکھائی۔

"صدقے کا بکرا ہے جو کالا لینا ہے۔میں کلے اور سفید کی بات کر رہی ہوں۔"وہ اسے سمجھانے لگی۔

"اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اتنے کم وقت میں یہ ملا ہے شکر ادا کرو ورنہ ملتا ہی نہیں"وہ بکرے کو لان میں ایک جگہ لے جا کر باندھنے لگا۔

"تو ٹھیک ہے یہ پھر اس گھر میں نہیں رہ سکتا۔"ہانی اسکے پیچھے لپکی۔

"یہ اسی گھر میں رہے گا۔"شہریار نے رسی درخت کے ساتھ باندھی۔"تو ٹھیک ہے پھر اس گھر میں میں نہیں رہوں گی۔"وہ جل کر بولی۔

"اوہیلو میڈم!یہ تیور کسے دیکھا رہی ہو یہ قربانی کا بکرا ہے تمہاری سوتن نہیں۔"شہریار کو ہنسی آگئی تھی مگر وہ ضبط کر گیا

"اگر میری سوتن ہوتی ناں تو اب تک تم اپنی ٹانگوں پہ یوں زندہ کھڑے نہ ہوتے۔میں تمہارے بے شمار چھوٹے چھوٹ ٹکڑے کر چکی ہوتی،عید قرباں سے پہلے تم میرے ہاتھوں شہید ہو چکے ہوتے۔"وہ غصے سے کہتی وہاں سے واک آوٹ کر گئی۔شہریار اسے مسکرا کر دیکھتا رہا۔

» « » « » « »

کرے گا پہلے نہیں تو دوسرے دن ضرور آئے گا۔" حسام نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"واٹ دوسرے دن اگر آسکا تو حسام تم" ام ہانی ایک دم چلائی۔

"سچ سچ بتاؤ وہ آئے گا کہ نہیں۔" شہریار حسام کے سر ہوا۔

"اسنے کہا تھا وہ آئے گا" حسام منمنایا۔

"یعنی کہ۔۔۔" شہریار دانت پیس کر رہ گیا۔

"کوئی بات نہیں کل کر لیں گے" حسام نے باری باری سب کی شکلیں دیکھیں۔

"قربانی کرنے کا مزہ تو پہلے دن آتا ہے دوسرے دن فائدہ۔" ہانی غصے سے بولی۔

"اب میں کیا کروں خود رو قصائی بننے سے رہا۔"

وہ زچ ہو گیا۔

"ڈاکٹر کسی قصائی سے کم ہوتے ہیں کیا۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

"وہ تو اللہ کا شکر ہے میں نے سب کا قربانی میں حصہ ڈال دیا تھا گوشت آجائے گا۔ "

"اگر برخوردار آپ پہ رہتے تو ہو جانی تھی آج قربانی۔" پاپا نے حسام کے کان کھینچے۔

"میرا کیا قصور ہے قصائی ملتے کہاں ہیں۔" وہ مظلومیت سے بولا۔

"تم چار چار لڑکے ایک بکرا ذبح نہیں کر سکتے حد ہے ویسے۔" انہوں نے نک سک سے تیار ہوئے لڑکوں کو راسف سے دیکھا،

"ارے ماموں جان ہم کوئی قصائی تھوڑی ہیں۔" شہریار جلدی سے بولا

"کپڑے بدلو اور کام پہ لگ جاؤ بکرا تم لوگ ذبح کرو گے" وہ اپنا حکم سنا کر جا چکے تھے۔ وہ ان تینوں کے نکلتے دانتوں کو دیکھ کر رہ گئے۔ وہ لوگ جب کپڑے بدل کر آئے وہ تینوں لان میں بیٹھی ان کا انتظار کر رہیں تھیں۔

"ہایئے کتنے ہنڈسم لگ رہے ہو۔" ام ہانی شہریار کے کان کے قریب جا کر بولی۔ وہ اسے گھورتے ہوئے آگے بڑھا۔

"آنکھیں بند کر لو لڑکیو تم سے سہانہ جائے گا۔" حسام نے بلند آواز میں کہا

"یہ پولیس والوں کی بھی آج سہی شامت آئی ہے" طوبی نے بھی لقمہ دیا۔

"ڈاکٹر حسام کا پہلا آپریشن۔" فری نے حسام کو منہ چڑایا۔

"آج ہم دشمنوں پہ ثابت کر دینگے ہم کسی سے کم نہیں۔" حسام جوش سے بولا۔ ام ہانی ان سب سے چھپ کر ایک درخت کی اوٹ میں کھڑی ہو گئی تھی۔

"تم سب لوگ اس مہینے میں قصائیوں کا کام کیا کروں چار پیسے آ جائیں گے۔"

طوبی نے فری کو آنکھ ماری۔

"یہ دشمن کی فوج گولہ باری کر رہی ہے حسام کی دہائی جاری تھی۔" وہ دونوں کھلکھلا کے ہنس دیں۔

"نعرہ تکبیر" حسام نے بلند آواز میں کہا۔

"ابے یہ جلوس نہیں قربانی ہے تکبیر پڑھو۔" ظہیر نے اسے گھر کا تھوڑی دیر میں قربانی ہو گئی تھی۔ وہ سارا گوشت سمیٹ کر نہانے چل دیئے تھے۔ گندے کپڑے خون سے لت پت ام ہانی نے ان کا خوب ریکارڈ لگایا تھا۔ اب وہ تینوں ایک کونے میں بیٹھی کسی خفیا سرگرمی میں مصروف تھیں۔ اور وہ زیادہ دیر چھپی نہیں رہی تھی۔

"ام ہانی۔" شہریار کی گرج دار آواز پر وہ فوراً سیدھی ہو بیٹھی۔ طوبی اور فری نے وہاں سے بھاگنے میں چند سیکنڈز لیئے تھے۔

"غدار۔" ام ہانی نے انہیں رفو چکر ہوتے دیکھ کر نیا لقب دیا۔

"کیا ہے یہ سب۔" شہریار اس کے سر پہ کھڑا پوچھ رہا تھا۔ "کیا؟" ام ہانی نے معصومیت سے پوچھا۔

"تم کب ان سب حرکتوں سے باز آؤ گی۔" وہ شدید غصے میں تھا۔

اب کیا کر دیا میں نے۔" وہ ابھی تک ڈھٹائی سے اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"یہ پوسٹ فیس بک پہ کرنے والی تھی کیا سب لوگ کتنا مذاق اڑا رہے ہیں میری عزت کا جنازہ نکل گیا۔" وہ شدید غصے اور پریشانی کے زیر اثر تھا۔ "تم وہ بس۔" ضبط کر کے رہ گیا۔

"یہ کیا لکھا ہے تم نے۔" اوپر شہریار نے اپنا موبائل اسکی آنکھوں کے سامنے کیا۔ "مائے

ڈئیر قصائی"ہانی نے اسے پڑھ کے سنائی۔

"مطلب یہ مائے ڈیئر قصائی کیا ہوتا ہے مائے ڈئیر فیانسی لکھتی تو میں شاید اس پک کو بھول جاتا۔"وہ کافی پریشانی کا شکار تھا۔ہانی کی نظر نیچے اسکی دی ہوئی مختلف تصویروں پر پڑی تھی۔ بکرا ذبح کرتے کھال اتارتے گوشت کے ٹکڑے کرتے وہ چاروں وہ ایک دم قہقہ لگا کہ ہنس پڑی۔ شہریار کا خون جل کر خاک ہو گیا۔

"کیا امپریشن رہ گیا ہو گا میرا میرے سٹوڈینٹس پر تم تو ٹیگ کر کر کے مجھے برباد کر دو گی اور تو میں تمہیں بلاک بھی نہیں کر سکتا۔"وہ دانت پیس کر بول۔

"بڑی فکر ہے کہ میری فی میل سٹوڈینٹس پہ میرا برا امپریشن نہ پڑے۔"وہ اپنی آستینیں اوپر چڑھا کر آگے بڑھی۔

"میں نے یہ کب کہا۔"شہریار اسکے تیور دیکھ کر گھبرا گیا۔

"میں سب سمجھتی ہوں کس طرح لڑکیاں آپ پر لٹو ہوتی ہیں جناب۔"وہ سر ہلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میں کب کہتا ہوں کہ مجھ پہ لٹو ہو جاؤ۔"وہ گھبراتے ہوئے پیچھے ہٹا۔

"تم ضرور انہیں لائن دیتے ہو گے لڑکیاں یونہی پیچھے نہیں آیا کرتی اپنے فالورز چیک کرو 90٪ لڑکیاں ہیں۔"وہ اسے گھور رہی تھی۔

"میں نے تھوڑی کہا ہے کہ مجھے فالو کرو۔" شہریار اس سب میں خود ہی پھنس گیا تھا۔

"اور ہاں دی ہیں پکس دوبارہ بھی دوں گی جو اکھاڑنا ہے اکھاڑ لو۔" وہ کمر پہ ہاتھ رکھے اسے چیلنج دے رہی تھی۔

"میں اکھاڑوں گا تم نے مجھے کسی قابل چھوڑا ہی نہیں۔ اب تو غصے کی ایکٹنگ کرتا ہوں غصہ نہیں کرتا۔ وہ اسکے قریب ہوتے ہوئے بولا۔ "بتاؤ کیا جادو کیا ہے تم نے مجھ پر کسی کام نہ چھوڑا۔" اسنے اس کے کان کے قریب ہوتے ہوئے سرگوشی کی۔ ہانی کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ "بتاؤناں کیا جادو کیا ہے۔" وہ اسی طرح جھکے بولا۔

"کالا جادو۔" ہانی نے خود کو سنبھالتے ہوئے اسے پیچھے دھکیلا۔ وہ مسکرا دیا۔

"ارے ام ہانی ہمارا کیا قصور تھا ہماری پکس بھی دے دیں۔" ظہیر منہ پھلائے بولا۔

"ہاتھیوں کی لڑائی میں چیونٹیاں ہی ماری جاتی ہیں۔" حماد نے آہ بھری۔

"اب مجھ سے کون شادی کرے گا۔" ظہیر نے دہائی دی۔ سب کا قہقہہ پڑا۔

"کسی کا کوئی قصور نہیں سارا قصور حسام کا ہے اگر یہ انتظام کر لیتا تو آپ لوگ یہ سب کرتے نہیں اور مجھے موقع ملتا ہی نہیں۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بے نیازی سے بولی۔ ان تینوں نے حسام پہ دھاوا بول دیا تھا۔ مکے گھونسے کشن سب حسام کے پیش خدمت تھے۔ ام ہانی نے پھر سے خفیا شوٹنگ شروع کر دی تھی۔ حسام اپنا آپ بچا کر ان کے آگے اور وہ تینوں اس

کے پیچھے تھے۔زندگی کے رنگ عید کے چسنگ بہت سہانے معلوم ہو رہے تھے۔
وہ تینوں پیچھے کھڑی ان کی لڑائی دیکھ رہیں تھیں جس میں غصہ کم فن اور پیار زیادہ تھا
خوشیاں ہر سو اپنا رنگ بکھیر رہی تھیں۔

ختم شد